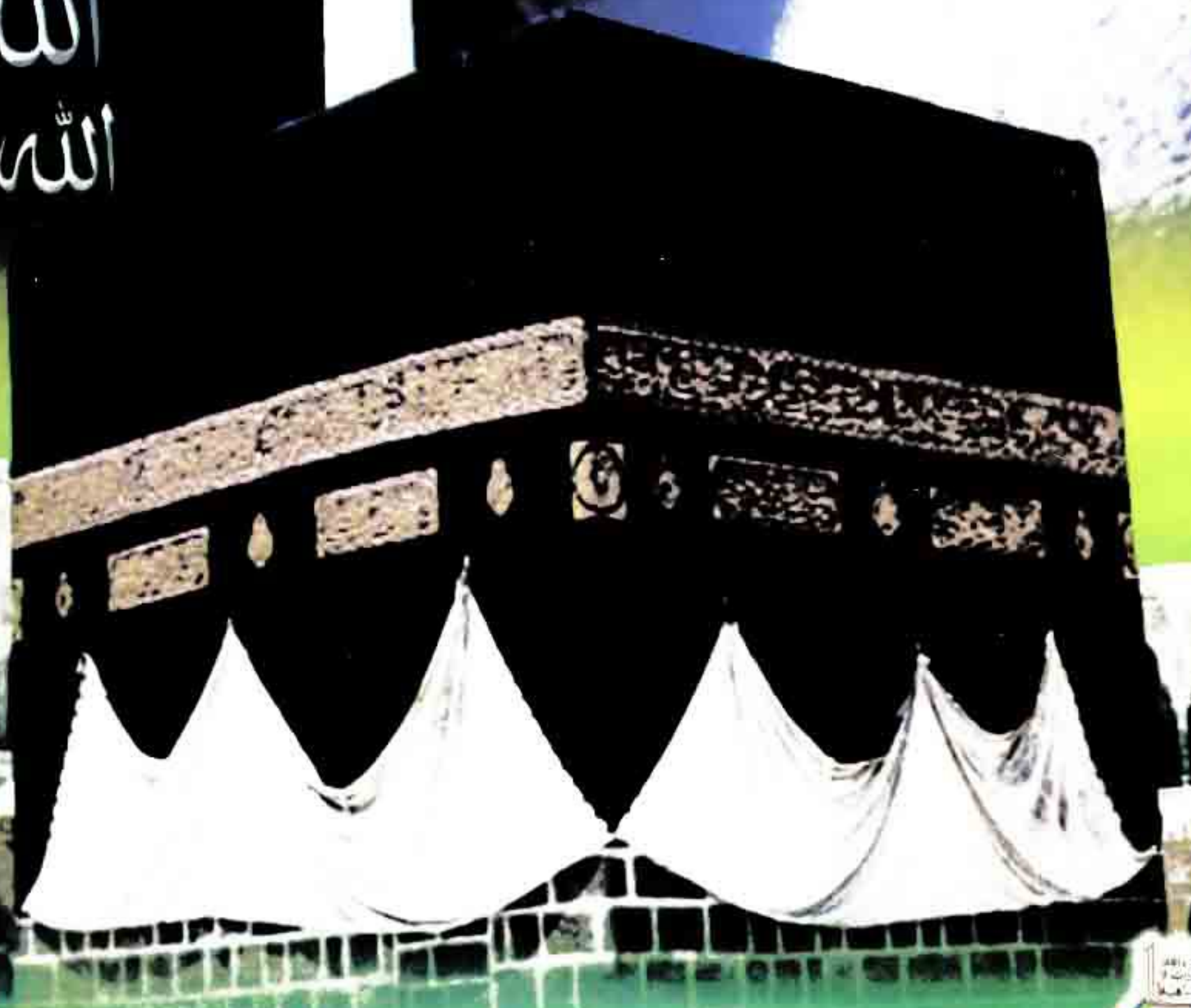


# اللہ کا فہم

اللہ  
اللہ  
اللہ  
اللہ



عالم فقہی



# اللہ کا فقیر

عالم فقیری

ادارہ پیغمبر القرآن

40- اردو بازار لاہور

Copyright © 2010 by Ahlesunnat Kitab Ghar  
All rights reserved.

A H L E S U N N A T

اللہ تعالیٰ ہمارا مالک اور رزاق ہے

نام کتاب ----- اللہ کا فقیر

مصنف ----- عالم فقری

اشاعت ----- ۲۰۰۵ء

تعداد ----- ۱۱۰۰

زیر اہتمام ----- محسن فقری

منتظم ----- حبیب فقری

معاون ----- جاوید فقری

پریس ----- اشتیاق احمد مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ----- ۲۰۰/- روپے

اس کتاب کو صفی اہانت سے چھاپا جا سکتا ہے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرزادہ بازار لاہور

# فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	۱۔ فقر	۵	۲	اقوال و حکایات	۷۸
۱	اوصاف فقر	۷	۳	۲۔ یقین	۱۱۱
۲	فضیلت فقر	۹	۱	وضاحت یقین	۱۱۱
۳	اقوال فقہ	۲۰	۲	احادیث یقین	۱۱۴
۴	احوال و آثار	۲۲	۳	حقیقت یقین	۱۱۸
	۲۔ اطاعت	۵۰	۵	۵۔ ابتدا و آزمائش	۱۲۸
۱	حکم خداوندی	۵۰	۱	ضابطہ خداوندی	۱۳۰
۲	فضیلت اطاعت	۵۲	۲	ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳۷
۳	اقوال و حکایات	۵۹	۳	اقوال صحابہ	۱۵۵
	۳۔ عشق الہی	۷۳	۴	آزمائش صوفیہ	۱۵۶
۱	ارشاد باری تعالیٰ	۷۵	۶	۶۔ رضائے الہی	۱۷۸
۲	قرمودات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۷۶	۱	حکام الہی	۱۸۰



نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲	فضیلتِ رضائے الہی	۱۸۳	۱	ترغیب پر میر گاری	۳۱۳
۳	اقوال و احوال	۱۹۳	۲	صحابہ کرامؓ کا کمال و ورع	۳۱۷
۴	حسنِ ادب	۲۱۷	۳	اقوال و آثار	۳۱۹
۱	ارشاد باری تعالیٰ	۲۱۷	۱	۱۱۔ رجاء	۳۲۲
۲	حسنِ ادب کا مثالی نمونہ	۲۱۸	۱	فرمانِ الہی	۳۲۲
۳	اقوالِ ادب	۲۲۰	۲	فضیلتِ رجاء	۳۲۶
۸	خاموشی	۲۲۱	۳	اقوالِ رجاء	۳۵۶
۱	فضیلتِ خاموشی	۲۲۲	۴	حقیقتِ رجاء	۳۶۲
۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی	۲۵۱	۱۲	محاسبہ	۳۷۳
۳	صحابہ کرامؓ کی خاموشی	۲۵۲	۱	حکمِ محاسبہ	۳۷۳
۴	ارشاداتِ اولیاء	۲۵۹	۲	احادیثِ محاسبہ	۳۷۴
۹	غور و فکر	۲۸۲	۳	فرموداتِ محاسبہ	۳۷۵
۱	دعوتِ فکر	۲۸۴	۱۳	۱۳۔ امر بالمعروف	۳۹۱
۲	فضیلتِ غور و فکر	۲۸۴	۱	احکامِ الہی	۳۹۳
۱۰	۱۰۔ ورع	۳۱۱	۲	ارشاداتِ نبوی	۳۹۷
			۳	احوال و آثار	۴۰۶

## باب

## فقر

اللہ کی عبادت کے لیے دنیا کے کام کاج سے محدود ہو کر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے وسائل مانگنا فقر ہے یہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اہل فقر کی شان بہت بلند ہے یہ اللہ کے خاص الخاص بندے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کی ہر چیز اللہ کے سپرد کی ہوتی ہے اور صحیح معنوں میں اللہ کو اپنی گزراوقات کا کارساز بنایا ہوتا ہے، بظاہر ان کے پاس زندگی کا سارو سامان ہو یا نہ ہو انہیں کوئی احساس نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اللہ ہی کے لیے دنیا کی تمام پرکشش چیزوں سے کنارہ کیا ہوتا ہے اگر ان کے پاس دنیا کا مال و متاع ہو تو پھر بھی انہیں امیر ہونے کا احساس نہیں ہوتا اور نہ ہی مال و دولت کے نہ ہونے سے کوئی محرومی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اللہ کے ایسے بندوں کی نظر میں دنیا کے مال کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ کے لیے رزق الہی کا دامن تھاما ہوتا ہے اور جو رزق الہی پر چلتا ہو اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔

اہل فقر نے اپنے دل کو دنیاوی خواہشات سے خالی کیا ہوتا ہے۔ ان کا باطن دنیا کے حصول اور اغرائی سے محفوظ ہوتا ہے اور ان کا نفس آفات شر سے بچا ہوتا ہے انہوں نے اللہ کے احکام کو مکمل طور پر اپنے اوپر وار کیا ہوتا ہے ان کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہی ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ ان پر ہر دم اطاعت الہی کا غلبہ رہتا ہے ان پر عشق الہی اس قدر غالب ہوتا ہے کہ ان کے قصد میں دنیا کی کوئی چیز



رکاوٹ نہیں بنتی ان کے بشتری تقاضے کافی حد تک محدود ہو چکے ہوتے ہیں ان کی صرف ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر دم دربار الہی میں محو رہیں۔ دنیا کی کوئی چیز انھیں غافل نہ کرے اس لیے وہ اللہ کے بھروسے پر دنیا سے خالی ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ آخر یہی فقرا انھیں مقام وصل میں لے جاتا ہے اور دریائے معرفت میں غوطہ زن ہو کر ہمیشہ کے لیے جادواں ہو جاتے ہیں۔

عموماً لوگ بھیک مانگنے والوں کو فقیر کہتے ہیں وہ فقیر نہیں ہوتے بلکہ وہ تو دنیا کے گداگر ہیں۔ فقیر سب سے اعلیٰ لوگ ہیں جبکہ گداگر معاشرے کے اچھے لوگوں میں شمار نہیں ہوتے۔ کیونکہ انھوں نے اللہ سے توقع ہٹا کر دنیا کی طرف لگاٹی ہوتی ہے تبھی تو وہ جا بجا گدائی کرتے پھرتے ہیں اور لوگوں سے طرح طرح کی باتیں سنتے ہیں۔ کوئی عطا کر دیتا ہے کوئی دھتکار دیتا ہے۔ اس لیے دنیا کی گدائی ہر لحاظ سے قابلِ مذمت ہے کیونکہ اس میں ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے برعکس اللہ کا فقیر مبتلا باعثِ عزت ہے کیونکہ فقر تلجِ مشابہ ہے جو اللہ سے ملتا ہے۔ جسے وہ مل جائے اسے اور کیا چاہیے۔ فقر کا تاج اللہ تعالیٰ صرف انھیں عطا فرماتا ہے جو اس کے طالب بنتے ہیں اور اس کے اہل ہوتے ہیں لہذا اہل فقر کا فرض ہے کہ اللہ کی عطا کردہ عزت کی حفاظت کریں۔ لہذا اپنے ظاہر اور باطن کو بغیر شوق سے بچانے کے لیے اللہ سے توفیق مانگیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہیں کہ جسم کا کوئی حصہ مصیبت اور گناہ میں مبتلا نہ ہو تاکہ قلبی کیفیت میں خلل اور آفت رونما نہ ہو کیونکہ اللہ نے اہل فقر کے ظاہر کو ظاہری نعمتوں سے مالا مال کیا ہوتا ہے اور باطن باطنی نعمتوں سے بھرپور ہوتا ہے وہ خلقت سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ سے مانگنے کی بدولت ہر لحاظ سے غنی ہوتے ہیں اس لیے اللہ کے فقیروں کو دنیا کے گداگر نہیں سمجھنا چاہیے۔

پس اللہ کی معرفت کے طالب کو چاہیے کہ وہ فقر کو اختیار کرے کیونکہ فقر کو پالینا ہی اصل ولایت ہے۔ فقر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی طریقہ ہے آپ نے دولت کی کثرت کو

تک کیا اور جو اللہ کی جانب سے مل گیا اسی پر قناعت کر کے گزارہ کیا لہذا اللہ کا بندہ  
 بننے کے لیے مجاہد ہی وہی طریقہ ہے کہ اس سے جو مل جائے اسی کو مقدر سمجھ لیا جائے اور  
 کثرت کی خواہش دل سے نکال دی جائے پھر تو منزل بہت جلد ملے گی ورنہ طالب کسی  
 نہ کسی مقام پر رک جائے گا اور اللہ کی معرفت تک پہنچ نہیں پائے گا لہذا اے اللہ کے  
 طالب! تجھے چاہیے کہ جب تو راہ معرفت میں قدم رکھے تو پہلے رو رہی فقر پر گامزن ہو  
 جا۔ تاکہ محابات معرفت بہت جلد اپنے جائیں اور تو دین و دنیا میں کامران ہو جائے۔

## اوصاف فقر

اہل فقر کون ہیں ان کی توصیف میں اللہ باری تعالیٰ ہے کہ:

لِلْمُقَرَّرِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

اللہ کا مال ان اہل فقر کے لیے جو اللہ کی راہ میں محصور ہوں اور زمین میں گھومنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ نادان انہیں ان کی بے نیازی کے باعث دولت مند سمجھتے ہیں۔ تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا۔ لوگوں سے کڑا کر سوال نہیں کرتے۔ تم جو کچھ اللہ کی راہ میں دو گے اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ کے اس فرمان میں بتایا گیا ہے کہ اہل فقر وہ ہیں جو اللہ کی خاطر دنیا کا تمام مال و اسباب چھوڑ دیں۔ مال و دولت، گھر، اولاد، عزیز و اقارب، جائیداد غرضیکہ محبوب کے محبوب چیز کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دیں اور انہیں صرف رضائے الہی کا حصول مد نظر ہو جس طرح بہاجرین مکہ ہر قسم کے دنیوی تعلقات قطع کر کے وطن کو چھوڑ کر صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ شریف آگئے اور



وہاں پر ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور انہیں صرف اللہ پر ہی بھروسہ تھا یہی لوگ مدد  
 صاحب فقر تھے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ  
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ - غنی ہے حد کیا ہوا۔ (پ ۲۳، قاطر ۱۵)  
 اللہ سے مانگنے والا فقیر ہے اس لحاظ سے دنیا کے تمام انسان فقراء ہیں مگر یہ عالم  
 منہوم ہے لیکن اللہ کے خاص فقراء وہی ہوں گے جو اپنے وسائل صرف ذات الہی سے مانگتے  
 ہوں جو شخص دنیا کے اسباب پر بھروسہ رکھتا ہے وہ خاص فقراء میں شمار نہیں ہو سکتا  
 اللہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے، تمام مخلوق اس کی محتاج ہے وہ غنی ہے۔ پھر فرمایا  
 کیا ہے کہ :-

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ  
 كَانِ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءُ  
 فَهُوَ خَيْرٌ تَكْرُمًا وَيَكْفُرْ عَنْكُمْ  
 مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۚ وَاللَّهُ وَبِئْسَ  
 تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ  
 (پ ۳، بقرہ ۲۷۱)

اللہ کی راہ میں خواہ اعلانیہ طور پر یا پوشیدہ طور پر صدقات دینا بہتر ہے لیکن چپکے  
 سے اللہ کی راہ میں دے دینا ظاہر دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ صدقہ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ  
 اس کا اہل فقر کو دینا سب سے اچھا ہے کیونکہ اللہ کے فقیر دنیا سے سوال نہیں کرتے اس  
 لیے ان تک پہنچا دینا بہت بہتر ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ بہت ہی بہتر کرتا ہے  
 کیونکہ فقراء کو دیا ہوا صدقہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ مہاجرہ فقراء کی فضیلت کے  
 بارے میں ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ :

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا ۖ ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور

مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ  
فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا  
يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ  
هُوَ الصِّدِّاقُونَ (پ ۲۸، حشر ۸)

مالِ غنیمت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے غریب مہاجر بھی حقدار ہیں جنہوں نے  
اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا وطن عزیز چھوڑا۔ اولیٰ اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا مال بھی اللہ کے  
دین پر قربان کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے تہہ دل سے حصہ لیا یہی لوگ  
اللہ کے فضل اور خوشنودی کے مستلشی میں اور یہی ان کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔  
ان تمام خوبیوں کی بنا پر وہ لوگ مالِ غنیمت کے حقدار ہیں۔

وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ الْآيَاتِ فِي مَشْكُورٍ  
الْمُطْلِحِينَ مِنْ بَادِلِهِمْ مَا يَكُونُ  
إِنْ يَكُونُوا فَقَرًا يُغْنِيهِمُ اللَّهُ  
مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (پ ۱۸، نور ۳۲)

اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کا نکاح کر دیا کرو اپنے  
لائق بندوں اور کنیزوں کا بھی اگر وہ غریب ہو  
تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اللہ  
دوست والا علم والا ہے۔ (پ ۱۸، نور ۳۲)

مال نہ ہونے کے دُور سے نکاح نہ کرنا درست نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے  
وہ فقراء جس کے پاس مال نہ ہو ان کا نکاح کر دو، اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں اضافہ کر دے گا  
پس ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو صرف اللہ سے مانگتے ہیں وہ سچے فقراء  
ہیں اور ایسے لوگ صاحبِ فضیلت ہیں۔

## فضیلتِ فقر

فقر کی بے پناہ فضیلت ہے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ اقدس  
حسبِ ذیل ہیں :-



**فقیر لوگ جنت میں** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقیر لوگ جنت میں امیروں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے جو کہ نصف دن ہے۔

**اہل فقر کون؟** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض بکھرے بالوں والے اور دروازوں سے دھتکاتے

ہوئے ایسے ہیں کہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو وہ انھیں سچے کر دکھاتا ہے۔ (مسلم)  
**فقر باعث مدد** | انھیں دوسروں پر فضیلت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ تم اپنے ضعیف لوگوں کے باعث مدد کیے جلتے اور روزی دیے جلتے ہو۔ (بخاری)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے ضعیفوں میں تلاش کیا کرو کیونکہ تم اپنے ضعیفوں کے سبب روزی دیے جلتے ہو۔ (ابوداؤد)

**وسیلہ فقر** | حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے

فتح مانگا کرتے تھے۔ (شرح الشرح)

**دو باتیں** | فرمان نبویؐ ہے کہ میری دو باتیں ہیں جو انھیں پسند کرتا ہے وہ مجھے پسند کرتا ہے جو انھیں بُرا سمجھتا ہے وہ مجھے بُرا سمجھتا ہے، فقر اور

جہاد (مکاشفۃ القلوب)

**جنت میں فقر کی کثرت** | حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے

پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والے میں نے زیادہ تر مسکین دیکھے اور دولت مند روکے

ہوئے ہیں ماسوائے ان کے جن جہنمیوں کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے اور میں جہنم کے

درمانہ پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی زیادہ تر عورتیں تھیں۔ (بخاری شریف)  
 ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا مالدار کہاں ہیں، تو مجھے  
 بتلایا گیا کہ انھیں مالدار نے گرفتار کر رکھا ہے۔  
 ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھ کر کہا ایسا کیوں ہے،  
 تو مجھے بتلایا گیا کہ ان کی سونے اور خوشبوؤں سے محبت کی وجہ سے ہے۔

**سات باتوں پر عمل کا حکم** | حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میرے خلیل اقدس نے مجھے  
 سات باتوں کا حکم فرمایا، مجھے مسکینوں سے محبت  
 کرنے اور ان کے قریب رہنے کا حکم فرمایا۔ فرمایا کہ اپنے حکم حیثیت والے کی طرف  
 دیکھوں اور اپنے سے زیادہ حیثیت والے کی طرف نہ دیکھوں۔ حکم فرمایا کہ صلہ رحمی کروں  
 اگرچہ وہ پیٹھ دکھائیں، حکم فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں، حکم فرمایا کہ سچی بات کہوں اگرچہ  
 کڑی ہو۔ حکم فرمایا کہ اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں  
 اور حکم فرمایا کہ لَا تَوَلَّ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کثرت سے کہا کروں کیونکہ یہ کلمات عرش کے  
 نیچے دلے خزانے سے ہیں۔ (احمد)

**فقراء مہاجرین کی شان** | حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں سجد میں  
 بیٹھا ہوا تھا اور فقرائے مہاجرین کا گردہ بھی بیٹھا  
 ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان میں بیٹھ گئے۔ میں اٹھ کر ان کے پاس  
 چلا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقرائے مہاجرین کو وہ چیز مبارک ہے جس سے  
 ان کے چہرے کھل جاتے ہیں کہ وہ جنت میں امیروں سے پالیس سال پہلے داخل ہونگے  
 راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ان حضرات کے زنگ نکھر گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ  
 کا بیان ہے کہ کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا یا ان میں سے ہوتا۔

(دارمی شریف)



**مہاجرین دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے** | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک قیامت کے روز مہاجرین دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (مسلم شریف)

**مفلس دولت مند سے بہتر ہے** | حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی

گزر رہا تھا آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا کہ یہ معزز لوگوں میں سے ہے، خدا کی قسم! اس قابل ہے کہ پیغام دے تو نکاح کر دیا جائے اور اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر دوسرا آدمی گزر رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! یہ مفلس مسلمانوں میں سے ہے اس قابل ہے کہ پیغام دے تو نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو قبول نہ ہوا ورنہ اگر کوئی بات کرے تو اس کی بات سنی نہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس سے بہتر ہے کہ اس جیسے لوگوں سے زمین بھری ہوئی ہو۔ (بخاری شریف)

**اللہ کس کو پسند کرتا ہے** | حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے کو

پسند فرماتا ہے جو مومن، فقیر، سوال سے بچنے والا اور بال بچے دار ہو۔ (ابن ماجہ)

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ مجھے مسکین

نزدہ رکھ، مسکینی کی حالت میں وفات دینا اور میرا حشر مسکینوں کے گروہ میں کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ عرق گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ! کیوں؟ فرمایا کہ وہ امیروں سے چالیس برس

www.KitaboSunnat.com

پہلے جنت میں داخل ہونگے، اے عائشہؓ! مسکین کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی  
میرائے، اے عائشہؓ! مسکینوں سے محبت کرنا اور انہیں نزدیک رکھنا تو اللہ تعالیٰ  
قیامت میں تمہیں اپنا قرب عطا فرمائے گا۔ (ترمذی، بیہقی)

**لپٹنے کے کم ترکو دیکھو** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں سے کوئی ایسے شخص کو  
دیکھے جو مال اور افراد میں تم سے بڑھ کر بتو اسے بھی دیکھنا چاہیے جو تم سے کمتر ہو۔  
**مفسی کا صلہ جنت ہے** | صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں جہانک  
کر دیکھا تو اس میں زیادہ تر مفسوں کو دیکھا اور جہنم میں جہانک کر دیکھا تو زیادہ تر اس  
میں عورتوں کو دیکھا۔

**دولت قبول نہ کرنا فقر ہے** | ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت  
جبریل ملیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ  
چاہیں تو میں پہاڑ سونے کا بنا دوں جو آپ کے ساتھ ساتھ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
چند لمحے خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ جبریل! یہ دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو  
یہ اس کی دولت ہے جس کے پاس کوئی دولت نہ ہو اور اسے وہی جمع کرتا ہے جو بیوقوف  
ہو۔ جبریل! بھلے اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو اسی حق و صداقت پر قائم رکھے۔

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال فقر** | حضرت ابو رافعؓ سے مروی ہے کہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خیبر کے ایک  
یہودی کے پاس بھیجا اور فرمایا اے کہو کہ رجب المرجب کے چاند تک ہمیں قرض یا ادھار  
میں آٹا دے دے۔ میں اس یہودی کے پاس گیا تو اس نے کہا کوئی چیز گروی رکھو تب آٹا



ملے گا۔ میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا بخدا! میں زمین و آسمان میں امین ہوں اگر وہ قرض یا ادھار میں آٹکے دیتا تو میں ضرور واپس کرتا۔ لہٰذا میری یہ زردہ لے جاؤ اور اس کے پاس گوی رکھ دو۔ جب میں زردہ لے کر نکلا تو آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَمْسِكْ عَلَيْكَ كُمًا ۖ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهَا اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ ۚ ذَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

اور اے سننے والے! اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ لگا جو ہم نے کافروں کے جوڑوں (زند و شومہ) کو برتنے کے لیے دی ہے، جیتی دنیا کی تازگی۔

**فقر حسن مومن ہے** | بالوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ فرمان نبویؐ ہے کہ فقر مومن کے لیے گھوڑے کے منہ پر حسین جس کا جسم تندرست، دل مطمئن ہے اور اس کے پاس ایک دن کی غذا موجود ہے تو گویا اسے دکائشات کی ساری ساری دولت مل گئی ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ فقر دنیا میں مومن کے لیے تحفہ ہے۔

**فقر اور محبت کا تعلق** | حضرت عبداللہ بن متعل بن زید نے فرمایا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا دیکھو تو سہی کہ تم کیا کہتے ہو۔ چنانچہ تین مرتبہ کہا کہ خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا اگر تم سچے ہو تو فقر کے لیے پاکھ تیار کر لو۔ کیونکہ مجھ سے محبت کرنے والے کی طرف فقر اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے کہ سیلاب اپنے منتہی تک پہنچے۔ (ترمذی)

**فقر کا خیر مقدم کرو** | حدیث شریف میں ہے کہ جب تو فقر کو اپنی طرف متوجہ پلے تو اسے خوش آمدید کہہ اور "اے نیکو کی علامت" کہہ کر اس کا خیر مقدم کرو۔ اور جب مال و دولت کو اپنی طرف آتا دیکھو تو کہو دنیا میں مجھے یہ کسی گناہ

کی جلدی سزا مل رہی ہے۔

ابو عبدالرحمن بن حبلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اہل فقر کی شان

کہا کہ ہم فقرائے مہاجرین میں سے نہیں ہیں؛ حضرت عبداللہؓ نے ان سے فرمایا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم ٹھہر سکو؟ کہا ہاں! فرمایا کیا تمہارے پاس گھر ہے جس میں تم رہ سکو؟ کہا ہاں! فرمایا تم تو امیروں میں سے ہو۔ اس نے کہا کہ میرا ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہ ہو۔ عبدالرحمنؓ کا بیان ہے کہ تین آدمی حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں ان کے پاس تھا۔ عرض گزار ہوئے اے ابو محمد! خدا کی قسم! ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، ہمارے پاس خرچ، سواری اور سامان میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم ہماری طرف ٹوٹنا چاہتے ہو تو جو اللہ تعالیٰ میسر فرمائے گا وہ ہم تمہیں دے دیں گے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا ذکر بادشاہ سے کر دیں گے اور اگر چاہو تو صبر کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فقرائے مہاجرین قیامت کے روز ان کے مالداروں پر چالیس سال پہلے جنت کی طرف سبقت لے جائیں گے۔ عرض گزار ہوئے کہ ہم صبر کرتے ہیں اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ حسن بھڑی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن درویش

اور مفلس کو لایا جائے گا اور جس طرح لوگ آپس میں ایک دوسرے سے معذرت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے معذرت خواہی فرمائے گا اور کہے گا کہ میں نے دنیا کو تو تجھ سے دور رکھا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تجھے ذلیل و خوار کروں بلکہ اس لیے ایسا کیا کہ بہت سی خلعتیں اور بزرگیاں میری طرف سے تجھ کو عطا ہوں، ان لوگوں کی صفوں میں جا اور جس نے تجھ کو میرے لیے ایک دن کھانا کھلایا ہو یا کپڑا پہننے کو دیا ہو اس کی دستگیری کر کیونکہ میں نے



اس کو دنیا میں تیرے کام میں مشغول کیا تھا۔ اس دن لوگ پسینے میں غرق ہوں گے۔ وہ ایسے شخص کا ہاتھ جا کر پکڑ لے گا جس نے دنیا میں اس کے ساتھ احسان کیا تھا اور اس کو باہر نکال لئے گا۔

**فقیروں سے دوستی کی ترغیب** | حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ تم درویشوں سے دوستی رکھو اور ان پر احسان کرو کیونکہ ان کے راستہ میں دولت رکھی ہے۔ اصحابؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کونسی دولت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قیامت میں درویشوں سے کہیں گے کہ جس کسی نے تم کو دروہی کا ایک ٹکڑا دیا ہے یا پانی کا ایک گھونٹ پلایا ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔

**فقیر میں آزمائش ہے** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کو طرح طرح کی آفتوں میں گرفتار کرتا ہے اور جب کسی کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہے تو افتنا کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! افتنا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا افتنا یہ ہے کہ نہ اس شخص کا مال باقی رہے نہ اہل و عیال۔

**اصحابِ صفہ کے فقراء** | جب عرب کے سرداروں اور مالداروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی مجلس میں ایک دن ہمارے لیے اور ایک دن ان فقراء کے لیے متعین کیجیے، پس وہ ہمارے دن میں نہ آئیں اور ہم ان کے دن میں نہیں آئیں گے۔ فقراء سے ان کی مراد حضرت بلالؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت خیابؓ بن الارت، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور اصحابِ صفہ کے فقراء رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مان لیا کیونکہ ان فقراء کے لباس سے ان دولت مندوں کو بدبو آتی تھی ان فقراء کے لباس

اُن کے تھے اہل ہینہ اُنکے صحبت میں ان کے پڑوں سے جو بُو آتی تھی وہ اقرب بن مائیں  
 اقصیٰ، عیین بن حصن الفزازی، عباس بن مراد السملی! مدد گئے! دنیا نے عرب کو بہت چپیں  
 بیجیں کر دیا کرتی تھی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر رفا مندی کے باعث  
 قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

وَاَصْبِرْ لِنَفْسِكَ مِمَّا اَتٰذِيْنَ  
 يُدْعَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ  
 وَالْعَشِيِّ يُرِيْنَا نَزْلَ وَجْهِهٖ وَلَا  
 تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ  
 زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا  
 تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قُلُوْبَهٗ عَنْ  
 ذِكْرِنَا قَاتِبَعْمَ مَوَآءُ وَاَكَانَ  
 اَمْرُهٗ فُرْطَا. وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ  
 رَبِّكَوَقَدْ كَمُنْ كَسَاءَ فَلْيُؤْمِنُوْا  
 مَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ

اور اپنی جان ان سے مالوس رکھو جو صبح و شام  
 اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں  
 اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اوپر نہ پڑیں  
 کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار چاہو گے، اس کا  
 کہنا نہ مالو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل  
 کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور  
 اس کا کام حد سے گز گیا اور فرما دو کہ حق تمہارا  
 رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے  
 اور جو چاہے کفر کرے۔

(پ ۱۵، کبف ۱۵)

ایک روز حضرت ابن ام مکتومؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ماضی کی اجازت طلب کی۔  
 اس وقت آپؐ کے پاس ایک قریشی سردار بیٹھا ہوا تھا آپؐ کو ابن ام مکتومؓ کی آمد نا پسندیدہ  
 معلوم ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں :-  
 عَبَسَ تَوَلٰٓى. اَفْىَ حَبَآءُ  
 الْاَعْنٰى. مَا يَدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ  
 يَكُوْنٰى. اَوْ يَدَّ كُوْرًا فَتَنْفَعَهٗ  
 الَّذِیْ لَمْ يَلْمِزْ اٰمَنًا مِّنَ السَّغْنٰى.

اس نے تیرے چڑھائی اور منہ موڑ لیا جب اس  
 کے پاس نا مینا آیا اور کس چیز نے تمہیں معلوم کرایا  
 کہ شاید وہ پاک ہو جائے یا نصیحت سنتا پس لے  
 نصیحت فائدہ دیتی جو شخص بے پردائی کرتا ہے



فَإِنَّتَ لَهُ تَصَدَّقِي . تم اس کی خاطر اسے روکتے ہو۔ دینا، جس آقا

حضرت سلیمان علیہ السلام | حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیغمبروں میں

سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور میرے اصحاب میں عبدالرحمن بن عوفؓ سب سے آخر میں بہشت میں داخل ہوں گے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو نگہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نگہ بہت دشواری سے جنت میں جلتے گا۔

فقراء سے بھلائی کرو | فرمان نبویؐ ہے کہ فقراء کو پیچا تو اور ان سے بھلائی کرو ان کے پاس دولت ہے، پوچھا گیا کہ حضورؐ! کوئی

دولت ہے؟ آپ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جس نے تمہیں کھلایا پلایا ہو یا کپڑا پہنایا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں لے جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ | فرمان نبویؐ ہے کہ جب میں (شبِ معراج) جنت میں گیا تو میں نے اپنے

آگے حرکت کی آواز سنی۔ میں نے دیکھا تو وہ بلالؓ تھے۔ میں نے جنت کی بلندیوں پر دیکھا وہاں مجھے اپنی امت کے فقراء اور ان کی اولادیں نظر آئیں۔ میں نے نیچے دیکھا تو مالدار نظر آئے اور عورتیں کم تھیں۔ میں نے سب پوچھا تو بتلایا گیا کہ عورتوں کو سونے اور ریشم نے جنت سے محروم کر دیا ہے اور مالداروں کو ان کے طویل حسابات نے اور یہ نہیں جانے دیا۔ میں نے اپنے صحابہؓ کو تلاش کیا تو مجھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نظر نہ آئے، کچھ دیر بعد وہ رونے ہوئے آئے۔ میں نے پوچھا تم مجھ سے کیوں پیچھے رہ گئے؟ تو عبدالرحمنؓ نے کہا میں بہت دکھ جھیل کر آپؐ کی خدمت میں پہنچا ہوں۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ شاید میں آپ کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔

جنت کی بشارت | حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سابقین اولین مسلمانوں

میں سے تھے۔ حضورؐ کے ہاں نثار اور ان دس حضرات میں سے تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اور ان ملکاروں میں سے تھے جن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر جس نے مال کو ایسے ایسے خرچ کیا، انہیں بھی مالدار نے اتنی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص سے گرمے جس کے پاس مال و منال دنیا کے کچھ نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا اگر اس کا تو تمام دنیا والوں میں تقسیم کیا جائے تو پورا ہو جائے گا۔

**جنت کے بادشاہ** | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کیا میں جنتی بادشاہوں کے متعلق تمہیں بتاؤں؟ عرض کی گئی فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا ہر وہ شخص جسکو در و ناتواں سمجھا گیا، غبار آلود پریشان بالوں والا، دوپٹی پرانی چادروں والا، جسے کوئی خاطر میں نہیں لاتا، اگر وہ اللہ کی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرتا ہے۔

**فقر سے دشمنی کی مذمت** | حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ فقراء سے دشمنی رکھیں، دنیاوی شوکت و حشمت کا اظہار کریں، اور رویہ جمع کرنے پر حرص ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر چار مصیبتیں نازل فرماتا ہے۔ قحط سالی، ظالم بادشاہ، غائب حاکم اور دشمنوں کی ہیبت۔

**حضرت عائشہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو

وصیت فرمائی کہ اگر تم مجھ سے ملاقات کی خواہشمند ہو تو فقر جیسی زندگی بسر کرنا، دولت مندوں کی محفوں سے علیحدہ رہنا اور اڑھنی کو یہیوند گائے بغیر نہ اتارنا۔ فرمان نبوی ہے اس



شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اسلام پر چلا اور اس نے معمولی گنہگار پر قناعت کر لی۔  
حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بوسیدہ کپڑوں کی وجہ سے  
کسی کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہے۔

**فقر اور رضا کا تعلق** | فرمان نبوی ہے کہ اے فقراء! تم دل کی گہرائیوں سے  
اللہ کی رضا پر راضی رہو، تمہیں فقر کا ثواب ملے گا  
وگرنہ نہیں، پہلا قانع اور دوسرا راضی بہ رضائے الہی ہے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا  
ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہیں ملے گا مگر بعض احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بھی  
فقر کا ثواب ملے گا۔

شاید عدم رضا سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس سے مال روک لینے کو بُرا  
سمجھتا ہے اور بہت سے طالب دنیا ایسے ہیں جو دل میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا منکر ہونا پسند  
نہیں کرتے لہذا ان کی طلب میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن اول الذکرات اعمال کو تباہ کر  
دیتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے دولت نہ دینے کو بُرا سمجھا جاتا ہے۔

**جنت کی چابی فقر ہے** | حضرت عمرؓ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک کلید ہوتی ہے اور جنت  
کی چابی فقر، اور مساکین کی محبت ہے، اپنے صبر کی وجہ سے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ  
کے قریب ہوں گے۔

**اللہ کا محبوب بندہ** | حضرت علیؓ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ سب سے زیادہ  
محبوب ہے جو فقیر ہو، اللہ کی رضا پر راضی ہو اور اس کے عطا کردہ رزق پر قناعت  
کرتا ہو۔

**حضورؐ کی دعا** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اے اللہ! محمدؐ کے گھرانے کی

خوراک اندازے کے مطابق ہو۔ اور فرمایا قیامت کے دن کوئی فقیر اور مالدار ایسا نہیں ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے کہ مجھے دنیا میں خوراک کے مطابق ہی رزق دیا جاتا۔

فرمانِ نبویؐ ہے کہ راضی بہ رضا فقیر سے زیادہ کوئی فضیلت والا نہیں ہے۔

## فقر کی فضیلت

فرمانِ نبویؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ مخلوق میں میرے دوست کہاں ہیں؟ فرشتے پوچھیں گے یا اللہ! دو کون ہیں؟ رب تعالیٰ فرمائے گا وہ مسلمان فقراء ہیں جو میری مطا پر قانع تھے اور میری رضا پر راضی تھے انھیں جنت میں داخل کر دو۔ چنانچہ لوگ ابھی اپنے حساب میں سرگرداں ہوں گے کہ وہ لوگ جنت میں کھا پی سبے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ شخص نہیں مسکین کون ہے؟ جو پکڑ رکھتا رہتا ہے اور اسے ایک یا دو لقمے یا ایک دو لمبویں مل جاتی ہیں۔ صحابہ عرض کرتے ہوئے یا رسول اللہ! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو کہ مالدار کہہ سکاں مگر لوگوں سے سوال کرنے سے اللہ کے حضور شرماتا ہے۔ اور نہ ہی لوگوں کو اس کا پتہ ہوتا ہے اسے بطور صدقہ دیں۔

اس بات پر کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو کہ مالدار کہہ سکاں مگر لوگوں سے سوال کرنے سے اللہ کے حضور شرماتا ہے۔ اور نہ ہی لوگوں کو اس کا پتہ ہوتا ہے اسے بطور صدقہ دیں۔

## مالداری کی مذمت

اس بات پر کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو کہ مالدار کہہ سکاں مگر لوگوں سے سوال کرنے سے اللہ کے حضور شرماتا ہے۔ اور نہ ہی لوگوں کو اس کا پتہ ہوتا ہے اسے بطور صدقہ دیں۔



## فقراء کو حضورؐ کی بشارت

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ چند

فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں ایک قاصد بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمتِ عالیہ میں فقراء کی طرف سے بطور قاصد حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تجھے بھی مرحبا ہو اور ان لوگوں کو بھی جن کے پاس سے تو آیا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! فقراء لوگ کہتے ہیں کہ غنی لوگ تمام قسم کی بھلائیاں حاصل کر گئے۔ وہ حج کرتے ہیں ہمیں استطاعت نہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں ہمیں ہمت نہیں، وہ بیمار پڑتے ہیں تو اپنے زاد مال و خیرہ آخرت کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف سے فقراء کو یہ جواب پہنچا دو کہ تم میں سے جو شخص بغرض ثواب صبر کرے گا تو اسے تین انعام ملیں گے کہ اغنیاء کو ان میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ملے گا۔ پہلا تو یہ کہ جنت میں سرخ یا قوت کے بال اتارنے ہیں جنہیں اہل جنت یوں دیکھتے ہیں جیسے اہل دنیا ستاروں کو۔ ان میں صرف فقیر نبی یا فقیر شہید یا فقیر مومن ہی داخل ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے نصف دن پہلے داخل ہوں گے اور یہ مقدار پانچ سو برس کی ہوگی، وہ جنت میں جہاں چاہیں گے مزے لوٹتے پھریں گے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام تمام انبیاء علیہم السلام سے چالیس برس بعد جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اسی سلطنت کا اثر ہوگا جو انہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ اور تیسرا انعام یہ ہے کہ فقیر جب سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے اور غنی بھی یہ کلمات ہی اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ اس فقیر کو نہیں پاسکتا اگرچہ اس کے ساتھ ہزار درہم بھی صدقہ کرے اور یہی فرق دوسرے اعمال میں بھی ظاہر ہوگا۔ قاصد نے واپس آکر یہ پیغام فقراء کو پہنچایا تو سبھی بیک زبان پکار اٹھے اے اللہ! ہم راضی ہیں

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ

فجے میرے محبوب صلی اللہ علیہ

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

حضرت ابو جبرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی

کہ یا اللہ! جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے ہزاروں گناے موافق رزق



عطا فرما جو اسے سوال سے محفوظ رکھے اور جو شخص مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اسے مال اور اولاد میں خوب کثرت اور فراوانی عطا فرما۔

**حضرت فاطمۃ الزہراء کا فقر** حضرت عمران بن حصیبؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے حسن ظن رکھتے

تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمران! تمہارا میرے نزدیک ایک خاص مقام ہے، کیا تم میری بیٹی فاطمہؓ کی عیادت کو چلو گے؟ میں نے کہا میرے باپ آپ پر قربان ضرور چلوں گا سچا بچہ ہم روانہ ہو گئے اور حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر پہنچے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور سلام کے بعد اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا تشریف لائیے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے۔ پوچھا گیا کہ حضورؐ ہوسرا کون ہے؟ آپ نے فرمایا عمران! حضرت فاطمہؓ بولیں رب ذوالجلال کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں صرف ایک چادر سے تمام جسم چھپائے ہوئے ہوں آپ نے دستِ اقدس کے اشارے سے فرمایا کہ تم ایسے ایسے پردہ کر لو۔ انھوں نے عرق کیا کہ پس طرح میرا جسم تو ڈھک جاتا ہے مگر سر نہیں چھپتا۔ آپ نے ان کی طرف ایک پرانی چادر جھینکی اور فرمایا تم اس سے سر ڈھانپ لو۔ اس کے بعد آپ گھر میں داخل ہوئے اور سلام کے بعد پوچھا بیٹی کیسی ہو؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا حضورؐ! مجھے دوسری تکلیف ہے۔ ایک بیماری کی تکلیف، دوسری جھوک کی تکلیف۔ میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کھا کر جھوک مٹا سکوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اسکی بار ہو گئے اور فرمایا بیٹی گھبراؤ تمہیں سوپ کی قسم! میرا رب کہے یہاں تم سے زیادہ مرتبہ ہے مگر میں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے اگر میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو مجھے ضرور کھلائے گا میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے پھر آپ نے حضرت فاطمہؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ فرمایا خوش ہو جاؤ۔ تم جتنی عورتوں کی سردار ہو۔ انھوں نے پوچھا کہ حضرتؐ سیئہ اور مریم کہاں ہوں گی؟ آپ نے

فرمایا اسی نے اپنے زمانے کی عورتوں کی اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو۔ تم جنت کے ایسے محلات میں رہو گی جس میں کوئی عیب کوئی دکھ اور کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اپنے چچا زاد کے ساتھ خوش رہو۔ میں نے تمہاری شادی دنیا اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہے۔

فقیرہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

**کائنات کے خزانوں کی پیشکش**  
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی پاس بیٹھے تھے کہ جبریلؑ کہنے لگے کہ یہ ایک فرشتہ آسمان سے اتر رہا ہے جو پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے آپ کی زیارت کے لیے اجازت لی ہے۔ ابھی بات ہو ہی رہی تھی کہ فرشتہ حاضر ہو گیا اور السلام علیک یا رسول اللہؐ کہا۔ آپؐ نے جواب میں وعلیک السلام کہا۔ فرشتہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ یا تو کائنات کے خزانے اور کنجیاں آپ کو دیدی جائیں جو نہ آپ سے پہلے کسی کو نصیب ہوئیں اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو ملیں گے اور اس سے آپ کے ذخیرہ آخرت میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی یا پھر اسے قیامت کے دن کے لیے ہی جمع کر دیا جائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کے لیے ہی جمع ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے شخص کے قریب گئے کہ جسے

**اللہ کا کرم فقر ہے**  
جو اریزٹ کا تکیہ بنائے، کبیل میں لیٹا ہوا زمین پر سو رہا تھا۔ اور اس کی داڑھی اور تمام چہرہ غبار آلود سو رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرش کی اسے رب تعالیٰ تیرا یہ بندہ دنیا میں برباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا تمہیں پتہ نہیں جب میں کسی بندے پر اپنے کرم کے دردانے مکمل طور پر کھول دیتا ہوں اس سے دنیا کی الفت ختم کر دیتا ہوں۔

**توڑک دنیا فقر ہے** | مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے سفر میں ایک ایسے



شخص کے پاس سے گزریے جو کیل پیٹے سو رہا تھا آپ نے اسے جگا کر فرمایا اے سونے والے اٹھ اور اللہ کو یاد کر! اس شخص نے کہا تم مجھ سے اور کیا چاہتے ہو کہ میں نے دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اے میرے دوست! سو جا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ میں فقر کو دوست رکھتا ہوں اور مال داری سے نفرت کرتا ہوں اور آپ کو ”اے مسکین“ کہہ کر بلایا جانا سب ناموں سے اچھا لگتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا الہی! مخلوق میں تیرے دوست

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان

کون سے ہیں تاکہ میں ان سے محبت کروں؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فقیر اور فقیر۔  
حضرت کعب جبارؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جب تو فقر کو آتا دیکھے تو خوش آمدید کہتا اے نیکوں کے لباس۔

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کا ساحلِ دریا سے گزر ہوا وہاں اخون نے دیکھا کہ ایک شخص مچھلیوں کا شکار کر رہا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دریا میں جال ڈالا مگر کوئی مچھلی نہ پھنسی، پھر انھی نبی کا گزر ایک دوسرے شخص کے پاس سے ہوا جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا اس نے شیطان کا نام لے کر اپنا جال پھینکا۔ جب جال کھینچا تو وہ مچھلیوں سے بھرا نکلا۔ اللہ کے نبی نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی اے عالم الغیب! اس میں کیا راز ہے؛ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے نبی کو ان دو شخصوں کا مقامِ آخرت دکھاؤ۔ جب اخون نے پہلے شخص کا اللہ تعالیٰ کے حضور عزت و وقار اور دوسرے شخص کی بے حرمتی دیکھی تو بے ساختہ کہہ لٹھے الہ العالمین! میں تیری تقسیم پر راضی ہوں۔

بعض کتب سابقہ میں مرقوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کی کہ میری دشمنی سے ڈرو

## سابقہ کتب کا جملہ

اگر میں نے تجھے دشمن بنالیا تو میری آنکھ سے گر جائے گا اور میں تجھے پر مال و دولت کی بادش کروں گا۔ (یعنی مال و دولت کی فراوانی اللہ تعالیٰ کے یہاں بے قدری کی موجب ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ مجھے شکستہ دل لوگ | شکستہ دلوں کے یہاں تلاش کرنا آپ نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا وہ سچے فقراء ہیں۔

حضرت امام قشیریؒ نے فرمایا کہ میں نے استاد سرکارِ دو عالمؐ کے ایک فرمان کی وضاحت ابو علی دقاق کو فرماتے سنا کہ کسی نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا دالْفَقْرُ اَنْ تَكُوْنَ كُفْرًا (محتاجی قریب ہے کہ کفر بن جائے) کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ کسی چیز کی آفت اور اس کی صدا س چیز کی فضیلت اور قدر کے مطابق ہوا کرتی ہے چنانچہ جو چیز فی نفسہ افضل و بہتر ہے اس کی صدا و آنت اس قدر ناقص درجہ کی ہوتی ہے مثلاً ایمان اشرف ترین خصلت ہے اس لیے اس کی ضد کفر ہے۔ لہذا جب فقر پر کفر کا خطرہ قرار پایا تو معلوم ہوا کہ فقر اشرف ترین خصلت ہے۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن تمھاری نیکیاں تمام لوگوں کی نیکیوں جتنی ہوں؛ عرض کیا ہاں چاہتا ہوں۔ حکم ہوا مرضی کی عیادت کیا کرو۔ فقراء کے کپڑوں سے جوئیں نکالا کرو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے ہر ماہ میں سات دن مقرر کیے جن میں فقراء کے ہاں چکر لگاتے ان کے کپڑوں سے جوئیں لاد و مرہیوں کی عیادت کرتے۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جب تم فقراء کو دیکھو تو ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی



اسی طرح کی باتیں کرو جس طرح مالک بندوں سے کرتے ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو جو علم بھی میں نے تمہیں دیا ہے اسے مٹی کے نیچے ڈال دو۔

حضرت امام حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت  
**اللہ کا محبوب بندہ** | موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ بندوں میں سے  
 میرا محبوب ترین بندہ جو کہ زمین والوں کا بھی محبوب ہے، قوت ہو رہا ہے وہاں جاؤ اور اس  
 کے کفن و دفن کا انتظام کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تلاش کی مگر آبادی میں نہ ملا۔ باہر  
 جنگل میں دھونڈا نہ پایا آخر کچھ لوگ مٹی لٹاتے ولے ملے ان سے پوچھا کہ یہاں پر کوئی مریض  
 دیکھا ہو یا کوئی میت تمہارے علم میں ہو تو بتاؤ۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے ایک مریض  
 ادھر جنگل میں دیکھا ہے شاید آپ کو اسی کی تلاش ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ ادھر جا  
 کر دیکھا کہ ایک مریض زمین پر پڑا ہوا ہے۔ سر کے نیچے کچی اینٹ ہے اس نے ذرا حرکت  
 کی تو سر اس اینٹ سے بھی نیچے آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے رونے لگے اور عرض  
 کی اے اللہ! آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرے محبوب ترین بندوں میں سے ہے اور حال یہ ہے  
 کہ اس کے پاس کوئی پُرسان حال بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ! میں جب اپنے  
 کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو پوری دنیا کو اس سے ہٹا دیتا ہوں۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ سب سے  
**حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قول** | پہلا دنیا رہو بنا تو شیطان نے اسے پکڑ کر

آنکھوں سے لگایا اور کہا کہ جو شخص تجھ سے محبت رکھے گا وہ میرا غلام ہوگا۔  
 حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ابلیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس  
**حکایت** | ایک بوڑھے کی شکل میں گیا۔ آپ اسے پوچھنے لگے کہ بھلا بتا تو سہی، تو  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ کہنے لگا میں انہیں دعوت  
 دوں گا وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دو خداؤں کو ماننے لگیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ امت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے کرے گا؛ کہنے لگا انھیں درہم و دینار کی طرف دعوت دوں گا۔ حتیٰ کہ یہ ان کو لا الہ الا اللہ سے بھی زیادہ مرعوب ہو جائیں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعوذ باللہ منک پڑھا تو وہ جا چکا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ تین آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ شخص جس نے کپڑے

دھونے کا ارادہ کیا مگر اس کے دوسرے پرانے کپڑے نہیں تھے جنہیں پہن کر وہ کپڑے دھو لے۔ جو شخص چو لھے پر دو بانڈیاں نہیں چڑھاتا اور جس کو پینے کی دعوت دے کر اس سے یہ نہ پوچھا کہ تم کیا پیو گے۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ ایک درہم والے سے دو درہم والے کا حساب زیادہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کی گریہ و زاری کا باعث

ایک ہزار دینار بھیجے۔ حضرت سعیدؓ اپنے گھر میں انتہائی غمزدہ حالت میں داخل ہوئے ان کی بیوی نے پوچھا کوئی خاص بات ہو گئی ہے؟ بولے بہت اہم بات ہو گئی ہے اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور صبح تک رو کر عبادت کرتے رہے۔ پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مالدار آدمی ان کی جماعت میں شامل ہوگا تو اسے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو مالدار کی عزت اور فقیہ کی توہین نہ کرے وہ ملعون ہے۔ وہ ملعون ہے

وہ ملعون ہے۔



**غنا اور فقر کا موازنہ** | حضرت ابو دردا فرماتے ہیں کہ ہمارے غنی بھائی ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرتے، وہ کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے

ہیں وہ پیتے ہیں ہم بھی پیتے ہیں وہ پینتے ہیں ہم بھی پینتے ہیں ان کے پاس کچھ زائد مال ہیں جنہیں وہ دیکھتے ہیں ہم بھی دیکھ لیتے ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا حساب ہوگا اور ہم اس سے بری ہوں گے۔

**کافر پر دنیا کی فراخی** | حضرت غیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب کریم! تو نے اپنے کافر بندے پر دنیا کی

فراخی کر رکھی ہے اور آفات و بلیات ہمار کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں ذرا اس کے عذاب کو بھی جھانک کر دیکھ لو۔ چنانچہ وہ دیکھ کر عرض کرتے ہیں یا اللہ اسے جو کچھ دنیا میں ملا ہے اس کا تو کچھ فائدہ نہیں پھر عرض کرتے ہیں یا اللہ! تیرا مومن بندہ تو اکثر آفات میں مبتلا رہتا ہے اور دنیا اس سے دور دور رہتی ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں ذرا اس کے ثواب کا تو نظارہ کر لو۔ چنانچہ وہ دیکھیں گے تو عرض کریں گے اے اللہ! دنیا میں اس نے جو تنگیاں اٹھائیں ان کا کوئی افسوس اور حرج نہیں ہے۔

## اقوال فقر

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ فقر کے ہوتے ہوئے مالدار کا اظہار کرنا فقر

سے بہتر ہے۔

کہا گیا ہے کہ صحیح فقر یہی ہے کہ فقیر اپنے فقر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے ساتھ

مستغنی نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ فقیر کی تین صفتیں ہیں (۱) رازِ خداوندی کو محفوظ رکھنا (۲) اللہ کے فرضوں کو

ادا کرتا (۳) اور اپنے فقر کی حفاظت کرنا۔

حضرت ابن خفیف فرماتے ہیں اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہ قرار دینا اور کسی صفت کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا فقیر ہے۔

حضرت مزینؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف جانے کے طریقے آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں مگر طریق فقر کے سوا کوئی اور طریقہ باقی نہ رہا اور یہی صحیح ترین طریقہ ہے حضرت یحییٰ بن معاذؒ کی موجودگی میں فقراور غنی کا ذکر چھڑا تو فرمایا کہ قیامت کے دن نہ فقر کا وزن ہوگا نہ غنی کا، صرف صبر و شکر کا وزن ہوگا اور کہا جائے گا کہ اس شخص نے شکر اور صبر کیا۔

حضرت مظفر القزینیؒ فرماتے تھے کہ فقیر وہ ہے جس کی اللہ کے پاس کوئی حاجت نہ ہو۔

حضرت مرتعشؒ فرماتے ہیں کہ فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ اس کی ہمت اس کی موجودہ حالت سے آگے نکل جائے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فقر مانگا تو مالدار نے ہمارا استقبال کیا۔ لوگوں نے مالدار کی مانگی تو فقر نے ان کا استقبال کیا۔

حضرت بشر بن حارثؒ فرماتے ہیں، سب سے افضل مقام یہ ہے کہ انسان قبر تک فقر پر صبر کرنے کا عزم یا مجزم کر لے۔

جعفر نے بیان کیا کہ رویم سے کسی نے سوال کیا کہ فقر کی کیا تعریف ہے؟ تو فرمایا کہ نفس کو احکام الہیہ میں چھوڑ دینا۔

کسی نے ابو حفص سے پوچھا کہ فقیر اپنے رب کے پاس کیا لے کر جائے؟ فرمایا فقیر کو اپنے رب کے پاس سوائے فقر کے اور کوئی چیز لے کر جانا چاہیئے؟

حضرت ابن الکرمیؒ کا قول ہے کہ سچا فقیر مالدار سے پرہیز کرتا ہے اس ڈر سے کہ کہیں مالدار داخل ہو کر اس کے فقر کو خراب نہ کر دے۔



حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا قول ہے کہ نزولِ رحمت کے وقت تین ہیں:  
 اول: سماع کے وقت صاحبِ حال اصحاب پر نزولِ رحمت ہوتا ہے۔  
 دوم: فقراء کے ذکر و تذکرے کا وقت بھی نزولِ رحمت کا وقت ہے۔  
 سوم: اہلِ عشق پر انوارِ تہلی کے وارد ہونے کے وقت بھی نزولِ رحمت ہوتا ہے۔  
 محمد مسوحیؒ فرماتے ہیں کہ فقر وہ ہے جسے اپنی ذات کے لیے کسی سبب کی ضرورت

نہ ہو۔

کسی نے سہل بن عبداللہ سے پوچھا کہ فقیر کب راحت پاتا ہے؟ فرمایا جب وہ اپنے  
 موجودہ حال کے سوا کسی اور چیز کو نہ دیکھے  
 یحییٰ بن معاذؒ سے کسی سے کہا کہ فقر کیا ہے؟ فرمایا فقر کا ڈر۔ پھر پوچھا کہ مالدار  
 کیا ہے؟ فرمایا اللہ کے پاس امن حاصل کرنا۔  
 حضرت ابن الجلاءؒ کا قول ہے کہ اگر تواضع شرف والی چیز نہ ہوتی تو فقیر کو یہ حکم دیا  
 جاتا کہ چلتے ہوئے اکڑ کر چلو۔

حضرت احمد حسن نوری نے فرمایا ہے کہ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ محتاجی کے وقت اسے  
 سکون ہو اور جب اس کے پاس کچھ ہو تو وہ دوسروں کو دے دے۔  
 حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ بندے پر اللہ کی ناراضگی کی علامت یہ ہے کہ  
 بندہ فقر سے ڈرتا ہو۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر انسان مال سے تعلق رکھتا ہے اگر اللہ تعالیٰ  
 سے رکھے تو وہ کبھی بھوکا نہ رہے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے جب اپنے فقر کے درد بے کی  
 آواز ہر طرف سُنی تو بار بار فرماتے کہ ہم جب سے فقر کی تلاش میں باہر نکلے ہیں، دولت مندی  
 خود ہمارے ماں آتی ہے۔

حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادی فرمایا کرتے تھے انسان کی حقیقت لفظ ”میں“

www.KitaboSunnat.com

میں پوشیدہ ہے جب تک انسان میں اس شے کا وجود رہتا ہے اس میں زندگی کی تلق باقی رہتی ہے لیکن جیسے ہی انسان اس چیز سے محروم ہوتا ہے تو اس کا نام موت ہے۔ اس لیے اگر کوئی بزرگی ہے تو وہ صرف روح کی بزرگی ہے جسم کی بزرگی کچھ نہیں، جسم نے ایک دن فنا ہو جانا ہوتا ہے۔

## احوال و آثار

**فقر سے رضا پیدا ہوتی ہے** | حضرت ابراہیم قصار کا قول ہے کہ جب بندہ درحقیقت فقر میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کے

لیے ایسا لباس بن جاتا ہے جس سے رضا پیدا ہوتی ہے۔  
حضرت معاذ فسفی فرماتے ہیں کہ لوگ خواہ کسی قسم کے اعمال بھی کرتے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک نہیں

کرتا۔ حتیٰ کہ جب وہ فقراء کی تذلیل و امانت کرتے ہیں تب اللہ انہیں ہلاک کرتا ہے۔

**فقر کی تعریف** | حضرت ابوبکر بن مسعود فرماتے ہیں کہ کسی نے یحییٰ بن معاذ سے فقر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا اس کی حقیقت تو

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ استغناء نہ کرے اور فقر کی تعریف یہ ہے کہ دنیا کے کسی قسم کے اسباب و ذرائع پر اعتماد نہ کیا جائے۔

**فقر کی حقیقت** | حضرت منصور بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ کسی نے شبلیؒ سے فقر کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اس کی حقیقت یہ ہے کہ فقیر

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ استغناء محسوس نہ کرے۔

**چار چیزیں** | کہتے ہیں کہ فقیر کے لیے فقر میں کم از کم چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے، (۱) علم جو اس کی تدبیر کرے (۲) پہنیز کاری جو اسے بُرے کاموں سے



روکے (۳) یقین جو اسے عمل کرنے پر اکسائے اور (۴) ذکر جس سے اسے انس محسوس ہو۔

**فقر کی توضیح** | حضرت منصور بن خلف المغربي فرماتے تھے کہ ابوہل خشاب کبیر نے مجھ سے کہا کہ فقر محتاجی اور ذلت کا نام ہے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ محتاجی اور عزت ہے، پھر کہا کہ فقر محتاجی اور تواضع ہے۔ میں نے پھر کہا نہیں بلکہ محتاجی اور بلندی ہے۔

**مشہوری فقر سے بچو** | کہا جاتا ہے کہ جس نے فقر کا ارادہ فقر کے شرف کی وجہ سے کیا وہ فقیر مراد اور اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ لوگوں میں فقیر مشہور ہونا چاہتا تھا اور جس نے فقر کو اس لیے اختیار کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ مشغول نہ ہو وہ غنی مرا۔

**فقر و غنا میں کون افضل؟** | حضرت استاد ابوعلی دقاقؒ سے لوگوں نے اس بات پر بحث کی کہ فقر و غنا میں کونسا افضل ہے مگر میرے نزدیک افضل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس قدر عطا کرے جس سے اس کی گزیر ہو سکے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس روزی پر قائم رکھے۔

**حضرت ابو حفصؒ کا قول** | ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا فقر اس وقت تک حقیقی فقر نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے نزدیک دیکھ لینے سے زیادہ محبوب نہ ہو اور سخاوت یہ نہیں ہے کہ مالدار مفلس کو دے بلکہ سخاوت یہ ہے کہ مفلس مالدار کو دے۔

**فقر باعث عزت ہے** | جناب مؤملؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سنیانؒ ثوریؒ کی مجلس میں فقیروں سے زیادہ باعزت اور مالداروں سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں دیکھا۔

**حضرت یحییٰ بن معاذ کا قول** | حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ فقراء سے  
 تمہاری محبت رسولوں کی صفات میں سے  
 ایک صفت ہے۔ ان کی مجالس میں آنا نیکوں کی اور ان کی دوستی سے دور بھاگنا منافقوں  
 کی علامت ہے۔

**ایک دانشمند کا قول** | ایک دانشمند کا قول ہے کہ انسان جتنا شگدستی سے  
 ڈرتا ہے اگر اتنا جہنم سے ڈرتا تو دونوں سے نجات  
 پالیتا اور جتنی اسے دولت سے محبت ہے اگر جنت سے اسے اتنی محبت ہوتی تو دونوں کو  
 پالیتا۔ جتنا ظاہر میں لوگوں سے ڈرتا ہے اگر اتنا باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تو دونوں  
 جہانوں میں سعید شمار ہوتا۔

**فقراء کی حوصلہ افزائی** | حضرت سفیان ثوریؒ کی محفل میں ایک فقیر آیا تو آپ  
 نے اسے فرمایا آگے آ جاؤ۔ اگر تم مالدار ہوتے تو میں  
 تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتا، ان کی فقراء سے بے پایاں محبت دیکھ کر ان کے  
 مالدار دوست یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے۔

**تین چیزیں** | حضرت حمدون قصار نے فرمایا ہے کہ جب شیطان اور اس کی فوج  
 اکٹھی ہوتی ہے تو انہیں کسی بات پر اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ  
 تین چیزوں پر ہوتی ہے (۱) اس مومن پر جو مومن کو قتل کرے (۲) اس شخص پر جو کفر کی حالت  
 میں مرے (۳) اور اس دل پر جسے فقر کا ڈر ہو۔

**اہل فقر اللہ کی اطاعت کرتے ہیں** | حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ  
 اے فقراء کی قوم! تمہیں لوگ اللہ کی  
 اطاعت کی وجہ سے جانتے ہیں اور اللہ ہی کی خاطر تمہاری عزت کی جاتی ہے لہذا جب  
 تم اللہ کے ساتھ خلوت میں ہو تو تمہیں سوچ لینا چاہیئے کہ تمہیں کیسا ہونا چاہیئے۔



**حضرت ابوسعید خدری کا فرمان** | کسی نے ابوسعید خدری سے پوچھا امیروں کی مدد فقرہ کو کیوں نہیں پہنچتی؟ فرمایا

تین وجہ سے دا امیروں کا مال حلال طیب نہیں ہوتا اس تعقیق ایندی امیروں کے شامل نہیں ہوتی (۳) فقرہ کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈالے رکھنا چاہتا ہے۔

**فقرہ کی خواہش** | کہا جاتا ہے کہ فقیر کے لیے صرف یہی فضیلت کافی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے وسعت چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے نرخ کم ہوں کیونکہ فقیر کو خریدنے کی ضرورت ہوتی ہے اور امیر کو بیچنے کی۔ یہ تو عام فقیروں کا حال ہے۔ خاص فقیروں کی اور ہی بات ہے۔

**اللہ کے فقیروں کی علامت** | حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ فقیر الی اللہ کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس ساری دنیا

ہو اور پھر وہ اسے ایک دن میں خرچ کر ڈالے۔ اس کے بعد اگر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر وہ ایک دن کی خوراک رکھ لیتا تو بہتر ہوتا، تو یہ فقر نہیں۔

**بہترین چیز** | حضرت ابو حصصؒ فرماتے ہیں کہ بہترین چیز جس سے انسان اپنے مویٰ تک پہنچ سکتا ہے یہ ہے کہ ہر حالت میں اور ہر وقت بندہ اپنی حاجات اللہ کے پاس لے جائے۔ ہر حالت میں سنت پر کار بند رہے اور حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرے۔

**استغنا باللہ** | حضرت محمد بن عبداللہ الفرغانی فرماتے ہیں کہ کسی نے جنید رحمہ سے سوال کیا کہ آیا افتقار الی اللہ (اللہ کی طرف حاجت لے جانا)

بہتر ہے یا استغناء باللہ؟ تو جنیدؒ نے فرمایا جب صحیح معنوں میں افتقار الی اللہ ہو تو استغناء باللہ بھی صحیح معنوں میں پایا جاتا ہے اور جب استغناء باللہ صحیح معنوں میں پایا گیا تو غنی باللہ کمال کو پہنچ جاتا ہے لہذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے کونسا افضل

ہے، افتقار یا استغنا۔ کیونکہ یہ دونوں ایسی حالتیں ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر  
یکمل نہیں ہوتیں۔

**نفس کا جوہر** | حضرت سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ پانچ باتیں نفس کے جوہر  
ہیں (۱) محتاج جو اظہار مال داری کرتا ہو (۲) بھوکا جو طاہر

کرتا ہو کہ وہ شکم سیر ہے (۳) غمزدہ جو خوشی کا اظہار کرتا ہو (۴) وہ شخص جس کی کسی سے  
عداوت ہے مگر اس سے محبت کا اظہار کرتا ہو (۵) وہ شخص جو دن کو روزہ رکھتا ہے  
اور نماز میں کھڑے کھڑے رات گزار دیتا ہے مگر کمزوری طاہر نہیں ہونے دیتا۔

**فقیر کب فقیر کہلائے؟** | حضرت ابراہیم بن المولید فرماتے تھے کہ میں نے ابن الجلاء  
سے پوچھا کہ فقیر کب فقیر کہلانے کا حقدار ہوتا ہے؟

فرمایا جب فقر میں سے کچھ بھی اس پر باقی نہ رہے (یعنی فقر کا وہم و گمان بھی اسے نہ آئے)  
میں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا جب وہ یہ خیال کرے کہ اسے مقام فقر حاصل ہے  
تو درحقیقت اسے یہ حاصل نہیں ہے اور جب وہ یہ خیال کرتا ہے کہ فقر اسے حاصل نہیں  
تو درحقیقت اسے یہ حاصل ہے۔

**حکایت** | حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ ایک فقیر نے ایک مجلس میں کھڑے  
ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں تین دن سے بھوکا ہوں اس وقت وہاں  
ایک شیخ موجود تھا، انھوں نے بلند آواز سے کہا تو جھوٹ کہتا ہے کیونکہ فقر تو اللہ کا راز  
ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا راز اس شخص کے پاس نہیں رکھتا جو اس راز کو جہاں چاہے  
لیے پھرے۔

**حضرت ابن الجلاء سے ایک سوال** | حضرت ابو محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے  
ابن الجلاء سے فقر کے متعلق سوال کیا  
تو پہلے تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ لوگ چلے گئے پھر آپ اپنی جگہ پر جا کر تھوڑی دیر



کے بعد واپس آئے اور فرمایا کہ میرے پاس چار ونگ (پڑ درہم) تھے اس لیے مجھے اللہ سے شرم آئی کہ میں فقر کی بات کروں۔ آپ نے جا کر کسی کو وہ درہم دے دیے اس کے بعد بیٹھ گئے اور فقر پر گفتگو فرمائی۔

**فقیر سے ادب کے ساتھ ملو** | حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ جب تو کسی فقیر سے ملے تو اس سے عاجزی کے ساتھ

مل۔ کیونکہ وہ اس سے انس محسوس کرے گا۔ اسے علم کے ساتھ نہ مل (یعنی اپنی علمیت جتانے ہوئے اس سے سوالات نہ کر) کیونکہ اس سے اسے وحشت ہوگی۔ میں نے عرض کیا اے ابوالقاسم! کیا کسی فقیر کو علم سے وحشت ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں! جب فقیر صحیح معنوں میں فقیر ہو اور تو اپنا علم اس پر پھینکنا چاہے تو وہ اس طرح پگھل جاتا ہے جس طرح سکہ آگ میں پگھل جاتا ہے۔

**فقر کے ستر ہزار مقامات** | حضرت سلطان یاموؒ نے فرمایا ہے کہ فقر کے ستر ہزار مقامات ہیں۔ فقیر جب تک ان مقامات

کو طے نہیں کرتا فقر کا تماشا خانہ خود دیکھتا ہے اور نہ دوسروں کو دکھا سکتا ہے، اسے فقیر کہنا غلط ہے درحقیقت وہ فقیر نہیں بلکہ وہ صرف اپنے نفس کے لیے فقیر بنا، نہ کہ خدا کے لیے۔ کیونکہ جہاں عزائے ہوں وہاں بلائے مارے اور جہاں گل۔ہیں وہاں تارے اور جب فقیر ان تمام مقامات سے گزر کر عرش تک پہنچتا ہے تو تمام اوزاد کو جانتا ہے اور ہر ایک کے مرتبہ کو پہچانتا ہے۔ مذہب سلوک میں فقیر اسی کو کہتے ہیں اور جب وہ عرش و کرمی سے بھی گزر جاتا ہے تو اس کا منہ کسی کے فہم و گمان پر بھی نہیں آ سکتا۔ بلکہ وہ ہر ہوتا ہے درمیان عابد و معبود کے جس کا کشف کسی بستر سے ممکن نہیں۔ مگر خدا نے تعالیٰ کہ عالم علی الاطلاق ہے جس پر چاہے بہ راز ظاہر کر سکتا ہے۔

**لفظ فقر کی توضیح** | فقیر یا ہو کہتا ہے کہ فقہ اور فقر، اور علم اور حلم یہ سب تین حرف ہیں اور عظیم خدائے تعالیٰ کا نام ہے۔ فقیر کو چاہیے کہ ان سب کو آمیز کر کے گولی بنائے اور آبِ شریعت میں گھول کر طہارت و حقیقت، معرفت اور عشق محبت کے پیالہ میں ڈال کر نوش کرے اس کے بعد فقر میں قدم رکھے اور دونوں جہان کو فراموش کرے اور اللہ بس اور ماسوی اللہ ہوں پر دھیان رکھے ورنہ بغیر اس کے راہ حق نہیں پاسکتا۔ ہزاروں اس میدان میں بھٹک کر بھول گئے۔ پریشانی اور حسرت اٹھا کر اپنی جان کھو گئے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوں۔

**فقر کی دو راہیں** | حضرت سلطان باہوتے فرمایا ہے کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ معارفِ خزانہ فی اللہ کا مرتبہ دیتا ہے اسے علم باطنی میں عالم اور فاضل بتاتا ہے اور اس پر کشف و کرامات کی راہ بند کر دیتا ہے کیونکہ فقر کی دو راہیں ہیں، ایک فقرِ بکرم، دوم فقرِ بکرامات۔ اور فقرِ بکرم میں دو راہیں ہیں۔ ایک کرم بکمالیت، دوم بکبر۔ چنانچہ شیطان کرم بکمالیت کی طرف نہیں آتا اور کبر و کرامات کی طرف آتا ہے جس طرح خود اس سے ابا واقع ہوا۔ اور اس نے انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کہا اور فقر دعا یا بد دعا کا نام نہیں ہے کہ کسی کو دعا دے دی یا کسی کو بد دعا کر دی اور وہ پوری بھی ہو گئی بلکہ فقر اہل دعا و پیغام میں تاخیر واقع ہوتی ہے البتہ فقر اہل کو وہم و غمب ہوتا ہے ان کا وہم رحمتِ خدا اور ان کا غمب قہر۔ فتوح باللہ منہ

**حضرت بایزید بسطامی کا قول** | حضرت بایزید بسطامیؒ کے کسی نے پوچھا کہ فقیری اور درویشی کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ فقیری اور درویشی یہ ہے کہ اگر تمام عالم کا زرو مال فقیر کے ہاتھ میں دے دیا جائے تو ایک پیسہ بھی وہ اپنے پاس نہ رکھے اور سب خدائے تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دے۔



**حکایت** حضرت ثورئی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اہل آخرت صاحبِ بلا کے درجوں کا معائنہ کریں گے تو یہی چاہیں گے کہ اپنا گوشت اور چمڑہ لوہے کی قینچی سے ادھیڑ دیں۔ درویش کی ظاہری آلودہ حالت کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اس کی باطنی صفائی کا خیال کرنا چاہیے۔ اس امت میں ایسے لکڑہارے بھی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہیں کہ ان کی لکڑیوں کا گٹھا سونے کا ہو جائے تو فوراً ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھا لکڑہارہ اس پر لکڑیوں کا گٹھا رکھے جا رہا تھا۔ ایک بزرگ سے دیکھ کر بولے لے لے بوڑھے! کیا تجھے رزاق مطلق پر بھروسہ نہیں جو ایسی سخت مشقت کتنا ہے۔ بوڑھے نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر لکڑیوں کی طرف، وہ فوراً سونابن گئیں، اس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کہ جسے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے لکڑیاں اٹھالے کی کیا ضرورت ہے؟ بوڑھے نے کہا یہ کام میں نفس کو تعلیم دینے کی خاطر کرتا ہوں کیونکہ میں غلام ہوں اور غلام کو عبودیت کی حد سے گزرنا نہیں چاہیے۔

درویشی دنیا سے قطع تعلقی کا نام نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر ملک دیا تھا کہ زمین اور ہوا پر ان کی حکومت تھی لیکن اپنے آپ کو گودری میں چھپاتے تھے اور بارگاہِ الہی میں عرض کرتے کہ اے پروردگار! مجھے بجا ت مسکینی زندہ رکھ اور مارہ حضور نبی کریم سرکارِ دو جہاں بھی اللہ تعالیٰ سے مسکینی کے ملتی رہے۔ حالانکہ ادنیٰ انشاے پر پہاڑ سونا اگلنے پر تیار تھے لیکن حضور سرکارِ کائنات نے تمام دینی و دنیوی جاہ و حشمت پر اختیار کے باوجود کالی کلی اور نانِ جوئی پر اکتفا فرمایا اور اسی سادگی اور درویشی میں اپنی اور اپنی امت کی بہتری سمجھی۔

**حکایت** ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں دس ہزار درہم لایا اور بڑی عاجزی سے انھیں قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کیا تم دس ہزار درہم کے بے فائدہ کے دفتر سے میرا نام کاٹنا چاہتے ہو، بخدا میں لیا

کبھی نہیں ہونے دوں گا۔

**حکایت** ابو علی رودباری فرماتے تھے کہ چار آدمی اپنے اپنے زمانہ میں ہوئے ہیں ان میں ایک نہ تو اپنے بھائی بندوں سے کوئی چیز لیتا اور نہ بادشاہ سے، اور وہ یوسف بن اسباط ہیں، انھیں اپنے والد کی وراثت سے سترہ ہزار درہم ملے تھے مگر انھوں نے اس میں سے کچھ بھی نہیں لیا، اپنے ہاتھ سے کھجور کے تپوں کی چٹائی بنا کر روزی کماتے تھے۔ دوسرا شخص اپنے بھائیوں اور سلطان دونوں سے لے لیا کرتا تھا اور وہ ابو اسحاق فزاری ہیں۔ جو کچھ وہ اپنے بھائیوں سے لیتے اسے وہ ان لوگوں پر خرچ کیا کرتے جن کا لوگوں کو علم نہ ہوتا اور وہ عبادت میں لگے رہنے کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتے تھے اور جو کچھ بادشاہ سے لیتے اسے اہل طرسوس کی طرف بھیج دیتے اور تیسرا شخص اپنے بھائیوں سے تو لیتا مگر بادشاہ سے نہ لیتا تھا اور وہ عبداللہ بن مبارک تھے۔ اپنے بھائیوں سے کچھ لے کر اس کے بدلے میں انھیں بھی کچھ دیتے اور چوتھا شخص بادشاہ سے لے لیتا اور بھائیوں سے نہ لیتا تھا اور وہ محمد بن حسین تھے۔ وہ فرمایا کرتے بادشاہ احسان تو نہیں جتلاتا اور بھائی احسان جتلاتے ہیں۔

**ایک حدیث کی وضاحت** استاد ابو علی ذوق کو حدیث ”مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيِّ لَاجِلِ غِنَاكَ ذَهَبَ ثُلُثَا دِينِهِ“ جس شخص نے کسی مالدار کے سامنے اس کے مال کی وجہ سے تواضع کی اس کا دوتہائی دین جاتا رہا کے متعلق فرماتے رہا کہ یہ اس لیے ہے کہ انسان نام ہے دل زبان اور اپنے نفس کا لہذا جب وہ اپنی زبان اور نفس سے اس کے سامنے تواضع کرتا ہے تو اس کا دوتہائی دین جاتا رہتا ہے اور اگر دل سے اس کی فصیلت کو مانتا ہے جس طرح زبان اور نفس سے، تو پھر اس کا سارا دین چلا جاتا ہے۔

**حکایت** کسی بچے نے حضرت ذوالنون مصری سے عرض کیا کہ مجھے بطور ویرشا ایک لاکھ



دینار حاصل ہوئے ہیں اور میری تمنا ہے کہ یہ سب آپ ہی کی ذاتِ گرامی پر صرف کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ مدد بلوغ تک پہنچنے سے قبل تمہارے لیے اس کا خرچ کرنا ناجائز ہے اور جب وہ بچہ شباب پر پہنچا تو پوری جائداد فقرا میں تقسیم کر کے آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گیا پھر یہی نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ آج کل کچھ ضرورت مند ہیں آپ نے اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کہا کہ کاش میرے پاس آج دولت ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ آپ نے اس کی نیت کو بھانپ کر یقین کر لیا کہ یہ ابھی مفہوم فقر سے آشنا نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے فرمایا کہ فلاں دواخانہ سے یہ دوا لا کر گھس لو اور روغن میں ملا کر تین قرص تیار کر کے ان میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ چنانچہ آپ نے ان تینوں گولیوں پر کچھ دم کیا تو وہ یا قوت ہو گئیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ کسی جوہری کے پاس لے جا کر قیمت معلوم کرو۔ چنانچہ جوہری نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی پھر اس نوجوان نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول دو اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرو کہ فقر کو مال و زر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ سن کر وہ ہمیشہ کے لیے تارک الدنیا ہو گیا۔

ایک مرتبہ بصرہ میں کسی جگہ آگ لگ گئی اور آپ جب مالک بن دینار کا قول اپنا عصا اور جوتے لے کر چھت پر چڑھے تو لوگوں کو ایسی مصیبت میں دیکھا کہ کچھ تو آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ کود کودنے کی کوشش میں ہیں اور کچھ اپنا سامان نکلنے کے چکر میں ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہلکے پھلکے لوگ تو نجات پا گئے اور بھاری بھکم لوگ ہلاک ہوئے اور قیامت کے دن بھی یہی منظر ہوگا۔

فقر اختیار کرنے سے پہلے ایک دن خواجہ فرید الدین عطار اپنی عطاری حکایت کی دکان میں جو بڑی آراستہ و پیراستہ تھی، بڑی شان سے رونق افروز تھی۔ کسی طرف سے ایک درویش ادھر آ نکلا۔ اس نے خواجہ صاحب سے سوال کیا، بابا

راہِ خدا میں فقیر کو کچھ دیدے۔ خواجہ صاحب اپنے کام میں مصروف تھے۔ انہوں نے درویش کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ جب اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا تو خواجہ صاحب چمک کر بولے کہ میاں! اپنا راستہ لو، دیوانوں کی طرح کیوں گھور رہے ہو؟ درویش بولا، بابا! میں تو اپنا راستہ لوں گا لیکن تم اپنا راستہ کس طرح لو گے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے راستے لینے میں کیا فرق ہو سکتا ہے؟ درویش نے کہا، اچھا تو کیا تو میری طرح کر سکتا ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں بیشک! درویش بولا اچھا تو پھر دیکھ میں کیسے مرتا ہوں۔

یہ کہہ کر درویش اپنا کبل سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا اور پھر ایک بار زور سے ”اللہ“ کہہ کر واسلِ حق ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خواجہ صاحب کی حالت متغیر ہو گئی۔ ساری دکان کھڑے کھڑے لٹا دی اور راہِ فقر اختیار کر لی۔

**حکایت** حضرت حاتمِ اصمؒ ایک دفعہ مابینہ منورہ میں تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ بعض لوگوں نے بڑے بڑے مالیشان مکان بلکہ محل بنا رکھے تھے آپ نے لوگوں سے پوچھا یہ کس کا شہر ہے؟ انہوں نے کہا یہ رسول اللہؐ کا شہر ہے۔ حاتم نے کہا کہ میں اس محل میں دو رکعت نماز ادا کرنا چاہتا ہوں جس میں رسول اللہؐ رہتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کا محل کہاں تھا، حضور تو ایک کچے مکان میں رہتے تھے جس کی دیواریں کھجور کی شاخوں پر مٹی تھوپ کر بنائی گئی تھیں۔

حاتم نے پوچھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے محل کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے محل نہیں بنایا۔ حاتم نے بے فکر فرمایا، تو پھر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ضرور دھور فرعون کی طرح یہ مالِ بے ایمان محل کیوں کاڑھے کر رکھے ہیں؟ لوگ شرمندہ ہو گئے اور ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔



## حکایت

حضرت بنان مصریؒ نے فرمایا ہے کہ میں مکہ میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک نوجوان میرے سامنے تھا کہ ایک شخص نے درہموں کی ایک تھیلی لاکر اس کے سامنے رکھ دی۔ نوجوان نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس شخص نے کہا اسے سکینوں میں بانٹ دو۔ جب رات ہوئی تو میں نے اسے وادی میں اپنے لیے کچھ ڈھونڈتے دیکھا۔ میں نے کہا جو کچھ تھا اسے پاس تھا اگر تو اس میں سے اپنے لیے کچھ رکھ لیتا تو اچھا تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا۔

## حکایت

ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قیامت بپا ہے، کسی نے کہا کہ مالک بن دینارؒ اور محمد بن واسعؒ کو جنت میں داخل کرو، اب میں دیکھتے لگا کہ ان میں کونسا شخص پہلے داخل ہوتا ہے۔ دیکھا کہ محمد بن واسعؒ پہلے داخل ہوئے میں نے اس کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ اس کے پاس صرف ایک قمیض تھی اور مالک بن دینارؒ کے پاس دو قمیصیں تھیں۔

## حکایت

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مسجد حرام میں ایک جوان کو دیکھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے یاد الہی میں مستغرق ہے۔ میرے پاس سو درہموں کی ایک تھیلی تھی۔ میں اس کے پاس لے گیا لیکن اس نے ذرہ برابر توجہ نہ کی۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو وہ بول لے شیخ! میں ان کو دینا دے کر نہیں خریدتا، چہ جائیکہ انھیں آخرت کے بدلے خریدوں۔ جس شخص کی نظر ہمیشہ رہنے والے خزانے پر ہے وہ کیونکر دنیا کی فنا ہونے والی دولت پر نظر ڈالے گا اور جس کو حقیقی بادشاہ کا قرب حاصل ہے وہ ان عارضی حاکموں کی طرف کیونکر توجہ کرے گا۔ وہ امیر جو فقیروں کے دروازے پر آئیں نیک بخت ہیں اور جو فقیر، امیروں کے دروازے پر جائیں یہ ان کی بد بختی ہے۔

## حکایت

حضرت فضیلؒ حالت نزع میں تھے اور حضرت سریؒ انھیں نکھاکتے تھے فرمایا بظاہر تو ہمیں راحت پہنچا رہے لیکن ہمارے سینے میں شوق الہی کی

آگ روشن ہے، تجھے معلوم نہیں کہ تیری راحت کی کوشش سے یہ آگ کہیں زیادہ راحت بخش ہے۔

عالم فقر کے دولت مند کہتے ہیں کہ اصل دولت درویشی ہے۔ مال و زر کے دولت مند کو یہ چار چیزیں ملتی ہیں: بدنی تکلیف، دنیا سے دل کی مشغولی، دین کا نقصان اور قیامت کا حساب۔ جبکہ درویشوں کو یہ چار چیزیں عطا ہوتی ہیں: بدنی راحت، دنیا سے دل کی بیزاری دین کی سلامتی اور قیامت کی خلاصی۔

**حضرت ابوالقاسم کا قول** | حضرت ابوالقاسم کا قول ہے کہ اس عبارت میں ان لوگوں کے لیے جو ظاہر ان الفاظ کو سنیں اور صوفیاء کے معانی سے خبر نہ رکھتے ہوں، تھوڑا سا اشکال ہو سکتا ہے البتہ اس عبارت میں قائل کا اشارہ اس بات کی طرف موجود ہے کہ فقیر اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ ہر قسم کا مطالبہ اور سوال سا قف ہو جاتا ہے اور فقیر کے اپنے اختیار کی کلیتہً نفی ہو کر وہ ان امور پر راضی ہوتا ہے جن کو حق سبحانہ، اس پر جاری کرتا ہے۔

**فقیر کو پانچ قسم کی شرافت حاصل ہوتی ہے** | اول یہ کہ نعمت یا صدقہ وغیرہ اعمال میں اس کا اجر و ثواب ختم سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ اسے جب کسی شے کی ضرورت، اور خواہش ہوتی ہے اور وہ اسے نہ پاسکے تو اس کے لیے اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ وہ جنت میں پہلے جائیں گے۔ چوتھی یہ کہ ان کا حساب آخرت میں قلیل ہوگا۔ پانچویں یہ کہ ان کو ندامت بھی نہ ہوگی کیونکہ آخرت میں تو غنی لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ فقیر ہوتے مگر فقیر کو یہ حسرت کبھی نہ ہوگی کہ کاش وہ غنی ہوتا۔

**حکایت** | عبداللہ خان والی توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے جس میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، ایک بزرگ



بارگاہ کے دروازے پر ہاتھ میں عصا لیے کھڑے ہیں اور خلافت کے معروفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے خواب لایے ہیں۔ چنانچہ حضور نے اس بزرگ کے ہاتھ ایک تلوار عبداللہ خان کو بھیجی ہے اور انہوں نے آکر اس کی کمر میں لٹکادی۔ اس خواب کے بعد عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی۔ خان موصوف نے اس بزرگ کا حلیہ بتا کر تلاش شروع کر دی آخر کار اس کے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ حضرت ولانا اکننگی ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور بڑے شوق سے گراں بہا تحفے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت کا حلیہ وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا، نہایت تواضع اور نیاز مندی سے نذرانہ قبول کرنے کی التماس کی مگر حضرت مولانا نے قبول نہ فرمایا اور فرمایا کہ فقر کی علالت نامرادی اور قناعت میں ہے۔

**حکایت** جس زمانے میں شاہ جہاں ایام شہزادگی میں ملکہ نور جہاں کی مخالفت کی وجہ سے پریشان تھا۔ حضرت شہباز جھگل پوری کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طلبا کو درس دے رہے تھے، شہزادے کی جانب متوجہ نہ ہوئے کچھ دیر کے بعد حضرت کے چہرے پر ناخوشگوارگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ شاہ جہاں نے ہمت کر کے عرض کیا حضرت! میں ایک حاجت لے کر حاضر ہوا ہوں اور آپ بیزار معلوم ہوتے ہیں، کیا میں سبب پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں؟ حضرت نے فرمایا کہ تم سلطنت کی اندر رکھتے ہو لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قبا کا دامن حدیث شریعت سے بڑھا ہوا ہے اگر تم شریعت محمدی کے پابند نہ رہے تو دنیا کی گمراہی کا سبب بن جاؤ گے۔ شاہ جہاں نے عرض کیا جو حکم ہو بجالاؤں۔ حضرت نے فرمایا جس قدر تمہارا دامن حدیث شرعی سے زیادہ ہے اس کو بھاڑ کر طلبا کے حوالے کر دو تاکہ وہ ٹوپیاں بنالیں۔ شاہ جہاں نے اسی وقت فوراً دامن پاک کر دیا اور عرض کیا کہ میں سلطنت کی تمنا رکھتا ہوں۔ جنگ کے اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر سلطنت میری قسمت میں ہے تو اس کے لیے جدوجہد کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ آثار تو ایسے ہی معلوم

ہوتے ہیں۔ شاہ جہاں حضرت کا اشارہ پا کر سلطنت کے حصول میں کوشاں ہو گیا اور ایک دن وہ آریا کہ نور جہاں کی انتہائی مخالفت کے باوجود حضرت کی پیش گوئی کے مطابق وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد شاہ جہاں نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت اپنی خدمت میں باریابی کی اجازت دیں مگر حضرت نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ پہلے تم شہزاد تھے تو تم سے ملاقات جائز تھی۔ اب تم بادشاہ ہو اس لیے تم سے ملاقات جائز نہیں۔ بس یہی کافی ہے کہ میں تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں۔

**حکایت** ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالی نے میراں شاہ سے فرمایا کہ دیکھو میراں یہ فقر نہیں کہ روحانیت کو حاصل کرتے ہوئے بندہ دنیا میں بھی کھو جائے بلکہ یاد الہی میں گم ہو جانے کا نام فقر ہے۔ تم حجت تک ایسے نہیں بن جاؤ گے، درویش نہیں کہلا سکتے حضرت میراں شاہ نے اپنے مرشد شاہ ابوالمعالی کی ہدایت پر حد درجہ عمل کیا اور ارفع مقام حاصل کیے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی مہربانی شامل حال ہو تو پھر کسی غیر کی حاجت نہیں رہتی۔ جب دوست کی مہر و محبت دل زار کو حاصل ہو جائے تو پھر طالب کو کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔

**حکایت** ایک دن حضرت ابوعلی دقاق دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھے تو حضرت شیخ ابوالحسن نوری کہتے ہوئے بوسیدہ پوستان پہنے ہوئے آپ کے سامنے آ گئے آپ نے مسکرا کر سوال کیا کہ اے ابوالحسن! تم نے یہ پوستان کس قیمت میں خریدی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے پوری دنیا کے معاوضے میں اس کو خریدا ہے اور مجھے یہ اس قدر عزیز ہے کہ اگر اس کے بدلے میں پوری جنتیں بھی عطا کر دی جائیں تو اس صورت میں بھی یہ پوستان ہی پہنوں گا۔ ابوالحسن نوری کا یہ جواب سن کر شیخ ابوعلی دقاق نے روتے ہوئے کہا کہ آج سے میں کسی درویش کا تمسخر نہیں اڑاؤں گا۔



## حضرت شیخ ابوسعید کا قول

حضرت شیخ ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک درویش

دنیا کے اسلام کا سفر کرتا رہا، کہیں آدم سے نہ بیٹھا، تہی دامن رہا لہذا دل اچاٹ ہو گیا۔ ایک خاردار وادی میں جا کر بیٹھا۔ گدڑی اوپر لی تو دل کو آسودگی میسر آئی، آسمان کی طرف متہ کر کے کہنے لگا: اے اللہ! تو اس گدڑی میں میرے ساتھ ہے، میں تجھے وادیوں میں تلاش کرتا رہا مگر تو میرے پاس ہے۔

## حضرت کلیم اللہ کا ارشاد

حضرت کلیم اللہ شاہجہاں آبادی اپنے خلفاء کو ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دولت مندوں سے کبھی ربط و ضبط نہ

بڑھانا۔ فقراء اور دولت مندوں کا راستہ جدا ہے۔ یہ لوگ دولت کے سحر میں ایسے جکڑے ہوتے ہیں کہ خونی رشتوں کا احترام تک بھلا دیتے ہیں۔ اس لیے ان سے کبھی بھلائی کی امید نہ رکھنا اس لیے ان کے ساتھ میل جول بڑھانے میں احتیاط اور عاقبت اندیشی کا مظاہرہ کرنا اتنا میل جول نہ بڑھالینا کہ وہ تمہارے معاملات میں دخل انداز ہوں۔ البتہ اگر کوئی خود آجاتا ہے اور مدد کا خواہشمند ہوتا ہے تو اس کی رہنمائی ضرور کرنا مگر دیکھو۔ ان کے پاس خود بھی نہ جانا۔

## چار چیزوں کی حقیقت

حاکم زاہد کا قول ہے کہ جو شخص چار چیزوں کا چار

چیزوں کے بغیر دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جو اپنے مولا کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے حرام سے نہیں بچتا۔ دوسرا وہ شخص جو جنت کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال خرچ نہیں کرتا۔ تیسرا وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر سنت کی اتباع نہیں کرتا۔ چوتھا وہ شخص جو اعلیٰ درجات کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر فقراء اور مساکین سے ہم نشینی نہیں رکھتا۔

## حضرت علیؓ، مجبوری کا فرمان

آپ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقراء کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے اور

بہت بڑے درجہ سے نوازا ہے کیونکہ یہ لوگ اسباب ظاہری و باطنی سے دست بردار ہو کر

بجان و دل حقیقی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں، فقران کے لیے باعث فقر ہوتا ہے۔ فقر جانے پر نہ وہ آہ و زاری کرتے ہیں اور نہ اس کی موجودگی پر خوش ہوتے ہیں۔ وہ فقر کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں اور اس کے مقابلے میں ہر چیز کو حقیر سمجھتے ہیں مگر یاد ہے فقر کا ایک ظاہری طریق ہے اور اس طریق کا اساس مفلسی اور بیچارگی ہے۔ دوسرا یہ لو حقیقت کا ہے جو اقبال و اختیار پر مبنی ہے۔ جس نے ظاہری طریق پر اکتفا کیا اسے کوئی نفع نہ ملا اور بالآخر اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور جس نے حقیقت حاصل کر لی وہ موجودات سے روگرداں ہوا۔ اور تمام ماسوی اللہ کی نفی کرتا ہوا دیدار کلی سے سرفراز ہوا۔ صَوْنُ لَعْدُ یَعْرِیْتُ یَسْوَی رَسْمِہٖ لَعْرَ یَسْمَعُ یَسْوَی اِسْمِہٖ۔ (جس نے فقر کو رسم تک محدود سمجھا اس نے فقر کے نام کے سوا کچھ نہ سنا) فقیر دراصل وہی ہے جس کی ملکیت میں کوئی شے نہ ہو۔ اور کسی شے کے حاصل ہونے سے اسے کوئی فرق نہ پڑے، نہ متاع دنیا کی موجودگی پر وہ اپنے آپ کو غنی محسوس کرے اور نہ ہی متاع دنیا کے فقدان پر اپنے آپ کو محتاج سمجھے اس کی نگاہ فقر میں متاع دنیا کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو، تہی دستی کے عالم میں اسے زیادہ مسرت ہوتی ہے کیونکہ بقول مشائخ تنگ دستی سے دل کو زیادہ فراغت نصیب ہوتی ہے۔ مال و متاع فقر کے لیے شوم ہوتا ہے اس لیے فقیر کسی چیز کو اپنی ملکیت میں نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی چیز کی محبت میں خود کو گرفتار ہونے دیتا ہے۔ دوستان حق کی زندگی باری تعالیٰ کی عنایات ظاہری و باطنی پر منحصر ہوتی ہے اس غدار اور فاجر دنیا کے سروسامان پر ہیں دنیا کا مال و متاع راہ تسلیم و رضا میں رکاوٹ سے زیادہ حشیت نہیں رکھتا۔





## باب

## اطاعت

زندگی کے ہر عمل اور معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کرتے کو اطاعتِ الہی کہا جاتا ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ پوری زندگی احکامِ الہی کے مطابق بسر کی جائے اور ہر انسان خود کو حکمِ الہی کی اتباع کے سانچے میں ڈھال لے اور اپنے آپ کو اللہ کے امر کے سپرد کر دے۔ جو کام بھی کرے اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھے۔ غرض کہ جو شخص بھی ہر وقت اپنے وجود کو اللہ کے حکم کے تابع رکھے گا اسے اطاعتِ الہی میں شمار کیا جائے گا۔ اطاعت کا عام مطلب فرما تیرواری اور حکم کی بجا آوری ہے یعنی ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اطاعتِ الہی پر بہت زور دیا ہے۔ اگر انسان اطاعت کا راستہ اختیار نہیں کرے گا تو وہ راہِ ہدایت پر قائم نہیں رہے گا۔

## حکمِ خداوندی

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ  
 کیا جائے۔ (پ ۴، آل عمران ۱۳۱)

معلوم ہوا کہ اطاعت حصولِ رحمت کا ذریعہ ہے۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ  
 اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (مذہب)

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ  
تم میں سے حاکم ہو اس کی اطاعت کرو۔

اللہ کے رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ کا رسول اطاعت کے لیے اللہ کا حکم ہی پہنچاتا ہے۔ ایسے ہی وہ حاکم جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو اور احکام الہی کے مطابق احکام جاری کرتا ہو اس کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ،

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ  
اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے  
وَأَحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ  
رہو اور ڈرتے رہو پس اگر منہ پھرو گے تو جان لو  
فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا  
ہمارے رسول کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی تھا  
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ  
(پ ۷، ماخذ ۹۳)

اطاعت نہ کرنے کا نقصان حکم نہ ماننے والے ہی کو ہو گا۔ ایک اور مقام ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ،

يُؤَسِّرْكُمْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ  
وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا اور تمہارے  
لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ  
گناہ معاف کرے گا جو کوئی اللہ اور اس کے  
وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا  
رسول کی اطاعت کرے گا بیشک بڑی مراد  
عَظِيمًا  
پائے گا۔ (پ ۲۲، احزاب ۷۱)

دین و دنیا کی کامیابی کا دار و مدار اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے اسی بنا پر ایک مقام پر اطاعت الہی کی یوں ترغیب دی گئی ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ  
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا  
کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔  
أَعْمَالَكُمْ  
(پ ۲۶، محمد ۳۳)



اعمال کی قبولیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اطاعتِ الہی کے مطابق ہوں اگر وہ اطاعت کے بغیر اپنی مرضی کے مطابق ہونگے تو وہ قبول نہیں ہوں گے اس لحاظ سے وہ ضائع ہو گیا گے۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اعمال احکامِ الہی کے دائرہ میں رہ کر سرانجام دیے جائیں۔

## فضیلتِ اطاعت

**قبولِ عمل کی بنیاد** | حضرت ہباج بن حبیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں حکمت والے کے ہر کلام کو قبول نہیں فرماتا بلکہ میں اس کے ارادے اور خواہش کو قبول فرماتا ہوں۔ اگر اس کا ارادہ اور خواہش میری اطاعت میں ہے تو میں اس کی خاموشی کو اپنی حمد و ثناء اور وقار شمار کرتا ہوں اگرچہ وہ کلام نہ کرے۔ (دارمی)

**اطاعتِ الہی کا اجر** | حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے مگر وہی چیزیں جن کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرے مگر وہی چیزیں جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔ بیشک روح الامین اور دوسری روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی شخص اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرتا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ سے ڈرو اور تلاشِ رزق میں درمیانی راستہ اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اسے اللہ کی نافرمانی سے حاصل کرنے لگو کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ نہیں حاصل کیا جا سکتا مگر اس کی اطاعت سے۔ (شرح السنۃ، بیہقی)

**ایمان کے ساتھ اطاعت ضروری ہے** | حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اہل کتاب توریت عبرانی زبان میں پڑھ کر اس کی تفسیر مسلمانوں کو عربی میں بتاتے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تم نہ تو اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب، صرف اتنا کہو، اور یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا۔ آخر آیت تک۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک

**احکام الہی میں مت جھگڑو** | دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچا تو وہاں دو آدمی ایک آیت کے بارے میں اختلاف کر رہے تھے۔ اس وقت سرکارِ جبرہ شریف سے باہر تشریف لائے، آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ کے آثار ظاہر تھے آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اپنی اپنی کتابوں کے بارے میں جھگڑے کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے تھے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

**اطاعت کی مثال** | وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس چیز کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے آکر اپنی قوم سے کہا کہ میں نے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں کھلا ڈرانے والا ہوں لہذا جلدی کرو جلدی کرو۔ اس طرح اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی بات کو مانا اور وہ راتوں رات وہاں سے نکل گئے اور انھوں نے نجات پائی لیکن قوم کے بقیہ لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اور اپنی جگہ رہے صبح کو اس لشکر نے ان پر حملہ کر کے تاراج کر دیا لیکن یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں نے کہا یا ہوں اس پر عمل پیرا ہوا اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جس چیز کو میں نے کہا یا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (بخاری شریف)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو کچھ فرشتے آپ کے



پاس آئے تو یہ آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے لیے اس معزز شخصیت کی ذات ایک مثال ہے اس کو بیان کر۔ لکن میں سے بعض نے کہا آپ آرام فرما رہے ہیں، تو بعض نے کہا کہ بظاہر تو سو رہے ہیں لیکن آپ کا دل جاگ رہا ہے تب فرشتوں نے کہا کہ آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی نے مکان بنایا اور اس میں کھانا تیار کر کے کسی کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لیے بلایا، پس جو بلانے والے کی بات مان کر آیا اور اس نے کھانا کھالیا اور جس شخص نے بلانے والے پر اعتبار نہ کیا اور اس سے آکر کھانا نہ کھایا، اس گفتگو کے بعد فرشتوں نے آپس میں کہا کہ یہ بات تفصیل طلب ہے اس کی تفصیل بیان کرو تو یہ آپس میں کہنے لگے کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کہا کہ آپ کی آنکھیں مصروف خواب ہیں لیکن دل جاگ رہا ہے۔ فرشتوں نے آپس میں تب کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اس نے اللہ کی بات مانی اور جس نے سرکار کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حق و باطل میں وجہ امتیاز ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں  
**اطاعت کرنے والے جنت میں جائیں گے**  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے تمام امتی جنت میں داخل ہوں گے مگر جس نے انکار کیا، سرکار سے دریافت کیا گیا کہ انکار کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ داخل جنت ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی میرا منکر ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے  
**اطاعت حضور در حقیقت اطاعت الہی ہے**  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کا حکم مانا تو اس نے میرا حکم مانا اور جس نے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری

نافرمانی کی۔ کیونکہ امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے جہاد کیا جاتا ہے اور جس کی آڑ لی جاتی ہے۔ اگر وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف سے حکم دے تو اس کا سے ثواب ملے گا اور اگر اس کے برعکس کہے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ (مسلم)

حکم ملنے کی حدود | حضرت ابی عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مسلمان پر سننا اور حکم ماننا ہے خواہ اسے پسند کرتا ہو یا ناپسند۔ جب تک کہ خدا کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ جب خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اس میں سننا اور حکم ماننا نہیں ہے۔ (مسلم)

اطاعتِ امیر | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، استوا اور اس کا حکم مانو خواہ تمھارے اوپر حبشی غلام کو عامل مقرر کر دیا جائے اور اگر چہ اس کا سر انگوڑی سا ہو۔ (بخاری)

حضرت ام النجیینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمھارے اوپر ناک کٹے غلام کو امیر بنا دیا جائے جو تمھیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔ (مسلم)

اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے | حضرت علیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصیت

میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت تو نیک کاموں میں ہے۔ (بخاری)

اطاعتِ امیر کی اہمیت | حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو امیر کی اطاعت سے

نکل جائے اور جماعت سے جدا ہو گیا پس مرا تو جاہلیت کی موت مرے گا اور جس نے بے مقصد جھنڈے کے نیچے لڑائی کی کہ عصبیت کے باعث ناراضی ہے یا عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور قتل کر دیا جائے تو وہ جاہلیت پر قتل ہوا ہے اور جو تلوار



لے کر میری امت کو مارتے نکلا خواہ کوئی نیک سامنے آئے یا بد او اس کے ایمان والے کو بھی  
نظر انداز نہ کرے اور نہ عہد والے کے عہد کو پورا کرے لہذا وہ مجھ سے نہیں اور میں اس  
سے نہیں۔ (مسلم)

**اچھے حاکموں کا وصف** | حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے اچھے حاکم  
وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ اور تم ان پر نماز پڑھو اور وہ تم پر  
نماز پڑھیں اور تمھارے بڑے حاکم وہ ہیں جن سے تم عداوت رکھو اور وہ تم سے عداوت  
رکھیں، تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم عرفی گزار ہوئے  
کہ یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم انھیں بھیتک دیں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز  
پڑھتے رہیں، نہیں جب تک وہ تم میں نماز پڑھتے رہیں۔ خبردار! جس پر کوئی حاکم مقرر کیا  
جائے اور وہ دیکھے کہ اللہ کی نافرمانی کا کام کر رہا ہے تو جو اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اسے  
نا پسند کرے لیکن حاکم کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔ (مسلم)

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید** | حضرت فاضل بن حجرؒ سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ  
ابن یزید جعفی سوال کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت میں عرفی گزار ہوئے یا نبی اللہ! اگر ہم پر ایسے حاکم مقرر ہوں جو ہم سے اپنا  
حق مانگیں اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان  
پسان کی ذمہ داری کا بوجھ ہے اور تم پر پھٹاری ذمہ داری کا بوجھ۔ (مسلم)

**حاکموں کی بات مانو** | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے امیر کی  
اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس  
کوئی وجہ جواز نہیں ہوگی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیت نہ تھی تو وہ جاہلیت

کی موت مرا۔ (مسلم)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی کے صاحبزادے  
**ترغیبِ اطاعت** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے جب وہ بیمار

ہوئے تو حضورؐ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے سر پر ہاتھ بیٹھ کر فرمایا کہ تم  
 مسلمان ہو جاؤ، تو انھوں نے وہاں موجود اپنے والد کی طرف دیکھا تو والد نے کہا کہ جناب  
 ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ  
 علیہ وسلم ان کے گھر سے باہر آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمام تعزینیں اس رب کریم کے لیے ہیں  
 جس نے اس شخص کو آگ سے بچا لیا۔ (بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
**مومن کی علامات** | فرمایا کہ جانتے ہو مومن کسے کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مومن وہ ہے کہ اس کے مرنے سے پہلے  
 پہلے اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو اپنی پسندیدہ باتوں سے بھر دیں گے اور اگر کوئی شخص اللہ  
 تعالیٰ کی اطاعت کا عمل کسی کوٹھڑی میں کرتا ہے جو کہ ستر کوٹھڑیوں کے اندر ہو اور ہر کوٹھڑی  
 لوہے کے دروازے سے بند ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کے عمل کی چادر پہنا دیتے ہیں  
 جس سے لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں اور اسے بڑھاتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ بڑھاتے کیسے ہیں  
 فرمایا کہ مومن اس بات کو پسند کرتا ہے جو اس کے عمل میں اضافہ کرے۔ پھر ارشاد فرمایا، کہ  
 جانتے ہو، فاجر کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر  
 جانتے ہیں۔ فرمایا فاجر وہ ہے کہ جس نے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کے کانوں کو اپنی  
 ناپسندیدہ باتوں سے بھر دیتے ہیں اور اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کسی کوٹھڑی میں کرے  
 جو کہ ستر کوٹھڑیوں کے اندر ہو اور ہر کوٹھڑی پر لوہے کے دروازے ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے عمل  
 کی چادر پہنا دیتے ہیں جس سے لوگ اس کا چرچا کرتے ہیں اور اسے خوب بڑھاتے ہیں۔



عرض کیا گیا کہ لوگ اسے کیسے بڑھاتے ہیں؛ فرمایا کہ فاجبر اور گنہگار شخص اس چیز کو پسند کرتا ہے جو اس کے فجور میں اضافہ کرے۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا خواہ اس کی نماز روزہ تلاوت قرآن کم ہی ہو اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ علمائے عاظمین کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نیک عمل میں لگے رہتے ہیں۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عقل مند کے لیے اپنے محبوب کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ اس کا کیا مطلب ہے؛ انھوں نے فرمایا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے۔

**حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی** | ایک دفعہ حق تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے داؤد! میرا یہ پیغام دیا والوں تک پہنچا دو۔ میں اس کا دوست ہوں جو مجھے دوست رکھتا ہے، اپنی مجلس میں آنے والوں کا ہم مجلس ہوں جو میرے ذکر سے الفت رکھتا ہے میں اس سے الفت رکھتا ہوں جو مجھ سے دوستی رکھتا ہے میں اس سے دوستی رکھتا ہوں، جو مجھے پسند کرتا ہے میں اسے پسند کرتا ہوں۔ جو میری اطاعت کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں اور جو دل کی گہرائیوں سے مجھے محبوب جانتا ہے میں اسے اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور اس سے بے مثال محبت کرتا ہوں۔ جس نے حقیقتاً مجھے طلب کیا اس نے مجھے پالیا اور جس نے میرے غیر کو طلب کیا وہ مجھ سے محروم رہا۔ پس اے دنیا والو! تم کب تک دنیا کے دھوکہ میں رہو گے۔ میری کرامت دوستی اور ہم مجلس کی طرف آؤ اور مجھ سے انس رکھو، میں تمہیں اپنی محبت سے مالا مال کر دوں گا کیونکہ میں نے اپنے دوستوں کا خیر ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ بنی اللہ اور محمد صلی اللہ علیہم السلام کے خیر سے بنایا ہے، ان کی روئیں اپنے نور سے اور ان کی نعمتیں

اپنے جال سے پیدا کی ہیں۔

## اقوال و حکایات

**اللہ کی اطاعت کرو** | حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شام پر شکر کشتی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تم پر چند امیر مقرر کرتا ہوں اپنے اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے امیروں کے کہنے پر چلو۔

**حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول** | آپ کا قول ہے کہ جب تک میں خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہوں تم میرے مطیع رہو۔ اور جس وقت میں اس امر سے باہر ہو کر نافرمانی کروں پھر تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اللہ اپنے بندوں سے اس پر راضی نہیں کہ وہ صرف اطاعت کا زبانی اقرار کر لیں وہ تو عملی اطاعت چاہتا ہے۔

**حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان** | کسی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا یا امیر المؤمنین جب تک آپ لوگوں میں موجود ہیں وہ درست رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک لوگ اللہ کو راضی رکھیں گے درست رہیں گے۔

**اطاعت کا مطلب** | اطاعت خداوندی کا مطلب تمام نیکیوں کو پالیتا ہے۔ اطاعت کا معنی خرائق کی ادائیگی، حرام چیزوں سے پرہیز اور حدود شرع کا پابند ہونا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اعمال پر جزاء دیتا تب بھی اس کے احسانات اور انعامات اتنے ہیں کہ ہم پر اس کی عبادت اور اطاعت ضروری تھی چہ جائیکہ اس کا حکم بھی ہو اور اجر کا وعدہ بھی ہو۔

**طاعت کی حقیقت** | طاعت کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی معرفت، خوف خدا، اللہ تعالیٰ سے امید اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع



ہونا ہے۔ وہ بندہ جو ان اوصاف سے خالی ہوتا ہے۔ وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا لہذا اطاعت اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ بندہ اللہ کی مغفرت اور اس پر مشل، بے مثال، قادر و خالق رب ذوالجلال کی تمام صفتوں پر ایمان نہیں لاتا۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اکثر یہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ جستجو رہتی تھی کہ رات میں کسی وقت خانہ کعبہ خالی مل جائے لیکن ایسا موقع نصیب نہ ہوتا تھا

**حکایت** | اتفاق سے ایک شب بارش ہو رہی تھی اور میں تنہا طواف میں مشغول تھا اور میں حسن اتفاق سمجھ کر حلقہ کعبہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے لگا لیکن یہ ندا آئی کہ پوری مخلوق مجھ سے طالب مغفرت ہوتی ہے اور اگر میں سب کو معاف کر دوں تو میری غفارت اور رحمانیت کی کیا قدر رہ جائے گی۔ یہی کر آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، ندا آئی کہ دوسروں کے متعلق ہم سے سوال کر اپنے متعلق ہم سے کچھ نہ کہہ کر دوسروں کے لیے تیری سفارش مناسب ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اکثر یہ دعا کیا کرتا اے اللہ! تو عظیم و خیر قسم ہے کہ تیری عنایت و کرم جو مجھ پر ہے اس کے مقابلہ میں آٹھوں جنتوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں اور اسی طرح تیری محبت کے مقابلے میں آٹھوں جنتیں بیچ ہیں۔ لہذا اے خدا! رسوائی معصیت سے بچاتے ہوئے مجھے اطاعت کا شرف عطا فرما دے اور جو تیری ذات سے واقف ہے اسے کیا خبر کہ اس شخص کی کیا کیفیت ہوگی جو تجھ سے قطعاً ناواقف ہے۔

**اطاعت گزار غلام** | حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک غلام خرید کر جب اس کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ چاہے جس نام سے پکاریں۔ پھر میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کھاتے ہو تو اس نے کہا کہ جو کھلا دیں میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو آپ کی خواہش ہو۔ غلام کمان چیزوں سے بحث نہیں ہوا کرتی۔ یہ سنکر میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اللہ

تعالیٰ کا یونہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا ہی اچھا ہوتا۔

**حکایت** | حضرت ابراہیم ادھمؒ وقتاً فوقتاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ یوسیدہ کپڑوں میں ملبوس وہاں گئے تو اہل مجلس نے ان کو حقارت سے دیکھا لیکن امام اعظمؒ نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور سیدنا ابراہیمؒ کہہ کر مخاطب کیا۔ اہل مجلس یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور پوچھا یہ سعادت انہیں کہاں سے نصیب ہوئی۔ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ہم تو اور کام بھی کرتے ہیں لیکن یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

**حکایت** | ابو منصور جو کہ سلطان لعل کا وزیر تھا، خدا ترس اور مرد دانا تھا، ہر صبح نماز فرض پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوع آفتاب تک ورد و وظیفہ پڑھتا رہتا۔ پھر خدمت سلطان میں حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مہم درپیش ہوئی۔ سلطان نے وزیر کو تعین طلب کیا۔ آدمی بلانے آیا تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا۔ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مل گیا انہوں نے بادشاہ کو بہکایا کہ وزیر تلے لیے ضروری فرمان شاہی پر توجہ نہیں کی اور معتبر نہ سمجھا، بادشاہ کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی۔ جیب وزیر اپنے معمول و طاقت سے فارغ ہو گیا تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کو سختی سے پوچھا کہ اتنی دیر سے کیوں آیا۔ اس نے کہا اے بادشاہ! میں خدا کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر۔ جب تک اس کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ اس کے اس دلیرانہ سچے جواب سے آبدیدہ ہو گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ خدا کی بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھتا کہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہو جائیں۔

تیرا فقر بہتر ہے سکندری سے  
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

(علامہ اقبال)



## حضرت عمرؓ کا طرز عمل | حضرت عمر بن خطابؓ شب کے وقت مدینہ منورہ میں گشت فرمایا کرتے تھے۔ ایک شب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اس دوران حضرتؓ نے سنا، ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ اس دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا اماں جان! کیا تمہیں امیر المؤمنینؓ کا حکم معلوم نہیں ہے۔ ماں نے کہا کیا حکم ہے؟ لڑکی نے کہا اماں جان! امیر المؤمنینؓ نے منادی کرائی ہے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا تو پانی ملا دے، یہاں پر تجھے نہ عمرؓ دیکھیں گے نہ ان کا منادی، لڑکی نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ایسا ہرگز نہ کروں گی کہ سامنے ان کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی کروں۔ حضرت عمرؓ لڑکی کی صاف گوئی اور جذبہ سے بہت خوش ہوئے اور اپنی اولاد میں سے ایک لڑکے سے اس کی شادی کر دی۔

بصرہ کا ایک عابد بازار سے بکریاں خریدنے جا رہا تھا کہ راستہ میں نماز کی حکایت | اقامت کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً مسجد کی طرف چل دیا۔ راستہ میں اس کی نظر ایک تھیلی پر پڑی، جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس تھیلی میں سودیتا رہیں، عابد نے تھیلی کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی اور مسجد میں داخل ہو کر نماز میں شریک ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر بازار سے بکریوں کا گٹھا خرید کر گھر واپس آگیا، لکڑی کے گٹھے کی رسی کھولی تو اس کے اندر سے وہی تھیلی نکلی جو مسجد کے راستے میں پڑی ہوئی دیکھی تھی۔ عابد نے فوراً آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کہا اے اللہ! تو جس طرح اپنے بندوں کے رزق کو نہیں بھوتا اسی طرح اپنے بندوں کو اپنی اطاعت سے غافل نہ رکھ۔

حضرت سہل بن عبد اللہؓ ایک مرتبہ جامع مسجد میں نماز کی ادائیگی اطاعت کا اجر | کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت تک نمازیوں سے تمام مسجد پُر ہو چکی تھی۔ امام خطیب کے لیے منبر پر چڑھ رہے تھے۔ آپ کسی طرح کوشش کر کے پہلی صف

میں جا بیٹھے۔ آپ کی سیدھ میں ایک وجہ یہ و شکیل نوجوان خوشبو لگائے اور اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا،

سہل! آپ کا کیا حال ہے؟

آپ نے جواب دیا، اللہ کا فضل ہے۔

لیکن آپ دل میں سخت متفکر رہے کہ یہ نوجوان مجھے پہچانتا ہے لیکن میں اسے نہیں پہچانتا اچانک آپ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی مگر اندیشہ تھا کہ اگر پیشاب کے واسطے جلتے ہیں تو لوگوں کے اوپر سے پھلانگنا پڑتا ہے اور یہ بے ادبی ہے اور اگر نہیں جاتے تو تمانہ جاتی ہے۔ ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ اس نوجوان نے پوچھا،  
آپ پیشاب کے لیے جانا چاہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں!

اس پر اس شخص نے اپنی چادر اتار کر آپ کو اڑھادی اور کہا کہ جلدی سے فارغ ہو کر نماز میں آکر شامل ہو جائیے۔

اس کے بعد آپ کی آنکھ بند ہو گئی۔ جب دوبارہ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ایک بہت بڑے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔ ایک شخص دروازے پر کھڑا تھا اس نے دیکھ کر آپ سے اندر گئے کے لیے کہا۔ آپ اندر آ گئے تو محل نظر آیا۔ ایک جانب ایک درخت تھا اور اس درخت کے نیچے ایک پیشاب خانہ تھا جہاں پانی کا ایک ٹوٹا بھی رکھا ہوا تھا۔ آپ وہاں جا کر فارغ ہوئے اور پھر غسل کیا۔ جب وضو کر رہے تھے تو اسی محافظ کی آواز آئی کہ فارغ ہو چکے؟

آپ نے کہا ہاں!

پھر اس نے چادر اتار لی۔ آپ نے دیکھا وہیں بیٹھے ہیں جہاں پہلے تھے کسی کو آپ کے اس واقعہ کا علم نہ تھا، اتنے میں جماعت کٹری ہو گئی اور آپ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ



نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ اس نوجوان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ وہ ایک مکان کے سامنے جا کر رک گیا اور پھر پلٹ کر آپ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا :  
اے سہل ! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنی آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز کا بھی یقین نہیں۔  
آپ نے فرمایا، نہیں۔

تب اس نوجوان نے کہا اچھا تو میرے ساتھ اندر چلو۔

جب آپ اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بعینہ یہ وہی جگہ تھی جہاں آپ رفع حاجت کے لیے پہنچے تھے، محل، درخت غسل خانے اور دیگر تمام چیزیں بحسنہ اسی طرح موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا اَمْتُتُ بِاللّٰہِ ! پھر اس نے کہا اے سہل ! جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہے، اے سہل ! اسے ڈھونڈو گے تو اسے ضرور پاؤ گے۔  
یہ سن کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ اس نوجوان نے آپ کے آنسو خشک کیے۔ پھر جب آنکھیں کھلیں تو نہ وہ نوجوان تھا اور نہ وہ محل، یہ نورانی صحنہ ختم ہونے سے دل کو سدھ رہا اور پھر آپ عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (حکایات شریں)

**اطاعت الہی کا واقعہ** ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کو خواہش محسوس ہوئی کہ کاش  
وہ شیطان مردود کو دیکھ سکتے اور اس سے دریافت کرتے  
کر اے ملعون ! تجھے آخر کس چیز نے روکا تھا کہ تو آدم کو سجدہ کرنے سے باز رہا اور نہ بدست  
فتنہ و فساد کا منبع بنا ہوا ہے

ایک دن آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے کہ ایک شریف صورت بزرگ کو دیکھا جو عصا کے  
سہارے آہستہ آہستہ چلتا ان کی طرف آرہا ہے۔ جب وہ قریب پہنچا تو آپ نے اس کی  
پیشانی پر بزرگی کی علامتیں تو محسوس کیں مگر دل اس کی قربت سے وحشت زدہ ہوا جا رہا تھا۔  
وہ بزرگ جوں جوں آپ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا اتنا ہی زمین سے پیچھے کی طرف  
کھسکا دیتی۔ ناامید ہو کر وہ جنید سے بولا کہ جنید ! تو خوش قسمت ہے کہ تیرے خالق نے

میرے اور تیرے درمیان ایک دیوار مائل کر دی ہے۔ میں وہی ہوں جس سے تو آجکل ملنے کا خواہشمند ہے۔

آپ کو جب یہ احساس ہوا کہ آپ شیطان لعین کے سامنے کھڑے ہیں تو فوراً غصے اور دہشت سے بولے کہ ملعون! تجھے آدم کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ شیطان یہ سن کر بولا کہ تم تو خود عبادت گزار ہو، عقل و شعور سے مالا مال ہو، مجھے یہ بتاؤ اگر کوئی تمہیں یہ کہے کہ تم غیر اللہ کو سجدہ کرو تو کیا تم اس کی بات مان لو گے؟

جنید بغدادی سوچ میں پڑ گئے کہ آخر اسے کیا جواب دیں، پھر بولے تو مردود ہے ہی جھوٹا اور نیک بندوں کو بہکانے والا، اگر تو اپنے خالق کا حکم ماننے والا ہوتا تو پھر اس کے حکم سے سرتابی کی مجال نہ کرتا۔ ابلیس نے جو یہ سنا تو چلا کر بولا، جنید! تو نے خدا کی قسم! آج مجھے جلا ڈالا اور پھر وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خزارؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے خدا کے اور کسی شے

حضرت ابو سعید خزارؓ کا ارشاد

سے کوئی سروکار نہ تھا۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ جو شخص سات عمل سات چیزوں کے بغیر کرتا

**سات اعمال** | ہے وہ اپنے عمل سے نفع نہیں پاتا۔ پہلا یہ کہ خوف پر عمل کرتا ہے

مگر چپتا نہیں۔ یعنی یوں تو کہتا ہے کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں مگر گناہوں سے نہیں بچتا تو اس کا یہ کہنا کسی کام کا نہیں۔ دوسرا یہ کہ طلب کے بغیر بجا کا عمل کرے یعنی یہ تو کہے کہ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں مگر اسے اعمال صالحہ کے ذریعہ طلب اور حاصل نہیں کرتا تو اس کا یہ کہنا بھی فائدہ نہ دے گا تیسرا وہ جو بلا قصد نیک اعمال کرنے کی نیت کرے مگر عملی طور پر انہیں اختیار کرنے کا ارادہ ہی نہ کرے تو یہ نیت بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ چوتھا وہ جو عملی کوشش کے بغیر دعا کرتا ہو یعنی یہ دعا تو کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیکی کی توفیق بخشیں مگر



عملی طور پر محنت اور کوشش نہ کرے تو یہ دعا بھی اسے کچھ نفع نہ دیگی، اسے چاہیے کہ کچھ عملی محنت کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق عنایت فرمائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِتْنًا  
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ  
لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۲)

جو لوگ ہماری راہ میں محنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے یعنی توفیق عطا فرمائیں گے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے

پانچواں کام وہ استغفار ہے جو بلا تادمت کیا جائے یعنی استغفر اللہ تو کہتا ہے مگر اپنے گناہوں پر تادم نہ ہو تو ایسا استغفار بھی اسے کچھ کام نہ دے گا۔ چھٹا کام یہ کہ باطن سے بے پروا ہو کہ ظاہر ہی میں لگا ہے۔ یعنی اعمال کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے مگر ان کے باطنی آداب و شرائط کو چھوڑ کر دے تو یہ نہ ظاہر بھی کسی کام نہ آئے گا۔ ساتواں یہ کہ عمل کو پوری محنت اور کوشش سے کرے مگر اخلاص کے بغیر یعنی اس سے مقصود اللہ کی رضا نہ ہو تو یہ طاعت اور نیکی بھی کسی کام کی نہیں محض نفسانی دھوکہ ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے کہا کہ میرے دل میں آواز دی گئی کہ اے اطاعت مقبولہ | بایزید! اگر تو ہمیں چاہتا ہے تو اطاعت مقبولہ اور خدمت پسندیدہ جو تو ہماری بارگاہ میں لایا ہے اس کے علاوہ وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے عرض کی کہ خداوند! وہ کیا چیز ہے جو تیرے پاس نہ ہو؟ ارشاد ہوا کہ وہ بیچارگی، عجز و نیاز اور شکستگی ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کمالات حقیقی کا تقاضا | اچھی طرح سمجھ لو کہ بندے کے لیے اللہ اور اس کے

رسول کی محبت، ان کی اطاعت اور ان کے احکامات کی پیروی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بندوں کی محبت، رحمت اور بخشش کا نزول ہے۔

جب بندہ یہ بات سمجھ لیتا ہے کہ کمالات حقیقی صرف اللہ ہی کے لیے ہیں اور مخلوق کے

کمالات بھی درحقیقت اللہ ہی کے کمالات ہیں اور اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں تو اس کی محبت اللہ کے ساتھ اور اللہ کے لیے ہو جاتی ہے۔ یہی چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ بندہ اللہ کی اطاعت کرے اور جن باتوں کا وہ اقرار کرتا ہے ان امور سے اس محبت میں اضافہ ہو، اسی لیے محبت کو اطاعت کے ارادوں کا نام دیا گیا ہے اور اس کو اخلاص عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

**قابل غور بات** | حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ خیر ان کُن بات تو یہ ہے کہ ہم اگر کوئی غلام خریدتے ہیں تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ ہر وقت خدمت مامورہ پوری تندہی سے سرانجام دیتا ہے۔ ہمارا مطیع و فرمانبردار ہے حالانکہ اسے معمولی قیمت سے خریدا گیا ہے۔ اس کی ایک غلطی پر اسے دشمن سمجھ لیتے ہیں بے انتہا غصہ کرتے ہیں اس کا کھانا بند کر دیتے ہیں اسے آنکھوں سے دور کر دیتے ہیں یا پھل سے بچہ دیتے ہیں لیکن ہم اس مالک حقیقی کی اطاعت نہیں کرتے جس نے ہمیں بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ ہم بارش کے قطروں کے برابر گناہ کرتے ہیں مگر وہ اپنی نعمتیں ہم سے نہیں روکتا، اپنی رحمت کی نصرت نہیں روکتا جس کے بغیر ہمارے لیے ایک قدم چلنا بھی مشکل ہو جائے، اگر وہ چاہے تو ہمیں ایک گناہ کے بدلے پکڑنے پر قادر ہے مگر وہ ہمیں مہلت دیتا ہے تاکہ ہم توبہ کریں اور وہ توبہ قبول فرما کر ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے عیوب ڈھانپ لے۔

ہر عقلمند بخوبی جانتا ہے کہ اطاعت و فرمانبرداری کے لائق کون ہے۔ وہ اسی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسی کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ جب اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔ جب اسے موت آتی ہے تو وہ دیدار الہی کا مشتاق اور



رب بے نیاز اس سے ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔

**حضرت مالک بن دینار فرماتے**  
**بادشاہوں کے قلوب اللہ کے ہاتھ میں ہیں** | تھے کہ تورات میں لکھا ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو شخص میری اطاعت کریگا میں ان کو اس پر رحمت بنا دوں گا اور جو شخص میری نافرمانی کرے گا میں ان کو اس پر سخت کر دوں گا پس تم بادشاہوں کو گالی نہ دیا کرو اور میری طرف توبہ کے ساتھ رجوع کرو کیونکہ میں تم پر ان سے زیادہ مہربان ہوں۔

**حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ کوئی**  
**حضرت علی بن حسین کا قول** | جو شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر دوستی کریں ان کی جلدائی بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر ہی ہو جاتی ہے۔

**ابو بکر بن عبد اللہ کے یاس لوگ عبادت کے لیے**  
**اطاعت الہی میں مشغول رہو** | گئے۔ ابو بکر دو آدمیوں کے سہارے سے باہر گئے تو لوگوں نے دعا کے لیے عرض کی۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے رب کی اطاعت میں مشغول ہو۔ اس سے پہلے کہ اس پر میرے جیسی حالت وارد ہو۔

**عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کا حکم فرمایا ہے**  
**حکم خداوندی** | اور اس میں ادا بھی دی اور اس کے ترک کے لیے کوئی عذر نہیں کیا اور گناہ سے منع کیا اور اس کے کرنے پر کوئی دلیل نہیں رکھی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اگر چاہتا کہ زمین میں مطلق کوئی گناہ نہ کرے تو ابلیس کو پیدا ہی نہ کرتا کیونکہ گناہ کی جڑ وہی ہے۔

**حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے تھے کہ متقی**  
**حضرت ابوسلیمان دارانی کا قول** | لوگ اس دنیا میں صرف اطاعت کی خاطر

رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور فرمایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کہ ان کو اطاعت سے پہلے ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور گناہ کرنے سے پہلے ہی ان پر گناہ کو مقدر کیا۔ کیونکہ اللہ اپنے علم میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

**حضرت مالک بن دینار کا نظریہ** | حضرت مالک بن دینارؒ نے بصرہ سے پایاد حج کیا تو کسی نے ان سے سوار ہونے کو کہا وہ فرمانے لگے کہ بھاگا ہوا نافرمان غلام اپنے آقا سے مصالحت کے لیے سوار ہو کر جانا پسند کرے گا؟ واللہ! اگر میں انگاروں پر چل کر مکہ جاؤں تو یہ بھی کم ہے۔

**حضرت فہیل بن عیاض کا جذبہ اطاعت** | سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہم فہیل بن عیاضؒ کی عیادت کو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے یہ بات تمہارے آنے سے زیادہ پسند تھی۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے پاس اپنے رب عزوجل کی شکایت نہ کروں۔

**مطیع اور عامی کی علامات** | ابن سناکؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطاعت میں صرف چہرے کی رونق اور رعب، لوگوں کے دلوں میں محبت اور اعضاء میں طاقت، طبیعت میں قرار اور لوگوں کے مقابلہ میں شہادت کا جائز ہونا ہی نفع ہو تو ترک گناہ کے لیے یہی کافی ہے۔ اور اگر گناہ میں صرف چہرے کی بے رونقی، دل کی سیاہی اور لعنت سے یاد کیا جاتا، شہادت میں بے اعتباری اور دل میں خوف ہو تو گناہ چھوڑنے کے لیے یہی کافی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمانبردار اور نافرمان میں سے ہر ایک کے لیے دنیا میں علامتیں مقرر کر دی ہیں تاکہ مطیع خوش ہو۔ اور عامی غمگین۔ (دیں کہتا ہوں) لعنت مذکور سے مراد یا تو اسے تعین کے طور پر رکھنا ہے یا عام گناہ گاروں میں شامل کر کے۔ کیونکہ لعنت معین تو سوائے شرعی دلیل کے



جاڑ نہیں۔

**دل کی سیاہی کی وجہ** | ابو تراب نخشی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب انسان ترک گناہ کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے تو اسے ہر طرف سے اللہ عز و جل کی امداد ملتی ہے۔ تین چیزیں دل کی سیاہی کی علامت ہیں ایک یہ کہ گناہ سے دل نہ گھبرائے، دوسری یہ کہ دل طاعت کی طرف مائل نہ ہو اور تیسری یہ کہ دل میں وعظ کا اثر نہ ہو۔

**نیک اعمال میں اللہ کی اطاعت** | حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جس طرح تم سوتے ہو اسی طرح مروت گے اور جس طرح تم سو کر جاگتے ہو اسی طرح تم قبر سے اٹھو گے۔ پس نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کہ تو دلہن کی طرح سوئے اور اٹھے اور اعمال بد نہ کرو کہ تو اس مجرم کی طرح خوفزدہ سوئے اور جاگے جس کو بادشاہ قتل کے لیے طلب کرتا ہو۔

**دل بیمار کا علاج** | ایک صالح شخص کا ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا وہاں ایک معالج بیماریوں اور دوائیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ صالح جوان نے پوچھا اے جیسوں کے معالج کیا تیرے پاس دلوں کا بھی علاج ہے۔ وہ بولا ہاں بتاؤ، دل میں کیا بیماری ہے؟ صالح جوان نے کہا کہ گناہوں کی ظلمت نے اسے سخت کر دیا ہے۔ معالج نے کہا کہ اس کا علاج صبح و شام گریہ و زاری، استغفار رب غفور کی اطاعت میں سعی اور اپنے گناہوں پر معذرت طلبی ہے۔ دو اتوریہ ہے اور شفا یب کے پاس ہے۔ وہ صالح جوان اتنا سنتے ہی بے حال ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم واقعی ایک اچھے طبیب ہو۔ تم نے لا جواب علاج بتایا معالج نے کہا یہ اس دل کا علاج ہے جو تائب ہو کر اپنے رب کے حضور آگیا ہو۔

**حضرت سید کبیر احمد رفاعی کا ارشاد** | ہے کہ تمہارا منتہا ہے مقصود اور حضرت سید کبیر احمد رفاعی کا فرمان

آخری مطلوب مخلوق نہیں ہونا چاہیے۔ یاد رکھو، بادشاہ ہوں یا درمیانہ درجے کے لوگ ہوں یا معمولی درجے کے لوگ، ان سب کا ایک ہی حال ہے، وہ عاجز ہیں، فقیر ہیں اور مساکین ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ خالق سے غافل ہیں اور مخلوق میں منہمک ہیں، عقلمند وہ ہے جو اس بات کو سمجھے اور حجابات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لے جس پر نیند نہ آئے اور نہ اونگھ۔

علماء کے انداز پر تم زبانیں چلاتے ہو مگر تمہارے دل ظالم ہیں، زندگیوں کی طرح تم بیباک ہو اور رفاہ کی طرح بد معاش ہو، تمہارے لیے بہتر ہے کہ زبان چلاؤ تو اپنے اعضاء اور قلوب کو ہر اس کام سے بچاؤ جس کی وجہ سے اللہ رب العالمین، لطیف و خیر بادشاہ غضبناک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ بہترین رکھو اور لوگوں کے ساتھ بھی درست رہو۔ اور خلوت و جلوت، موت و بعثت اور سوال و جواب، ہر موقع پر اپنے آپ سے نیک معاملہ کرو۔ یہ کتاب (زامہ اعمال) تو کوئی چھوٹا بڑا کام نہیں چھوڑتی، اس نے سب کو گن رکھا ہے۔ اللہ کریم آنکھوں کی حیانت سے بھی آگاہ ہے، دل کے پوشیدہ خیالات بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ درست ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بارے میں لوگوں کو ڈراتا ہے اور نصیحت کو قبول کرو، اور احکامات کی اطاعت کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے جنگ مول نہ لو۔ جس نے اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لی وہ عزیز نہیں ہوا اور جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہوا وہ ذلیل نہیں ہوا۔

**حضرت خواجہ شمس الدین کا قول** | آپ نے فرمایا ہے کہ غیر مسلم لوگوں کی ملازمت کرنا دین میں نقصان کا موجب ہوتا ہے



بلکہ مسلمانوں کی ملازمت سے بھی حتی الوسع پرہیز کرنی چاہیئے کیونکہ اس میں بھی ایک نقصان یہ ہے کہ اپنا اختیار دوسرے کے قبضے میں چلا جاتا ہے پس اس وجہ سے انسان حق تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔  
 آپ ہی کا ایک اور قول ہے کہ جب کسی آدمی کو حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو اس کے دین و دنیا کے تمام کام آسان ہو جاتے ہیں اور خدا کی خوشنودی تو اسی میں ہے کہ ہر حالت میں اس کی اطاعت کی جائے۔

# اقوال تصوف

عالم فقہی

## باب ۳

## عشق الہی

اللہ تعالیٰ کے عشق کے بغیر اللہ کا بندہ بننا ممکن نہیں، جو اللہ کو دل و جان سے عزیز تر نہ جانے گا وہ اس کی دوستی کا متمثل کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس حد تک مگن ہو جانا کہ بندہ کے دل میں سوائے اللہ کی چاہت کے اور کچھ نہ رہے، عشق الہی کہلاتا ہے عشق الہی میں عاشق کی صرف ایک ہی تمنا ہوتی ہے کہ وہ ذات الہی کے وصل میں محو رہے اور یہ مقام اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ وہ دنیا سے بے خبر ہو جائے گا، اسے دنیا کی کسی چیز کی تمنا نہ رہے گی اور اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ یعنی بندے کی روح میں جب اللہ کی عبادت اور ذکر کا اثر اس حد تک راسخ ہو جاتا ہے کہ انسان لذات دنیا سے کٹا رہ کر کش ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محبت اور چاہت میں اس حد تک اضافہ ہو جاتا ہے کہ ہر وقت انسان کے دل و دماغ کی توجہ کامرکز باری تعالیٰ بن جاتا ہے جس کی بنا پر انسان دیر الہی اور وصل کی خواہش میں حد سے زیادہ محو رہنے لگتا ہے جسے عشق الہی کہا جاتا ہے۔

عشق کی ابتدا انس سے ہوتی ہے۔ جب کوئی طالب اللہ کی باتیں سنتا ہے اور اللہ والہ کی محفل میں بیٹھتا ہے تو اس کے دل میں ذات الہی تک پہنچنے اور اسے دیکھنے کا شوق جنم لیتا ہے۔ جو یہی شوق انتہا کو پہنچتا ہے تو وہ محبت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ کی محبت کا بھی بڑا بلند مقام ہے۔ محبت دن بدن بڑھتی ہے اور دیدار الہی کی طلب فروغ پاتی جاتی ہے۔ جب وہ انتہا اختیار کر لیتی ہے تو محب اور محبوب یعنی بندے اور خدا کے درمیان جو حجابات ہیں وہ



اٹھ جاتے ہیں اور محبت آتشِ عشق کا شعلہ بن کر نمودار ہوتی ہے۔ جب محب کی روح کو عالم روحانیت میں محبوب کا وصل ہوتا ہے تو اب اظہارِ عشق بن جاتا ہے۔ جب تک محبت ظاہر نہ ہو وہ محبت کہلاتی ہے اور جب محبوب پر محبت کا اظہار ہو جاتا ہے تو عشق کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہاں سے عاشق کو قربِ الہی کی امید لگتی ہے۔ آخر عاشق ایک دن اپنے محبوب حقیقی کے دیدار سے سرفراز ہو کر اسی کی چوکھٹ کا دیوانہ بن کے رہ جاتا ہے۔

صوفیاء اور اولیاء کے نظریہ کے مطابق عشق تصوف کی روح ہے اور یہی وہ آگ ہے جس میں جل کر صوفی کیمیا بن جاتا ہے اور عارف باللہ کہلاتا ہے۔ عشق الہی عشق حقیقی کے نام سے منسوب ہے۔ عشق حقیقی ذمیوی الٰہیوں سے پاکیزہ ہے اس میں عاشق صرف دیدارِ الہی چاہتا ہے۔ جب اسے روحانی طور پر دیدارِ الہی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس کی روح مشاہدہٴ حسنِ ازلی میں محو ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو محویت کہلاتا ہے۔ پھر عاشق تادمِ آخر ایک لمحہ بھی اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے اللہ کے عاشق کو وہ لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے جو اسے دنیا کی کسی چیز سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے اللہ کے عاشق دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتے ہیں جس طرح ذاتِ الہی بے نیاز ہے۔ اس کے پاس سب کچھ ہے اس مقام پر اللہ اپنے عاشقوں پر اتنا مہربان ہوتا ہے کہ اللہ انہیں کہہ دیتا ہے کہ اب تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں اور جو کچھ میرا ہے وہ تمہارا ہے۔ جس طرح میں ابد الابد ہوں ایسے ہی تم روحانی طور پر ابد الابد ہو، لوگ تمہیں میرے نام کے ساتھ یعنی اللہ کا عاشق کہہ کر پکاریں گے اور اس مقام پر جس زبان سے تم بات کرو گے وہ میری ترجمان ہوگی۔ جن باتوں سے تم کام کرو گے ان میں قوت میری ہوگی، جن آنکھوں سے تم جہاں دیکھو گے اس میں بصیرت میری ہوگی۔ جن کانوں سے تم سنو گے ان میں سماعت میری ہوگی۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ عاشق حقیقی کو اپنی رحمت کے اظہار کا منظر بنا دیتا ہے مگر اللہ، اللہ ہی ہے اور بندہ، بندہ ہی ہے گا۔ عشق نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

## ارشادِ باری تعالیٰ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

مَنْ كَانَ يَدْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آنے والا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے (پ ۲۱، عنکبوت ۵)

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا رکھنا دراصل شوقِ وصل ہے۔ ایک اور مقام پر بیان ہوا ہے کہ فرشتے اس کی ہر وقت تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں، ان کا ہر وقت یادِ الہی میں مصروف رہنا عشق اور شوق کی دلیل ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْشِرُونَ لِيَسْخَبُوا إِلَيْهِ يَوْمَ الْفِتْرِ وَلَا يَفْتَرُونَ  
زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ہے اور اس کے قریبی اس کی عبادت میں تکبر نہیں کرتے اور اکتلتے نہیں۔ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں، رکتے نہیں (پ ۱۷، انبیاء ۱۹ تا ۲۰)

حضرت امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ شوق اسی شے کا ہوا کرتا ہے اور ہو سکتا ہے جو ایک لحاظ سے حاضر ہو تو ایک اعتبار سے غائب ہو۔ مثلاً معشوق کو لے لیجئے کہ خیال میں تو ظاہر ہوتا ہی ہے لیکن نظروں سے غائب بھی ہو جایا کرتا ہے اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں شوق ظہور پذیر ہوتا ہے۔ یعنی بیقراری سے آرزو یہ ہونے لگتی ہے کہ وہ آنکھوں کے سامنے آ جائے تاکہ ادراک مکمل ہو جائے۔ گویا شوق کے معنی تلاشِ محبوب کے ہوئے۔



## فرموداتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

**عاشقوں کا خمیر** | جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ روزِ ازل جب اعضاءِ انسانی کی تخلیق و تخمیر کی گئی، اپنی نوعِ انسان میں سے گروہِ عشاق کا خمیر عشق و محبتِ الہی سے اٹھایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ازل سے لے کر آج تک ان لوگوں کی زبان پر دیتِ آریقِ اَنْطَلَا نیت ہی کا کلمہ ہے۔ (اسرارِ الاولیاء)

**عشقِ الہی کا مسکن** | حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ محبتِ حق کا ایک ایسا بادشاہ ہے جو ہر دل میں جلوہ افروز نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل میں ممکن ہوتا ہے جو اس کے شایانِ شان ہو، یہ تو نوشتہٴ تقدیر ہے کہ عشقِ الہی داتاِ دل میں ہی قرار گیر ہوتا ہے۔ (اسرارِ الاولیاء)

**عشقِ الہی کا تقاضا** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عشقِ خدا ایسی بساط ہے کہ جس میں کوئی ایسا شخص قدم رکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا جس نے اٹھارہ ہزار دنیاؤں کو لات نہ ماری ہو اور محبتِ دوست کے سوا اس کی نظر میں کوئی شے نہ جھپتی ہو۔ پھر وہ اپنی محبت میں منفرد ہو گا۔ (اسرارِ الاولیاء)

**شوقِ لقاء** | حضرت عمار بن سائبؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے ایک مرتبہ ہمارے ساتھ نمازِ ادا کی تو نہایت مختصر نماز پڑھی تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہلکی اور مختصر نماز پڑھائی۔ جناب عمارؓ نے فرمایا کوئی بات نہیں، میں نے اس دوستانہ کئی دعائیں مانگی ہیں جن کو ہم نے نبی علیہ السلام سے سنا تھا۔ جب نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے، تو آپ کے پیچھے ایک صاحب چلے جو میرے والد تھے۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے لیکن بعد میں اس دعا کے متعلق معلوم کیا اور آ کر اپنی قوم کو وہ دعائیں دے دیں (الفاظِ دعا) خداوند! میں تیرے عالمِ الغیب

ہونے اور مخلوق پر قدرت رکھنے کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میرے لیے زندگی بہتر ہو، اور مجھے موت بھیج دینا جب تیرے علم میں میرے لیے موت بہتر ہو، اے اللہ! میں غیب اور شہادت میں تیرے خوف کا سوال کرتا ہوں اور غم و سرور میں تجھ سے کلمہ حق کہنے کی توفیق طلب کرتا ہوں۔ مالداری اور غربت میں تجھ سے میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق مانگتا ہوں، تجھ سے ایسی نعمت طلب کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو ہمیشہ رہے اور قضا کے بعد تیری رضا چاہتا ہوں اور مرنے کے بعد زندگی کی ٹھنڈک کا طالب ہوں۔ مالک و مولیٰ! میں تجھ سے تیرے دیدار کی لذت طلب کرتا ہوں تیری لقاء شوق کا ایسے انداز میں طالب ہوں کہ میں نہ توفیق میں پڑوں اور نہ نقصان اٹھاؤں۔ خداوند! ہمیں ایمان کی زینت سے مزین فرما اور ہمیں سیدھا چلنے والوں کا راہنما بنا۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **ذوق و شوق** فرمایا کہ جب تک تم ذوق و شوق کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہو پڑھو، اور

جب سستی طاری ہو تو رک جاؤ۔ (بخاری شریف)

ارشاد نبوی ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ کے بندے جو عشق الہی کی آگ میں جل چکے ہوں گے وہ اس دہشت ناک اور نہایت نازک واسطے یا راستے سے گزر رہے ہوں گے تو اس وقت المناک آگ والا دوزخ پکاراٹھے گا کہ اے مومن بندو، یہاں سے عجلت میں گزر جاؤ کیونکہ تمہارے اندر موجود نور الہی کے باعث میری ناراض جہنم ٹھنڈی ہوئے جا رہی ہے۔ میں کسی مومن کو جلانے کا بھلا کیا سوچ سکتا ہوں بلکہ مجھے تو اس مومن کی موجودگی میں اپنی آگ ماند پڑنے کا خدشہ ہے (معالی الہم)

حدیث قدسی میں ہے کہ جو مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جس نے مجھے پالیا اس نے میری معرفت حاصل کر لی اور جس نے میری معرفت حاصل کر لی اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے مجھے دوست رکھا وہ میرے عشق میں محو ہوا اور جو میرے عشق میں محو ہوا گویا میں نے



اسے قتل کیا اور جس کو میں نے قتل کیا اس کی دیت مجھ پر ہے اور میں ہی اس کی دیت ہوں  
دعین الفقر

## اقوال و حکایات

**حضرت بایزید بسطامی کا قول** | حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ

اہل جنت کو اپنے دیدار سے محروم کرنے، تو اہل جنت، بہشت میں جانے کے خلاف اسی طرح فریاد کریں جس طرح دوزخی دوزخ میں جانے سے فریاد کریں گے (یعنی دیدار و مشاہدہ کے بغیر جنت ان کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتی ہے) شیخ ابن عطاء سے شوق کے بارے میں سوال کیا گیا کہ شوق کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ شوق دل کی آگ اور جگر کی سوزش، جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا نام ہے جو قرب کے بعد جدائی سے پیدا ہوتا ہے۔

**حضرت نصر آبادی کا قول** | شیخ نصر آبادی کا قول ہے کہ تمام مخلوق کے لیے مقام

شوق ہے مگر ہر شخص مقام اشتیاق پر فائز نہیں ہو سکتا اور جو کوئی حال اشتیاق میں داخل ہو گیا تو پھر وہ اس طرح بھٹکتا پھرتا ہے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

**حضرت شیخ فارس کا قول** | حضرت شیخ فارس فرماتے ہیں کہ مشتاق لوگوں کے دل

اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں۔ پس جب ان میں جذبہ شوق کی تحریک پیدا ہوتی ہے تو ان سے جو نور بھڑپٹتا ہے اس سے مشرق و مغرب کے دریا جو کچھ بھی ہے جگمگا جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ان ارباب شوق کو فرشتوں کے روبرو کر کے فرماتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے مشتاق ہیں۔ اے فرشتو! میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں بھی ان کا مشتاق ہوں۔

**شوقِ علی ہے یا محبت؟** حضرت شیخ ابن عطاء سے کسی نے سوال کیا کہ شوقِ علی ہے یا محبت؟ انہوں نے جواب دیا محبت! کہ شوق تو اسی سے پیدا ہوتا ہے اور کوئی مشتاق ایسا نہیں جس پر محبت کا غلبہ نہ ہو پس ثابت ہوا کہ محبت اصل ہے اور شوق اس کی فرع ہے۔

**حکایت** ایک شخص نے ایک غلام خریدا، غلام نے کہا اے مالک! میری تین شرطیں ہیں (۱) جیب نماز کا وقت آبلے تو مجھے اس کے ادا کرنے سے نہ روکتا۔ (۲) دن کو مجھ سے جو چاہو کام لو مگر رات کو نہیں۔ (۳) مجھے ایک ایسا کمرہ دو جس میں میرے سوا کوئی نہ آئے۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کرتے ہوئے کہا کہ گھر میں رہنے کے لیے کوئی کمرہ پسند کرو غلام نے ایک خراب سا کمرہ پسند کر لیا۔ مالک بولا تو نے خراب کمرہ کیوں پسند کیا؟ غلام نے جواب دیا اے مالک! یہ خراب کمرہ اللہ کے یہاں چھن ہے۔ چنانچہ وہ دن کو مالک کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ایک رات اس کا مالک وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ کمرہ منور ہے، غلام سجدہ میں ہے اور اس کے سر پر ایک نورانی قندیل معلق ہے اور وہ آہ و ندامت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے۔ یا الہی! تو نے مجھ پر مالک کی خدمت واجب کر دی ہے اگر مجھ پر یہ ذمہ داری نہ ہوتی تو میں صبح و شام تیری عبادت میں مشغول رہتا اے اللہ! میرا عذر قبول فرم لے۔ مالک ساری رات اس کی عبادت دیکھتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، قندیل بجھ گئی اور کمرے کی چھت حسب سابق ہو گئی۔ وہ واپس لوٹا اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔

جب دوسری رات ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گیا، وہاں دیکھا تو غلام سجدہ میں ہے اور نورانی قندیل روشن ہے۔ وہ دونوں دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ساری رات اسے دیکھ کر روتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا ہم نے تجھے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا ہے تاکہ تو فراغت سے اس کی عبادت کر سکے۔ غلام نے اپنے ماتھے آسمان کی طرف



اٹھائے اور کہا ہے

یا صاحب السَّرائِرِ اِنَّ السَّرَّ قَدْ ظَهَرَ

وَلَا اُرِيدُ حَيَوٰتِيْ بَعْدَ مَا اَشْتَهَرَا

دلے صاحب راز! راز ظاہر ہو گیا۔ اب میں اس افشائے راز اور شہرت کے

بعد زندگی نہیں چاہتا

پھر کہا الہی! مجھے موت دے دے اور گر کر مر گیا۔ واقعی صالح، عاشق اور طالبِ ہوائی

لوگوں کے حالات ایسے ہی تھے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام  
**حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان** | نے جب عشقِ الہی کا دم بھرا، تو

حضرت جبریل امینؑ نے خدائے قدوس کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر مجھے اجازت عطا ہو تو سیدنا  
ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کروں۔ فرمان ہوا، اچھی بات ہے، جاؤ اور میرے بندے ابراہیمؑ  
کا امتحان لو۔ حضرت جبریل امینؑ کوہ صفا پر تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ  
السلام خانہ کعبہ کی عمارت میں تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بلند آواز سے ”یا اللہ“ کہا۔  
جونہی یہ آواز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سنی، خانہ کعبہ سے فوراً باہر تشریف لائے اور کہنے لگے  
اے خواجہ! ایک دفعہ پھر اللہ پاک کا نام اسی طرح لو۔ جبریل امینؑ نے کہا کہ اس نام پاک کے سننے  
کا شکر ادا کرو تو پھر یہ نام لوں۔

غرضیکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اتنے ہزار اونٹ ہیں، سب کے سب  
محبوب کی رضا و محبت میں قربان کرتا ہوں۔ اب کہو۔ حضرت جبریل امینؑ نے کلمہ ”یا اللہ“ پھر کہا  
سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا مال و متاع جو کچھ پاس تھا اللہ کی راہ میں دے دیا۔ جبریل امینؑ  
نے پھر پوچھا اب کیا فرمائش ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ ایک دفعہ پھر کہو، میرے جسم میں  
جان ہے وہ بھی راہِ دوست میں فدا کر دوں۔ جبریل امینؑ نے پھر ”یا اللہ“ کہا۔ سیدنا ابراہیمؑ

www.Ahlesunnat.com

نے تعزو مارا، بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو جبریل امینؑ نے ان کے خلوص عشق پر آفرین کہی اور کہا کہ ابراہیم خلیلؑ محبت حق میں صادق ہیں۔ جبریل امینؑ واپس اپنے مقام پر پہنچ کر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر عرض کرے لگے الہی! میں نے ابراہیم خلیلؑ کو تیری محبت میں ویسا ہی پایا جیسا کہ سنا تھا۔

حضرت ثابت البنانیؒ اور حضرت مالک بن دینارؒ ایک بار اللہ کے عشق کا تقاضا حضرت رابعہ بصریؒ کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے حضرت مالک بن دینارؒ سے پوچھا کہ آپ عبادت کس لیے کرتے ہیں؟ مالکؒ نے بتایا کہ جنت کے حصول کی خاطر۔ پھر یہی سوال حضرت ثابت البنانیؒ سے پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ دوزخ کے خوف سے وہ عبادت کرتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ان جوابات پر فرمایا کہ مجھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کی عبادت جنت حاصل کرنے کی خاطر یا دوزخ سے بچنے کے لیے کروں۔ یہ عبادت نہ مزدور کی مزدوری کی طرح ہے اور نہ آقا کے غلام کی طرح ہے۔ یعنی مزدور صرف مزدوری حاصل کرنے کی غرض سے کام کرتا ہے اور غلام اپنے آقا کی قید میں ہونے کے حوالے سے ڈر کے تحت کام کرتا ہے۔

اس پر ان دونوں بزرگوں نے وہی عبادت کا سوال حضرت رابعہ بصریؒ سے کیا تو عابدہ رابعہؒ نے بتایا کہ اللہ کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کی عبادت کسی شرط یا حصولِ مقصد کے بغیر کی جائے اس عبادت کو کسی طرح کے لالچ کی آلائش سے پاک رکھا جائے اور شوق کے مطابق اپنی عبادت میں اضافہ کیا جائے، یہی عبادت حق کا طریقہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن چرواہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جنگل میں سے گزر رہے تھے، کہ انھوں نے ایک چرواہے کی آواز سنی۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے میرے جان سے پیارے



خدا تو کہاں ہے؟ میرے پاس آ۔ میں تیرے سر میں گنگھی کروں، جوٹیں چنوں، تیرا لباس میلا ہو گیا ہے تو اسے دھوؤں، نئے نئے کپڑے سی کر تجھے پہناؤں۔ تیرے مونہ بچٹ گئے ہوں تو وہ بھی سیوؤں۔ تجھے تازہ تازہ دودھ پلایا کروں اور اگر تو بیمار ہو جائے تو تیرے رشتہ داروں سے بڑھ چڑھ کر تیری تیمارداری کروں، تجھے دوا پلاؤں، ہاتھ پیروں کی مالش کروں اور جب تیرے اہلوم کا وقت ہو تو تیرا بستر خوب جھاڑ پونچھ کر صاف کروں اگر مجھے معلوم ہو کہ تیرا گھر کہاں ہے تو بلاناغہ صبح و شام گھی اور دودھ تیرے لیے لے آیا کروں، پنیر، روغنی روٹیاں اور خوشبودار دہی کی لستی یہ سب چیزیں لاؤں۔ غرض میرا کام ہر طرح تجھے خوش رکھنا اور تیری خدمت کرنا ہو۔ میری ساری بکریاں تجھ پر قربان ہوں۔ اب تو آجا۔ تیرے فراق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی ہے۔

وہ چہرہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ایسی ہی باتیں کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور کہنے لگے اے احمق! تو یہ باتیں کس سے کر رہا ہے؟ چہرہ اسے نے جواب دیا کہ اس سے کر رہا ہوں جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا اور یہ زمین و آسمان بنائے۔ یہ سنی کہ حضرت موسیٰؑ نے غضب ناک ہو کر کہا اے بد بخت! تو اس بیہودہ بکواس سے کہیں کا نہ رہا، بجائے مومن ہونے کے کافر ہو گیا۔ خبردار! آئندہ ایسی لالچیں اور فصول بکواس منہ سے نہ نکالیو، اپنے حلق میں روٹی ٹھونس لے۔ تیرے اس کفر کی بدبو ساری دنیا میں پھیل گئی اے بیوقوف! یہ دودھ، لستی اور روغنی روٹیاں ہم مخلوق کے لیے ہیں، کپڑوں کے محتاج ہم ہیں حق تعالیٰ ان حاجتوں سے بے نیاز ہے۔ اگر تو نے اپنی زبان بند نہ کی تو یاد رکھ، غیرت حق آتش بن کر کائنات کو جلا ڈالے گی۔ خدا ایسی خدمتوں سے بے پروا ہے۔ وہ نہ بیمار پڑتا ہے نہ اسے تیمارداری کی ضرورت ہے نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے، دودھ تو وہ پیئے جس کا بدن اور بڑھنے والی ہو اور جو ضعف محسوس کرتا ہو اور مونہ وہ پہنے جو پاؤں کا محتاج ہو۔ حق تعالیٰ ان باتوں سے بری ہے، توبہ کر اور اس سے ڈر۔

حضرت موسیٰؑ کے غیظ و غضب میں مجھ ہوئے یہ الفاظ سن کر چرواہے کے اور سان خطا ہو گئے۔ خوف سے قہر قہر کانپنے لگا، چہرہ زرد پڑ گیا اور بولا اے خدا کے جلیل القدر نبیؑ! تو نے ایسی بات کہی کہ میرا منہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور مائے ندامت کے میری جان ہلاکت میں پڑ گئی۔ یہ کہتے ہی چرواہے نے آہ سرد کھینچی، اپنا گریبان تار تار کیا اور دیوانوں کی طرح سر پر خاک اڑاتا ہوا غائب ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لیے کوہ طور پر گئے تو خدا نے ان سے فرمایا اے موسیٰؑ تو نے ہمارے بندے کو ہم سے بدلیوں کیا؟ تو دنیا میں فصل بدلتی ہے کے لیے آیا ہے یا اصل (ملاپ) کے لیے؟ خبردار اس کام میں احتیاط رکھ اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے فراق کی مد میں قدم مت دھر۔ ہم نے اپنی مخلوق میں سے ہر شخص کی فطرت الگ بنائی ہے۔ اور ہر فرد کو دوسروں سے جدا عقل بخشی ہے۔ جو بات ایک کے حق میں اچھی ہے وہ دوسرے کے لیے بُری ہے اور جو ایک کے حق میں تریاق کا اثر رکھتی ہے وہی دوسرے کے لیے زہر کا حکم رکھتی ہے۔ ایک کے حق میں نور، دوسرے کے حق میں نار، ایک کے لیے گلاب کا پھول، دوسرے کے لیے کاٹھا۔ ہماری ذات پاک و ناپاکی سے سبزی ہے اور اے موسیٰؑ! یہ مخلوق ہم نے اس لیے پیدا نہیں فرمائی کہ اس سے ہماری ذات کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پیدا کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس پر ہم اپنے کمالات کی بارش برسائیں۔ جو شخص جس زبان میں ہماری حمد و ثنا کرتا ہے اس سے ہماری ذات میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی بلکہ جو موتی اس کے منہ سے نکلتے ہیں ان سے مدح کرنے والا خود ہی پاک صاف ہوتا ہے۔ ہم کسی کے قول اور ظاہر پر نگاہ نہیں کرتے ہم تو باطن اور حال کو دیکھتے ہیں، اے موسیٰؑ! خرد مندوں کے آداب اور میں، دل جلوں اور جان ماروں کے آداب اور۔

حضرت موسیٰؑ نے جب خدا کا یہ عتاب آمیز خطاب سنا تو سخت ہشیمان ہوئے اور بارگاہِ الہی میں نہایت ندامت اور شرمساری سے عفو کی درخواست کی۔ پھر اسی اضطراب اور بے چینی



کی حالت میں اس چرواہے کو ڈھونڈنے جنگل میں گئے۔ اس کے قدموں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس قدر چلے کہ پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ صحرا و بیابان کی خاک چھان ماری لیکن چرواہے کا کہیں پتہ نہ پایا، کہتے ہیں دیوانوں کا نقش پافرزنوں کے نقش پا سے الگ ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تلاش جاری رکھی، یہاں تک کہ آپ اسے پالنے میں کامیاب ہو گئے۔

چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ اے موسیٰ! اب مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ یہاں بھی آن پہنچے؟ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ اے چرواہے! میں تجھے مبارکباد دینے آیا ہوں، تجھے حق تعالیٰ نے اپنا بندہ فرمایا اور اجازت عطا کی کہ جو تیرے جی میں آئے بلا تکلف کہا کر۔ تجھے کسی ادب آداب اور قاعدے ضابطے کی ضرورت نہیں۔ تیرا کفر اصل دین ہے۔ اور دین نور جہاں۔ تجھے سب کچھ معاف ہے بلکہ تیرے صدقے میں تمام دنیا کی حفاظت ہوتی ہے۔

چرواہے نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا اے پیغمبر خدا! اب میں ان باتوں کے قابل ہی کہاں رہا ہوں جو کچھ کہوں۔ میرے دل کا تو خون ہو چکا اور اب میری منزل سدرۃ المنتہی سے بھی آگے ہے۔ جب سے اب تک ہزاروں لاکھوں برس کی راہ لے کر چکا ہوں۔ تو نے میرے اسپ تازی کو ایسی مہمیز لگائی کہ ایک ہی جست میں ہفت آسمان سے بھی آگے نکل گیا۔ میرا حال بیان کے قابل نہیں اور یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے بھی میرا حوالہ مت جان۔

اے شخص! تو جو حق تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے، کیا سمجھتا ہے کہ تیرا حال اس چرواہے سے کچھ مختلف ہے؟ نہیں نہیں، تو ہرگز اس سے بہتر نہیں ہے، تو ابتدا سے انتہا تک ناقص اور تیرا حال و حال بھی ناقص، یہ محض اس پروردگار رحمن و رحیم کا کرم ہے کہ وہ تیرے ناقص اور گندے تحفوں کو قبول فرماتا ہے۔

**حکایت** شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود اجمودھنی چشتی کو ایک مرتبہ ایک ایسے دیوانہ شخص کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جو ساٹھ سال سے جنون کی کیفیت میں گرفتار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ مشغول و مستغرق رہتا تھا کہ نور چمکتا تھا۔ لیکن یاد الہی کے سوا چونکہ وہ تمام چیزوں سے بے نیاز تھا اس لیے اسے خود اس نور کی خبر نہ تھی۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر مرتے اس شخص کو خلوت میں دیکھا کہ وہ تلاوت میں مشغول تھا اور اس سے ایک ایسا نور فروزاں تھا جس کی ضیا پاشیاں عرش سے لے کر حجابِ عظمت تک منور کیے ہوئے تھیں۔ حضرت گنج شکر آگے بڑھے تاکہ اس نعمتِ عظمیٰ سے کچھ آپ کو بھی حاصل ہو جائے۔ جونہی آپ کے پاؤں کی آہٹ اس معنوں کو سنائی دی۔ اس نے فوراً مڑ کر دیکھا اور حضرت بابا صاحب سے فرمایا: "اے درویش! چونکہ تو تباہے بھید سے واقف ہو چکا ہے۔ اب یہی بہتر ہو گا کہ تو اس راز کو فاش نہ کرے۔" یہ کہنے کے بعد اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! چونکہ تو نے میرا بھید ایک شخص پر ظاہر کر دیا اور اس طرح تیرا بھید بھی ظاہر ہو گیا اس لیے اب میرے لیے یہاں اس دنیا میں رہنا گوارا نہیں۔

ابھی وہ معنوں پر یہ بات پوری بھی نہ کرنے پائے تھے کہ روح مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی تحویل میں لے لی۔

**حکایت** حضرت ذوالنون مصری بلند پایہ اور خداداد سجادہ بزرگ تھے۔ حضرت کا طریقہ عبادت اور مجاہدہ نفس عقل و بشری سے بالاتر تھا اس لیے اہل مصر آپ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربار خلافت میں حضرت کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے حضرت کو مصر سے بغداد لیا گیا۔ اثنائے راہ میں ایک خدارسیدہ عورت نے حضرت کو ہدایت کی کہ ذوالنون خیردار حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا، غلیظ بھی تیری ہی طرف خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ سے بندہ کا ڈرنا کیا معنی، بندہ ہر وقت مجبور ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔



جب حضرت دربار خلافت میں پیش کیے گئے تو خلیفہ نے حضرت کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا چالیس دن حضرت قید میں رہے۔ اس دوران میں حضرت بشر حافی کی ہمیشہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر حضرت کی خدمت میں پیش کرتے۔ جس دن حضرت کو قید سے رہا کیا گیا تو حضرت کے حکم سے وہ چالیس روٹیاں محافظ زنداں نے فقراء میں تقسیم کر دیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافیؒ کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصری نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو انھیں بید صدمہ ہوا۔ دل شکستہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، حضرت آپ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسبِ حلال کی تھیں۔ خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپ پر کوئی احسان کرنا مقصود نہ تھا۔ پھر آپ نے انھیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا وہ روٹیاں بیشک حلال تھیں میں جانتا ہوں مگر وہ داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں اس لیے میرے لیے حلال نہ تھیں۔

قید سے رہائی کے بعد دوبارہ حضرت کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو صبار عام میں خلیفہ نے چند سوالات حضرت سے کیے۔ حضرت نے نہایت فصاحت، جرأت و دلیری سے خلیفہ بغداد کے سوالات کا اس طرح جواب دیا کہ خلیفہ اور درباریوں پر رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ نے اسی وقت حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت کو واپس بھیج دیا۔ سچ ہے جسے اللہ تعالیٰ سے عشق ہو اس کی نظر میں دنیا اور دنیا کے تمام خزانے بیچ ہیں۔

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں منیٰ سے عرفات کو جا رہا تھا کہ راستے میں میری ایک رڑکی سے ملاقات ہوئی جو ایک اونٹنی ہاٹ پہنے اور ایک اونٹنی چادر اوڑھے ہوئے تھیں ان کے ہاتھ میں ایک جانثار اور ایک عصا تھا اور اس کے چہرے پر طاعت عبادت کا نور تھا اور وہ بہت تیز چال سے چل رہی تھی اور اللہ اللہ کہتی جاتی تھیں۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ رڑکی مدعیہ معلوم ہوتی تھیں، اپنے اللہ والی ہونے کا اظہار کرتی ہے۔ اس نے کہا جو بات تم ظاہر کرتے ہو اور جب تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ عورت اللہ والی ہے میں نے کہا اے رڑکی! میں بالکل تیرے ساتھ مشغول ہوں۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے لیے

حاضر ہوں لیکن میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ حسین ایک عورت آرہی ہے۔ میں نے پھر کے دیکھا، تو کوئی نہ تھا۔ اس نے فوراً چلا کہ کہا اے بدعتی! اے کذاب! اجاب کا اجاب کے ساتھ ایسا فعل تو نہیں ہوتا ہے، پہلے تو تھنے خدام رب الارباب سے بدگمانی کی۔ اگر تو اس کے پاس سچ مچ آتا تو اسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے دروازے پر کھڑا کرتا۔ ہم نے جب تجھے دور سے دیکھا تو ہم نے سمجھا کہ تم عابد ہو جب قریب ہوئے تو ہم نے جانتا کہ تم عارف ہو جب ہم نے بات چیت کی تو ہم نے گمان کیا کہ تم عاشق مزاج ہو، اگر اس کی عبادت کرنے والا ہوتا تو اسے چھوڑ کر غیر کی طرف مشغول نہ ہوتا۔ اگر اس کا عارف ہوتا تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف رجوع نہ ہوتا اور اگر ہم پر عاشق ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی جانب رخ نہ کرتا۔ پھر عیسیٰ سے میرے پاس سے بھاگی اور کہتی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئی۔

**حکایت** ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سنیا سی حضرت نظام الدین اوزنگ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ فقیری میں آپ کو کیا کمال حاصل ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَّا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ جب وہ بہت مضرب ہو تو حضرت کو حلال آگیا اور فرمایا کہ کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ اول تو تو اپنی شکل دیکھ، ایک تمام کو حکم دیا کہ اس کو آئینہ لادو۔ اس نے جو اپنی صورت آئینے میں دیکھی تو حیران رہ گیا کہ میرا چہرہ بندر کی طرح کیسے ہو گیا؟ اس نے حضرت سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جو بندروں کو پوجتے ہیں ان کی شکلیں بھی حشر کے دن بندوں جیسی ہوں گی۔ یہ کرامت دیکھ کر سنیا سی مسلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ مجھ کو ایک ایسا کسب یاد ہے اگر آپ کو بتا دوں تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں آپ کا خزانہ کم نہ ہوگا اور جہاں جو چاہیں موجود ہو جائے۔ اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ماربل نکالا اور اس میں تھوڑا سا تانبا پگھلا کر ماربل میں ڈالا اور اسے بلایا، تانبا اسی وقت سونا بن گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت نے مسکرا کر فرمایا یہ بہت مشکل کام ہے ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آسان طریقے عنایت فرمائے ہیں۔ تو



تھوڑا سا تانبا اور گھٹلا۔ جب اس نے تانبا پگھلایا تو حضرت نے اس میں ٹھوک دیا۔ وہ اسی وقت سونا بن گیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ عشق حقیقی کی برکت ہے۔

**اولیاء میں عشق کا مادہ** | حضرت نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء میں عشق کا مادہ اس لیے ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عشق کی بلا اپنے سر لے لی تھی۔ اور ظلم و جہول کے لقب سے ملقب ہوئے تھے۔ آپ کا سر پر بہشت کی خاک سے تھا اس لیے آپ عشق کے حامل تھے۔ اگر آپ کی سرشت خاک بہشت سے نہ ہوتی تو عشق کا مادہ آپ اور آپ کی اولاد میں نہ ہوتا۔ یہ عشق کا جذبہ پہلے حضرت آدم علیہ السلام میں پیدا ہوا، پھر ان کی اولاد میں پیدا ہوا اور عشق الہی کا جو دلوں میں اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے طفیل ہے۔

**حکامیت** | ایک رات ابوالحسنؑ نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے پوچھا ابوالحسن کیا بات ہے تو پریشان کیوں نظر آتا ہے؟ عرض کی، یا رسول اللہ میں حتی المقدور کوشش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن سکوں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ آپ نے حکم دیا کہ تم اپنے پٹروں کا میل دو کر دو اور ہر لحظہ پاک رہو۔ عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں پانچ تعلیمیں عطا کرتا ہوں۔ خلعتِ نبوت، خلعتِ معرفت، خلعتِ حاجت و حیدرِ صفتِ ابان اور خلعتِ اسلام۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو درست رکھتا ہے اس پر سرجہ برساتا ہے اور جو اللہ کو پہچانتا ہے اس کی نظر میں تمام جنسیں معمولی اور سچ ہیں اور جو شخص خدا کو نیک جانتا ہے وہ کسی کو اس کا منکر نہیں ٹھہراتا اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے وہ ہر چیز سے بخون ہو جاتا ہے اور جو شخص اسلام کی رسی کو غیبی الٰہی سے پہچانتا ہے وہ بھی گناہ و مکر میں نہیں ہوتا ابوالحسن شاذلی نے ان پانچ فہموں کو ہمیشہ پاک رکھا۔ اور ان کو رد و آلود نہیں ہونے دیا آپ کے

پاس رفتہ رفتہ بہت زیادہ لوگ آنا شروع ہو گئے اور ہر کوئی آپ سے ایمان کی دولت اور خزانے لے کر جاتا تھا آپ بخشش کا بے بہا خزانہ تھے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ خلفائے راشدینؓ کے علاوہ آپ ہی کو ہر مرتبہ وعظ گوئی کی اولیت

## عشق حقیقی اور یاد الہی

حاصل ہوئی۔ تاریخی کتب کے حوالے سے یہ چلتا ہے کہ آپ کا ایک بھائی مکہ معظمہ میں مقیم تھے اور انہوں نے وہاں سے ایک خط کے ذریعے یہ تحریر کیا کہ انھیں تین چیزوں کی آرزو تھی۔ اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر قیام کا موقع مل جائے اور دوسرا یہ کہ میری خدمت کے لیے ایک خادم بھی ہو لہذا میری یہ دونوں خواہشیں تو پوری ہو گئیں۔ اب میری تیسری اور آخری خواہش یہ ہے کہ مرنے سے قبل مجھے آپ سے شرف ملاقات مل جائے۔ آپ کے بھائی نے اپنے خط میں آپ کو لکھا کہ خدا سے دعا فرمائیں کہ میری یہ آرزو پوری ہو جائے، اپنے بھائی کے اس خط کے جواب میں یحییٰ بن معاذؓ نے تحریر فرمایا:

”انسان کو بذات خود متبرک ہونا چاہیے تاکہ اس کی برکت سے قیام کی جگہ بھی متبرک ہو جائے دوسرے یہ کہ آپ کو تو عا دم بتنا چاہیے نہ کہ مخدوم۔ سوم یہ کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا۔ لیکن اشارہ بتاتا ہے میں کہ آپ کے عشق حقیقی اور یاد الہی میں کہیں کوئی کمی نہ ہو گئی ہے۔ جس کے باعث آپ کو اپنے عزیز رشتہ دار اور دوست احباب یاد آ رہے ہیں جبکہ انسان کو یاد الہی میں بہت بھاشیوں اور بیوی بچوں کو بھی فراہم کرنا پڑتا ہے کیونکہ وصال خداوندی کے بعد بندہ خود بخود سب کو بھول جاتا ہے اور اگر آپ خدا ہی کو نہ پاسکے تو پھر مجھ سے ملاقات کرنا بے سود ہو گا۔“

اللہ کے برگزیدہ بندوں کی یہ نشان دہی ہے کہ وہ عشق الہی میں دنیا کی تمام رنگینیاں جھیلور عزیز رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنی اولاد تک کو بھلا دیتے ہیں، تب ہی انھیں تصوف و موفت کی منزل ملتی ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذؓ کا دل بے گناہ و صوفیوں کے لیے بیم اور جایہ دونوں چیزیں بہت



ضروری ہیں۔ اس کے دل میں اللہ کا خوف بھی ہو لیکن ساتھ ہی وہ پُر امید بھی ہے۔

**حضرت خواجہ گیسو دراز کا فرمان** | آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی آفت

ایک شروع میں اور دوسری آخر میں ہوتی ہے۔ شروع کی آفت تو یہ ہے کہ عاشق بہت جدوجہد کرتا ہے لیکن مطلوب کو نہیں دیکھتا، یہاں تک کہ اس کا حصول بہت مشکل بلکہ محال سمجھ لیتا ہے اور پھر اس پر ایسی کمبل تا امید طاری ہو جاتی ہے کہ اس کے حصول سے ہی دستبردار ہو جاتا ہے اور ہجر ہی پر اپنے آپ کو راضی کر لیتا ہے۔ حرام نصیبی اس کے ذوق کو کم کر دیتی ہے بشادمانی، فرحت اور اضطراب و اضطراب سب ہی غائب ہو جاتے ہیں اور انسان بالکل فارغ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ دوسری آخر کی آفت یہ ہے کہ محبوب کا وصل نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ فارغ ہو جاتا ہے اور دل میں کہتا ہے اب کیا کرے جو میں چاہتا تھا پایا۔ یہاں تک کہ لذت وصال اور وجدان اس سے مکمل طور پر رخصت ہو جاتا ہے اور وہ فارغ ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور یہی اس کی حرام نصیبی ہے اگر وہ وجدان یعنی وصل و ہجر کی درمیانی کیفیت میں ہے تو دونوں جہان سے درد و درماں کا زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرتا ہے گا اور جب آدمی درد کا خوگر ہو جاتا ہے تو وہی درد و درماں ہو جاتا ہے جو عاشق معشوق کے حاصل کر لینے کے بعد وصل سے ہٹکار ہو جاتا ہے۔

**شیخ ابو علی دقاق** | آپ کی زندگی کا زیادہ تر دور ”مروہ“ میں گزرا۔ اسی دور کے ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مروہ میں شیطان کو افسر وہ

حال اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ تو نے اپنی یہ کیا حالت زار بنا رکھی ہے وہ کون ہے جس نے تمہیں اس قدر ذلت، کرب اور معیبت میں مبتلا کر رکھا ہے، شیطان نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جس خلعت کے لیے سات لاکھ سال سے طالب رہا وہ خلعت اللہ تعالیٰ نے ایک آٹا فروش کو پہنا دی ہے شیطان کا اشارہ حضرت شیخ ابو علی دقاق کی جانب تھا جن کے عشق الہی کے جذبے پر ان کے ہم عصر بھی رشک برپا کرتے تھے۔

www.ataunnabi.com

**حضرت شاہ کلیم اللہ کا قول** | شاہ کلیم اللہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جنت و جہنم کے چکروں میں نہ پڑو، عشق کرو، عشق الہی میں اس قدر ڈوب جاؤ کہ تمہارے دلوں میں اس کی ٹرپ پیدا ہو اور جان کے عشاق کے دلوں میں سلگی آگ سے تو جہنم کی آگ بھی پناہ مانگتی ہے۔

**حضرت ذوالنون کا واقعہ** | حضرت ذوالنون مصریٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے صحرائیں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی کہتا ہے اے بے بدوبے انتہا نعمتوں والے اور اے جو دائر حقیقی بقا والے! میری قلبی نگاہ کو اپنے میدانِ جبروت میں جولانی دے کر نفع متدکر اور میری ہمت کو اپنے لطف سے متھل فرما۔ اور اے رؤف! اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی ساہول سے پہلے دے اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں مجھے اپنا خادم اور طالب رکھ اور اے میرے دل کو روشن کرنے والے اور اے میرے مطلوب حقیقی میرے قصد میں تو ہی میرے ساتھ رہ۔

ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سن کر اس آواز کے پیچھے ہولیا، شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ آواز ایک عودت کی تھی۔ جو ریاضات و مجاہدات کی آگ سے جل کر سوختہ مثل آتش ہو گئی تھی اور اس کے بدن پر ایک اون کا کرتہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا۔ شقت نے اسے بالکل لاغر بنا دیا تھا اور اندوہ نہانی نے فنا کر رکھا تھا اور عشق الہی کی آگ میں پگھلا دیا تھا۔ میں نے قریب جا کر کہا السلام علیک! جواب ملا وعلیک السلام! اے ذوالنون! میں نے تعجب سے کہا لا ازالہ الا للہ! تو نے میرا نام کس طرح جانا، تو نے آج کے سوا مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا، کہا ذوالنون! میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے اٹھا دیے ہیں اور قلب سے اندھا پن کھود دیا، اس لیے مجھے تیرا نام معلوم ہو گیا۔ ذوالنون فرماتے ہیں، میں نے کہا تو اپنی مناجات پھر سنا۔ یہ سُن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا اے نور اور رونق والے! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ اے مجھ سے علیحدہ کر دے کہ جس شے کے شرکاء میں ادراک کرتی ہوں۔ کیونکہ میں اس زندگی سے



بہت متوحش ہوں۔ یہ کہہ کر ذرا سی دیر کے بعد مُردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران و متحیر کھڑا رہ گیا۔  
 حقوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر بولی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ السَّیِّدِی  
 اَکْرَمَہَا (تمام تعریف اللہ کو ہے جس نے اس کو معزز فرمایا) میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ  
 عورت کون ہے اور تم کون ہو اور یہ کیا قصہ ہے؟ کہا مجھے زہرا و لہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی  
 ہے۔ بیس برس سے اس کی یہی حالت ہے، لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہو گئی ہے مگر واقعی  
 بات یہ ہے کہ شوق الہی نے اس کو اس حال پر پہنچایا تھا۔ سبحان اللہ! کسی شاعر نے کیا  
 خوب کہا ہے۔

قَالُوا جَنَّتْ بَمَنْ تَهْوٰی فَقُلْتُ لِمَ ۖ مَا لَذَّةُ الْعِیْشِ اِلَّا لِلْمَجَانِنِ  
 یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق میں دیوانہ ہو گیا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ  
 زندگی کی لذت بھی دیوانوں کو ہی نصیب ہے، (پھر میں کیونکر البیاد دیوانہ نہ بنوں)  
**حکایت** حضرت شیخ ابوالفتح علائی قریشی کا پوری حجب سید محمد گیسو دراز کی خدمت بابرکت  
 میں پہلی بار حاضر ہوئے تو سید صاحب نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے طالب! اگر تو کہیں کسی پر عاشق ہوا ہے تو بتا دے۔ انھوں نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپ کی خدمت میں حاضر  
 ہوا ہوں۔ میں کیا جانوں عشق کیا چیز ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ اس سوال سے تمہارا امتحان اور  
 تمہارا مشرب معلوم کرنا مقصود ہے اس لیے تو سچ سچ بتا دے اور پردہ نہ کر۔ تب حضرت نے عرض  
 کیا کہ ہاں ایک مرتبہ مجھے ایک غیر مسلم عورت کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا لیکن اس کے دیدار کی  
 کوئی صورت پیدا نہ ہوتی تھی۔ ناچار تنگ آ کر گلے میں زمار ڈال کر ایک مندر میں جا بیٹھا۔ جہاں وہ  
 بے حجابانہ آیا کرتی تھی۔ یہ سنتے ہی سید صاحب نے آپ کو بے اختیار گلے سے لگایا اور فرمایا کہ تو  
 میدانِ عشق میں نہایت جری اور عالی ہمت ہے۔ ایسا عالی ہمت اور کہاں پاؤں گا کہ اس کو راہ و  
 رسم حقیقی سکھاؤں۔ واقعی یہ کام عالی ہمتوں کا ہے لیکن عزیز! تو نے ناحق ایمان ایسی بیش قیمت  
 چیز کو ایک عورت کی محبت میں صرف کیا اب اگر تجھے عشق حقیقی کی تعلیم دوں جو ایمان کا ماحصل ہے۔

**حکایت** | حضرت قاضی عید الدین ناگوری نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب میں بغداد سے واپس آیا، بخارا پہنچا۔ ایک بزرگ صاحب نعمت عشق الہی میں والدہ و شیدا سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا تو اس حالت میں پایا کہ وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ یاد حق میں ایسے ڈوبے کہ اپنے جسم و جان تک سے بے خبر۔ میں کئی دن ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ ہر بار جب سجدہ کرتے تو رو پڑتے اور یہ رباعی بڑی الحاح و زاری سے زبان پر جاری ہوتی، حتیٰ کہ بیہوش ہو جاتے جب ہوش میں آتے تو فرماتے اے اللہ ایک سجدہ بھی تیری شانِ بے پایاں کے لائق ادا نہ کر سکا رباعی یہ ہے ۷

دردِ دلِ نعمت تو دند نام سود      یک سجدہ چناں نشد کہ فرام بود  
ہم بودی وہم باشی وہم خواہی بود      نے بدم و نہ باشم و نہ خواہم بود  
اے اللہ! تیری نعمتیں کھاتے کھاتے میرے دانت گھس گئے۔ ایک سجدہ بھی تیرے فرمان کے مطابق ادا نہ ہو سکا۔ تو ازل میں بھی تھا اب بھی ہے اور ابد الابد تک رہے گا۔ میں تو نہ کبھی تھا، نہ اب ہوں نہ آئندہ کبھی ہوں گا۔

**ایک عاشق کی موت** | حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عاشق جان دیتے وقت آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہے تھے۔ عزیزوں نے قریب ہو کر سنا تو محبوب کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے اے اللہ! میں جب تک زندہ رہا تیرے نام کی یاد سے زندہ رہا اب مر رہا ہوں تو تیرے نام کی یاد کو سینے سے لگائے ہوئے ہوں اور جب قیامت کے دن اٹھوں گا تو تیرے نام کا ورد کرتے ہوئے اٹھوں گا۔ یہ فرمایا، اونچی آواز میں لفظ ”اللہ“ زبان سے نکلا اور وصال ہو گیا۔ حضرت بابا فرید الدینؒ نے جب یہ فرمایا تو ان کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا۔ عاشقوں کا وصال ایسے ہوتا ہے پھر یہ دو میت ارشاد فرماتے:

آیم بسر کوئے تو پو یاں پو یاں      تا جاں بدہم نام تو گو یاں گو یاں



رخسارہ نہ آب دیدہ شویاں شویاں ہنجا رومال یار جویاں جویاں  
(میں تیری گلی میں دوڑتا دوڑتا آیا ہوں تاکہ تیرے نام کی تکرار کرتے ہوئے جان دے دوں  
آنکھوں کے پانی رآنسوؤں) سے رخساروں کو دھوئے دھوئے وصال محبوب کے راستے تلاش  
کر رہا ہوں)

## اسرارِ عشق

خواجہ منصورؒ کی ہمیشہ محترمہ کا یہ معمول تھا کہ بغداد کے محرم میں تشریف لے  
جاتیں اور یاد الہی میں مشغول ہوتیں جب واپسی کا وقت ہوتا تو ایک فرشتے  
کو حکم ہوتا کہ اسرارِ الہی کے مشروب سے ایک پیالہ ان کی خدمت میں پیش کرے۔ موصوفہ نوش جاں  
فرماتیں اور اپنے دولت کدہ پر تشریف لے آتیں جب اس حال سے خواجہ منصورؒ آگاہ ہوئے تو تاک  
میں بیٹھ گئے۔ جب وہ محترمہ باہر تشریف لائیں اور حسبِ معمول اپنے مقام مقصود کی طرف روانہ  
ہوئیں، خواجہ منصورؒ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے حتیٰ کہ وہ اپنے مقام پر پہنچ کر عبادت میں  
مشغول ہو گئیں۔ رات کے آخری حصے میں ذکر و فکر سے فارغ ہوئیں تو فرشتہ حسبِ دستور آیا،  
اور مشروب کا پیالہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ موصوفہ نے لے لیا اور پینے میں مشغول ہو گئیں۔ ابھی  
کچھ پیاتھا اور باقی ظرف میں موجود تھا کہ خواجہ منصورؒ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا بہن! میرا حصہ  
کہاں ہے؟ محترمہ نے پیچھے نظر کی اور منصورؒ کو دکھایا تو فرمایا کہ افسوس میرا ازفاش ہو گیا۔ پھر منصورؒ  
سے کہا کہ تیجیے گا۔ تجھے پینے کا حوصلہ نہیں ہے الغرض خواجہ منصورؒ نے وہ مشروب پی لیا۔ جونہی کہ  
اس کا ایک گھونٹ منصورؒ کے اندر گیا بے اختیار ”انا الحق“ بول اٹھا۔ ان کی ہمشیر روئے لگیں  
اور فرمایا منصورؒ تو بڑا تنگ حوصلہ مکلا اور تو نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا۔ جب خواجہ منصورؒ شہر میں  
آئے اور یہی نعرہ لگایا تو انھیں سولی پر چڑھا دیا گیا۔ خواجہ کی ہمیشہ ان کی لاش پر لگیں اور فرمایا،  
اے منصورؒ! میں نے نہیں کہا تھا کہ تم اسرارِ الہیہ کے اس مشروب کو پینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ تو  
نے محبوبِ حقیقی کے اسرار کا انکشاف کیا تو مارا گیا۔ خلقِ خدا نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ منصورؒ جو انور  
تھا کہ محبوب کے راستے میں جان دے دی۔ خواجہ منصورؒ کی بہن نے جب یہ سنا تو مسکراتے ہوئے

فرمایا بے خبرو! اگر میرا بھائی منصور مرد ہوتا تو شربتِ محبت کے ایک گھونٹ سے از خود رفتہ نہ ہو جاتا، وہ مرد نہ تھا۔

**آتشِ عشق** اللہ کا ایک عاشق ہر روز دعا و مناجات میں کہتا ہے اللہ اگر تو مجھے قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں ڈالے گا تو مجھے تیری عزت و جلال کی قسم! آتشِ عشق کی ایک آہ سینہ میں کھینچ کر دوزخ کی ساری آگ کو بھسم کر دوں گا۔ لوگوں نے پوچھا، اے خواجہ! آپ کیسی بات کر رہے ہیں! آتشِ دوزخ کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟ فرمایا اس لیے کہ عاشق کے سینہ کی آگ کے سامنے اگر ہزاروں دوزخ کی آگیں روشن کی جائیں اس کی آہِ سینہ سے ساری کی ساری فنا ہو جائیں گی۔ کیونکہ آتشِ عشق تمام آتشوں سے بالاتر و روشن تر ہے۔ سینہ درویش میں اتنی تند و تیز آتشِ محبت رکھ دی گئی ہے کہ اگر عالمِ سکر میں ایک شعلہ بھی ظاہر کرے تو عرش سے تحتِ الثریٰ تک جلا کر راکھ بنا دے۔

**عالمِ شوق کی بات** خواجہ بابر بدایہ بظامی جب عالمِ شوق و محبتِ حق میں مشغول ہوتے تو تین تین چار چار دن رات عالمِ سرخوشی میں بلند آواز سے یہی کہتے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ۔ جب اس زمین کی بساط کو لیٹ دیا جائے گا اور دوسری زمین کے فرش کو بچھا دیا جائے گا یعنی قیامت کا دن آئے گا۔

**حکایت** ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے ارشاد فرمایا کہ اے درویش! ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ خیرات دے رہی ہے۔ فوراً اٹھا، مگر ڈی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور لیلیٰ کے دروازے پر پہنچ گیا لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا، اٹھی اور اندر چلی گئی۔ مجنوں نے ناچنا شروع کر دیا۔ لوگ طعنہ دینے لگے کہ کیسا یہ ناپ ہے، تجھے کچھ عطا نہیں ہوا بلکہ لیلیٰ نے تو تیری طرف توجہ تک نہیں کی اور تو رقص کر رہا ہے؟ مجنوں نے جواب دیا، چلو اس نے اگر کچھ نہیں دیا تو اتنا تو کیا کہ دیکھ لیا کہ یہ مجنوں ہے۔ بس یہی کافی ہے۔



**حکایت** حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میرے ایک دوست تھے جن کا نام بھیا غریب تھا۔ وہ خدا کے واصیلین میں سے تھے، عجیب صاحبِ درد انسان تھے، راستہ چلتے تو مستوں کی طرح دکھائی دیتے۔ یہ عارف بھی ایک عورت کے عشق میں گرفتار ہوئے۔ معشوق کی دیوار کے نیچے بسیرا تھا۔ وہ معشوقہ سر کھڑکی سے باہر کرتی اور دونوں محو گفتگو ہو جاتے۔ آغازِ شب سے آخرِ شب تک راز و نیاز کا سلسلہ چلتا رہتا۔ یہاں تک کہ اذانِ صبح ہو جاتی اور وہ خیال کرتے کہ عشا کی اذان ہو رہی ہے جب اچھی طرح غور کیا تو معلوم ہوا کہ فجر ہو چکی ہے۔

اسی دوران ہاتھ غیب نے آواز دی کہ اے جوان! ایک عورت کے عشق میں تو ازلِ شب سے آخرِ شب تک بیدار رہتا ہے کبھی خداوندِ جل و علا کے عشق میں ایک رات بیدار ہو کر نہ دیکھا۔ جب یہ آواز سنی۔ اس سے توبہ کی اور مشغولِ حق ہو گیا۔ حضرت شیخ الاسلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اسرارِ الہیہ میں سے تھا کہ وہ عشقِ مجاز سے واپس عشقِ حقیقی میں لوٹ آیا۔ پس جو شخص اس قسم کا ذوق حاصل کر لے پھر وہ غیر سے کیسے محبت اختیار کر سکتا ہے۔

**حکایت** قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن حکم ہوگا کہ مجنوں کو پیش کرو۔ جب حاضر ہوگا تو فرمان ہوگا کہ ان اولیاء کو جو ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، مجنوں کے پاس لاؤ۔ جب سب حاضر ہو جائیں گے تو وہ فرمائے گا کہ اگر محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو تم بھی ایسا ہی کرتے جیسا مجنوں نے کیا، جب تک زندہ رہا لیلیٰ کی محبت میں غرق رہا۔ مرا تو اس کی محبت میں غرق ہوا اور اب جب محشر کے دن اٹھا ہے تو اسی کی محبت میں غرق ہے۔ یہ معیارِ محبت ان لوگوں کے لیے ہے جو دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں انھیں چاہیے کہ اپنی محبت میں ثابت قدم رہیں تاکہ محبت سے ایک ذرہ بھی کم نہ ہو بلکہ روز بروز زیادتی ہوتی ہے۔

**اظہارِ شوق** | حضرت خواجہ شمس الدینؒ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ موضع بل پھیک ماری کے چند مرد اور عورتیں زیارتِ حرمین شریفین کی غرض سے میر غریب خانے میں آئے اور انہوں نے حرمین کی زیارت کا شوق ظاہر کیا۔ ہم نے انہیں خوراک کے طور پر سولہ ٹوپے آمادیا اور سمجھ لیا کہ ان کے مصائب برداشت کرنے کی وجہ محض عشق ہے، عشق جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

**اہلِ عشق اور اہلِ عقل** | حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا قول ہے کہ فقرا اہلِ عشق ہیں اور علماء اہلِ عقل ہیں اسی لیے ان میں تضاد ہے اس لیے ایسے گروہ سے وابستگی پیدا کر، جس میں عشق و عقل ہر دو موجود ہوں۔ یہ گروہ انبیاء کا، راہِ سلوک میں عشق فقرہ عقل علماء پر غالب ہے۔

**عشق کی آگ کا اثر** | ایک مرتبہ حضرت بابا فریدؒ نے ایک شخص کو فرمایا کہ عشق کی آگ جیسے ہے جو سولے دردِ ویش کے دل کے اور کہیں قرار گزیں نہیں ہوتی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی صاحبِ دردِ غلبہ شوق سے ایک آواز اپنے سینے سے نکال دے کہ تمام جہاں مشرق سے لے کر مغرب تک اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب جل کر خاکستر ہو جائے۔

**اہلِ عشق کی تخلیق** | زیادہ لمبیں میں لکھا ہے کہ جس دن حق تعالیٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہلِ عشق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو شوق و اشتیاق کی نظر سے اور انوارِ تجلیات و اسرارِ عشق کے خیال سے ایک زمین کی خاک پر نگاہ توجہ مبذول فرمائی۔ وہ خاک حرکت میں آکر عالمِ سکر میں چلی گئی اور بے اختیار پکار اٹھی انا المشتاق فی لقاء رب العالمین میں رب العالمین کے دیدار کی مشتاق ہوں، پھر اہلِ عشق کو اس خاک سے پیدا فرمایا، یہی وجہ ہے کہ فقرا ابتداءً آفرینش سے بحرِ محبت و عالمِ سکر میں غرق ہیں۔



## عاشق صادق کا عشق

شوق محبت کا اعلیٰ ترین جذبہ ہے اور عاشق صادق میں ہمیشہ یہ ذوق و شوق موجود ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قدرت لانہایت ہے پس جب عاشق صادق کسی روحانی حالت پر فائز ہوتا ہے، تو وہ موجودہ حالت کو ناقص سمجھتے ہوئے دوسری ماورائی (آگے پیش آنے والی) حالت کو زیادہ مکمل حالت سمجھتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

حزنی کحسنتک لا لدا امد یتنھی الیہ ولا لدا امد

حزن میرا، حسن تیرا دونوں ہیں لا انتہا ایک ہی منزل یہ گویا حق نے ان کو کر دیا

محبت کا یہ شوق جو دل میں پیدا ہوتا ہے وہ کسی نہیں ہے (کوشش و تدبیر سے اس کا تعلق نہیں ہے) بلکہ ایک خدائی دین ہے جو اللہ کے خاص محبوبوں کے لیے مخصوص ہے۔

## اللہ کے عاشق کی آہ و فغاں

حضرت سابعہ بصریؒ فرماتی ہیں کہ اللہ کے عاشق کی آہ و فغاں کو اس وقت تک چین نہیں ہوتا جب تک اس کی رسائی محبوب کے پاس نہ ہو جائے، لہذا آپ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے ہیں جو عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

لغصی الابلہ وانت تطهر حبہ  
الفت حق کا ہے دعویٰ اس پہ نافرمانیاں  
ہذا العمری فی الفعّال بعب  
اللہ کس قدر دیکھو تو ہے حیرت کی بات  
لو کان حبک صادقاً لا طعتہ  
ان المحب لمن یحب مطیع  
دعویٰ الفت اگر سچ تھا تو ہونا تھا مطیع  
عاشق صادق تو کرتا ہے سدا طاعت کی بات

## عشق حقیقی کا اثر

جب سیدنا یوسف علیہ السلام کی شادی زلیخا سے ہو گئی اور دین یعقوب علیہ السلام میں داخل ہو گئی تو اس نے ذکر الہی میں مشغولیت اختیار کر لی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک دن ان کے پیچھے دوڑے اور وہ آگے سے بھاگ گئیں تب سیدنا یوسفؑ نے ان سے پوچھا کہ زلیخا ایک دن تھا جب تو میرے

پیچھے دوڑتی تھی اور میں آگے سے بھاگتا تھا آج میں تیرے پیچھے دوڑتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگ رہی ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ زلیخا نے کہا اے یوسف اس وقت میری خدا تعالیٰ کے آشنائی نہ تھی اس کی عبادت سے ناواقف تھی۔ تیرے بغیر میرا کوئی اور آشنائے تھا تیرے ساتھ میری دلچسپی تھی لیکن جب سے میں نے حق تعالیٰ کی شناخت حاصل کر لی ہے اور اس کی عبادت میں مشغولیت حاصل کر لی ہے۔ اب مجاہدہ سے مشاہدہ کی منزل مل گئی ہے اور اس کی دوستی نے میرے دل میں جگہ لے لی ہے اب اے یوسف! تو اور تجھ سے ہزاروں بہتر میری نظر میں نہیں جیتے۔ جب مجھے حق تعالیٰ سے الفت ہوگئی اس کے بعد غیر سے محبت کہوں تو جھوٹی ہوگئی عاشق صادق نہ ہوگئی۔

**انتہائے عشق کا واقعہ** | حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رویت باری تعالیٰ کی درخواست کی اور مناجات میں یہ عرض کیا رب ارقی انظر الیک اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تم ہماری بارگاہ میں بے ادبی کے مرتکب ہو رہے ہو۔ میں نے محمد پیغمبر آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو میرے محب ہیں ان سے اور ان کی امت سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے سوا میرا دیدار کوئی اور نہ کر سکے گا۔ چونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام محبت و شوق الہی سے مالا مال تھے۔ بات پردھیان نہ دیا اور تقاضا کیا۔ حکم نبو اے موسیٰ! میں تجلی کروں گا لیکن تو تاب دیدار نہ لاسکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، مولا میں برداشت کروں گا۔ حکم ہوا موسیٰ! طور پہ آؤ، نیاز مندانہ طریق سے نماز گزارو اور ذرہ نوا احترام سے بیٹھو۔ تاکہ ہم جلوہ فگن ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے حسب فرمان عمل کیا۔ انوار تجلی کا ایک ذرہ ان پر جلوہ افروز ہوا۔ کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ تین دن رات ایسے پڑے رہے کہ جسم و جان کی ہوش تک نہ رہی۔ ختم موسیٰ صعقا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) اس وقت ندا آئی اے موسیٰ! ہم نہ کہتے تھے کہ تم تاب دیدار نہ لاسکو گے، ایک ذرہ تجلی سے بے ہوش ہو گئے اور ہمارے بھید کو آشکار کر دیا۔ آخر زمانے میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں میرے



ایسے بندے پیدا ہونگے کہ ہر روز ہزار بار انوار تجلیات ان پر فیا پاش ہونگے اور وہ ذرہ برابر حد تجاوز سے نہ گزریں گے بلکہ فریاد کریں گے کہ انا مشتاق الی الحبیب ہم تو دوست کے طلبکار ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دولت دیدار انوار عشق سے مشرف ہوئے تو جو نقاب رو مبارک پر کرتے نور عشق کے سانس سے حل جاتا۔ چنانچہ سونے اور چاندی کے تاروں سے ایک نقاب تیار کر کے پہنا مگر وہ بھی حل کر رکھ ہو گیا۔ حکم ہوا، موسیٰ! اگر تم ایسے ہزار نقاب بھی پہنتے رہو تو یہ نہ میں گے، جاؤ کسی گودری پوش فقیر سے سوت کا کپڑا مانگو اس سے برقعہ بناؤ اور چہرے پر اڑھاؤ کیونکہ یہ برقعہ نہیں جلے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور اس نقاب کا ایک تار تک نہ جلا۔ اس موقع پر حضرت قطب العالم پر رقت طاری ہو گئی، فرمایا اے درویش! فقیروں کا وجود اور جو کچھ اس کے اندر ہے سب کا سب نور الہی کے تانے بانے سے بنا گیا ہے تو وہ کیسے حل سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ درویشوں کا خمیر خاک عشق و انوارِ حق سے اٹھایا گیا۔

**حضرت ابراہیم کا عشق الہی** | حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی آگ میں جلنے کا قطعاً کوئی ڈر خوف نہیں تھا۔ کیونکہ جب غرو دے انہیں آگ میں پھینکا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ سے کسی عقوبت یا ایذا کے بجائے راحت و سکون میسر آیا تھا انہیں اس آگ میں سے بھی لذت الہی نصیب ہوئی تھی، ان کی آگ میں پڑتے سے ملنے والی لذت کسی جنتی کی راحت فردوس سے بھی زیادہ سکون بخش تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے دوست تھے۔ وہ عشق الہی میں سب کچھ بھول چکے تھے اسی لیے انہیں غرو کی آگ اور اس کی المناک تیش اور جلن کی بھی کوئی پروا نہ تھی۔

جس عاشق الہی کا دل و جان پہلے ہی اپنے پروردگار کے عشق اور طلب میں سوخت ہو چکا تھا اس پر بھلا آتش غرو کیا اثر کر سکتی تھی۔ کسی جلے ہوئے کو آگ کیا جلانے گی۔ ایسی صورت میں تو

آگ کو خود یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ وہ خود برودت میں تبدیل ہو جائے گی۔ حالانکہ آگ کا وصف فعل جلانا ہے لیکن پہلے سے سوختہ لوگوں کو جلانے کے لیے آگ خود ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو معرفت الہی اور آتش عشق حقیقی سے پہلے ہی آتش نرود سے کہیں بڑی آگ کا مزہ چکھ چکے تھے۔ انہیں بھلا یہ نرودی آگ کیا کہہ سکتی تھی۔ اسی آتش حقیقی کے باعث آتش نرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے سے معذوری کا عملی اظہار کر دیا تھا۔ اس طرح اپنی اذلی صفت کے برعکس غالب آنے کے بجائے مغلوب ہونا قبول اور پسند کر لیا تھا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عشق حقیقی کی آگ میں جل کر ہر طرح کی آتش سے بلند و بالا ہو چکے تھے۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم فرمایا تھا کہ **يَنَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ**۔ (اے آگ! تیرا کام اور صفت اگرچہ جلانا ہے لیکن تو اب اس قدر سرد اور ٹھنڈی ہو جا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تو سلامتی بن جائے۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ساتھ اپنے دوست اور طالب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نرود کی بھڑکانی ہوئی آگ کو ایذا رسانی کی بجائے برودت میں بدل کر باعث سلامتی اور سکون بنا دیا تھا لہذا اس نرودی آگ نے حضرت ابراہیم کو نہ جلایا اور نہ عقوبت اور اذیت ہی پہنچائی بلکہ جلانے کے بجائے ٹھنڈک اور برودت بخشی، اور ایذا اور جلن کے بجائے سکون اور سلامتی بلکہ راحت بخشی۔

**عشق کی مستی** | ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کی مجلس میں حضرت مولوی معظّم دین صاحب مولوی نے عرض کیا کہ آج سیال شریف کے تمام ارادتمندوں کی یہ حالت ہے کہ ان پر عشق کے غلبے کی وجہ سے وجد کی کیفیت چھائی رہتی ہے۔ چنانچہ اسی وقت مولوی فتح محمد سکنہ سلیمانہ محبت کے جذبے سے اٹھ کر وجد کرنے لگا اور عشق کی مستی میں گریہ و نادی کرنے لگا۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا: عشق بمنزلہ جنون کے ہے اور جنون کی کئی قسمیں ہیں اس لیے صوفیاء کے وجد کے مختلف اسباب ہیں۔



**اظہارِ عشق کی ممانعت** | ایک مرتبہ لوگوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھ کر حضرت حق سے محبت اختیار کی؟

فرمایا ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ آئینہ محبت میرے سامنے کیا گیا۔ جب میں نے نظر کی، ایک محبوب صورت کو دیکھا، عاشق ہو گیا۔ میں رونے اور استغفار کرنے لگا۔ میں نے توبہ کی اور عرض کیا کہ یہ نعمت مجھے عطا کی جائے۔ حضرت حق سے کہا گیا کہ یہ نعمت ہم نے تمہیں عطا کی مگر تمہیں ہمارے راز کسی کے سامنے اظہار کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر ایسا کرے گا تو ہمارے اعتماد کے قابل نہ رہے گا۔

**حکایت** | حضرت خواجہ حسین الدین چشتیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم خواجہ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ذرا کرتے اور بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے۔ جو نبی خواجہ

ساحب نے اللہ تعالیٰ کا نام سنا ایسا ذوق اور درد پیدا ہوا کہ عالم محویت میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ کبھی ہوش میں آتے اور کبھی بے ہوش ہو جاتے۔ جس وقت ہوش میں آتے تو خدا کا نام زبان پر لاتے پھر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو تازہ وضو کے دو گانہ ادا کیا اور سرحدہ میں رکھ کر یا اللہ کہا اور جاں بحق ہوئے۔ خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ہے

عاشق ہوئے درست بیہوش بود      وز یادِ محبِ خویش مدہوش بود  
فرط کہ بحشر خلق حیراں باشد      نام تو در دونِ سینہ و گوش بود

**عجیب عشق** | محمد اکرم نامی ایک بزرگ تھا اس نے اپنے نفس پر مجاہدے کا بوجھ ڈالا ہوا تھا۔ چنانچہ ہر نماز کے وقت وضو کی بجائے غسل کرتا تھا اور اسی وجہ

سے سردیوں کے موسم میں اس کے ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے تھے۔ ایک دن وہ غسل کر کے آ رہا تھا، اور سردی اور ضعفی کے غلبے کی وجہ سے زمین پر گر پڑا۔ ایک عورت نے ہنس کر کہا یہ عجیب عشق ہے کہ سردی اور ضعفی کی شدت کے باوجود بھی نہانے سے باز نہیں آتے۔ محمد اکرم نے کہا اے نادان عورت! میری حالت پر تمہیں کیوں تعجب ہے؟ اگر تمہیں اپنا خاوند چھوڑ دے تو کیا

نم خوش رہو گی؛ اور اگر ہمارا حقیقی خداوند ہمیں چھوڑ دے تو اس میں کیا تعجب ہے۔  
**غلبہ عشق** | حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے فرمایا ہے کہ جب صوفی کے وجود پر عشق  
 غلبہ کر لیتا ہے تو اس کے سلوک کی تمام منزلیں طے ہو جاتی ہیں اور اسے کسی چیز  
 سے لگاؤ نہیں رہتا بلکہ شیخیت کا خیال تک بھی اس کے دل سے چلا جاتا ہے۔ مولوی معظّم دین  
 صاحب مرووی نے عرض کیا کہ جب سالک عشق کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو وہ مذہب کی  
 اتباع کس طرح کر سکتا ہے؛ فرمایا عشق ایک آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو کھا جاتی ہے  
 اس کی وجہ سے صاحب عشق پر محبوب کی طرف خود بخود راستہ ہموار ہوتا چلا جاتا ہے۔  
 آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے کہ عشق بہترین وافع خطرات اور قاضی الحاجات ہے۔  
 یعنی جب عاشق پر معشوق کی محبت غالب آجاتی ہے تو اسے جو حاجت اور مصیبت بھی پیش  
 آئے وہ تنگ نہیں ہوتا بلکہ اسے دوست کی یادگار سمجھتا ہے۔

**تخلیق عشق کا قصہ** | حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا ہے کہ اے درویش!  
 جس دن حق تعالیٰ نے عشق پیدا فرمایا۔ لاکھوں اس سے ریشے  
 محبت کے تخلیق کیے، پھر آواز دی، سب موتوں کی ارواح جمع ہو جائیں۔ فرشتوں کو حکم دیا کہ  
 عشق مجسم صورت میں بعد کرشمہ و نازاں کے سامنے لایا جائے۔ وہ رو میں جو عشق و محبت حق  
 کے قابل تر تھیں اور سلسلہ عشق اور ریشہ محبت کو مضبوطی سے پکڑنے کی صلاحیت رکھتی تھیں  
 وہ پہلی دفعہ ہی دریائے عشق میں غرق ہو گئیں اور ان کا نام و نشان تک نہ رہا۔ یہ رو میں انبیاء  
 اور اولیاء عشاق کی تھیں۔ بعض دیگر ارواح کو صرف جو دیدار میں مستغرق رہیں وہ اہل مجاز کی رو میں  
 تھیں۔ لیکن جو اہل مجاز دولت حقیقت سے سرفراز ہوتے ہیں تو انھیں اپنی قدر کا شعور ہو جاتا ہے  
 اس وقت حضرت اقدس کی مبارک آنکھیں نمناک ہو گئیں اور یہ رباعی ارشاد فرمائی:

چنداں ناز است ز عشق تو بر سر من      یا در غلطم کہ عاشقی تو بر من  
 یا در سرا میں غلط شود آئیں سر من      یا خیمہ زند وصل تو اندر بر من



تیرے عشق سے میرے دل میں اتنا ناز پیدا ہو گیا یا میں غلطی میں ہوں کہ تو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے۔ یا تو یہ خیال میرے دل سے نکل جائے یا میرے پہلو میں تیرا دل خیمہ زن ہو جائے۔

**عاشقوں کے دل کا دلولہ** | حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کا ارشاد ہے کہ اے

درویش! عاشقوں کے دل میں جو دلولہ و زمزمہ عشق موجود ہے اسی دل سے ہے حب یہ اس کے والہ و شیفتہ ہو گئے۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اتنی خوبصورت نعمتیں تمہارے دل میں سکونت پذیر ہو گئی ہیں، روح جو جملہ اعضاء انسانی کی بادشاہ ہے، تخلیق کے وقت ہی دل سے چلی ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں عشق ہے وہاں دل ہے۔ ان باتوں کی قدر وہی جانتا ہے جس کے دل میں اسرار و انوار و دست مسکن پذیر اور عشق کے ڈیرے ہوں۔

**عشق جو ہر گراں بہا ہے** | حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا قول ہے کہ دراصل حق بل شاتہ کا عشق وہ جو ہر گراں بہا ہے جس کی

قیمت کوئی جوہری بھی لگانے سے قاصر ہے۔ یہ وہ نعمت ہے بہا ہے کہ جو کسی مقرب فرشتے کو بھی عطا نہیں کی گئی بلکہ انسان کو دی گئی۔ جس کے سر پہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ رَہْمَ لَہِ بنی آدم کو کرامت دی) کا تاج رکھ دیا۔ جب عشق کی تخلیق کی گئی تو خلاق عالم نے فرمایا اے عشق! تمھارا مسکن و جائے قرار درد مند انسانوں کے دلوں میں بنا دیا ہے۔ جاؤ اور وہاں رہو۔

پھر حضرت اقدس نے دفور شوق میں یہ رباعی ارشاد فرمائی،

گفتہ منما مگر تو جانان منی      اکنوں کہ نگہ بھی کم جان منی  
مرتد گدم اگر ز من برگزری      اے جان جہاں تو کفر و ایمان منی

اس میں نے عرض کیا محبوب شاید تو میرا معشوق ہی ہے۔ اب جب دیکھتا ہوں تو تو ہی میری جان نظر آتا ہے۔ اگر تو مجھ سے چلا جائے تو مرتد ہو جاؤں گا۔ گویا اے جان جہاں! تو میرا کفر و ایمان ہے۔

حضرت شیخ عزازین مستودع کا قول  
**ارواح کا شوق سے لطف اندوز ہونا** ہے کہ ارواح جب شوق سے

ملتفت ہوتی ہیں تو مشاہدہ کے ذریعہ ان پر ایسے کچھ کے لگتے ہیں کہ معبود کی حیثیت سے اللہ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا اور یہ کیفیت یہ بتاتی ہے کہ حادثہ شے کبھی قدیم کا ادراک نہیں کر سکتی اور صفات باری واصل بالحق ہونے کا ذریعہ ہو جاتی ہیں۔ پھر عاشقوں کے دل معرفت کے پردوں سے پرواز کرنے لگتے ہیں اور یہی شوق و محبت انھیں انوار انس کی منزل پر لے جاتا ہے اور قلب سلیم درس وفادے کہ ہر چہار جانب سے مزی و مصفا کر دیتا ہے۔ داہنی طرف عطا ہوتی ہے تو یائیں جانب تمتا اور آگے جذبہ ملاقات ہوتا ہے اور عقب میں صرف بقارہ رہ جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ چشمہ وحدانیت  
**عارفوں کے کلام میں آتش عشق** سے حاصل ہونے والا علم عظیم ہوتا ہے۔ وہ

بایں ہمہ کلام الہی ہوتا ہے اور اس کلام الہی سے مانوس ہونے والوں کی محبت شدید ہوتی ہے محبت کی اس شدت میں لامحالہ پیش اور جگر سوزی بھی ہوتی ہے، یہی کلام الہی سے محبت اور دارفتگی ہی عارفوں کی آتش عشق ہوتی ہے اس آتش عشق الہی سے عارفوں کو راحت و تسکین میسر آتی ہے اس حالت میں عارف کا کلام و ارشاد، عارف کو بھی سکون و راحت بخشتا ہے اور سامنے والوں پر بھی بجا طور پر اپنا اثر کرتا ہے۔ عارفوں کا کلام سامعین کی روح و قلب کو سکون و انبساط بخشتا ہے۔ اس لیے عارفوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے معتقدین کے ساتھ اسی معیار اور سطح کا کلام فرمائیں کہ جس کے وہ متحمل ہو سکیں۔ چونکہ عارف کے کلام میں بہت زیادہ قوت اثر ہوتی ہے اس لیے عارف کو چاہیے کہ وہ اپنے سامعین کے ظرف و طلب کے مطابق کلام کرے، معرفت کی دقیق باتیں اور اسرار لوگوں کی ہمت اور استطاعت کے مطابق ان پر بیان کرے۔ عارف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر وہ کلام کرے تو زبان حال، اور



لوگوں کی وضاحت کے مطابق بات کرے لیکن احتیاط و حزم کو اپنے ہر جملے اور پورے کلام میں ملحوظ رکھے۔

**حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا قول** | ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی مجلس میں مولوی فخر الدین لاہوری نے

عرض کیا کہ فاسد خیالات کی وجہ سے نماز اوراد وادکار میں حضور قلب کا سرور حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا سالک کو چاہیے کہ اپنے اوراد کے قبول ہونے کے متعلق نہ سوچے، اگرچہ سلوک کا دائرہ مدار جذبہ قلبی پر ہے لیکن کسی طرح بھی وظیفہ ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ عاشق کو معشوق کے راستے میں جان تک بھی قربان کرنی پڑتی ہے۔

آپ ہی کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ عشق اور کستوری کو جس قدر چھپایا جائے آخر کار وہ خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور حسن بھی اسی زمرے میں آتا ہے اسے جتنا پردوں میں چھپایا جائے پھر بھی ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

**عشق الہی کی ابتدا کیسے ہوگی** | حضرت سلطان العارفين نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کو پانے کے لیے راہِ محبت میں قدم رکھے اور ریاضت و

مشقت اپنے اوپر گوارا کرے تو اسے چاہیے کہ بارہ سال شریعت میں اس طرح محنت اٹھائے کہ ہمیشہ قائم الدلیل اور سالم الدہر ہے اور بارہ برس تک طریقت میں ریاضت کرے کہ ماسوی اللہ کو طلاق دے دے اور بارہ برس حقیقت میں ریاضت کرے کہ بحر حق تعالیٰ کے اوکسی کی طلب نہ رہے اور بارہ برس معرفت میں مرتاض رہے اور اس میں محو ہو جائے۔ اس کے بعد عشق و محبت میں آنکھیں کھولے۔

پھر فرمایا ہے کہ فقیر فتانی اللہ عشق الہی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ گیارہ چیزوں کو ترک نہ کرے۔ اول اکیر، دوم تکبیر، سوم علوم، چہارم ذکر، پنجم فکر، ششم امید، ہفتم بیم، دوزخ، ہشتم طلب دنیا و زر و مال وغیرہ، نہم رجوعاتِ خلق، دہم ناموس، یازدہم

مجلس اہل دنیا۔

تا وقتیکہ فقیران تمام چیزوں کو ترک نہ کرے راہِ ربانی اسے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان تمام چیزوں کا تعلق اس سے ہے۔

**راہِ عشق** | حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سمرقند میں ایک درویش کو دیکھا جو عالمِ تعمیر میں تھا میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کب سے یہ بزرگ عالمِ تعمیر میں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بیس سال سے۔ الغرض میں کچھ مدت ان کی خدمت میں رہا۔ ایک دفعہ اسے عالمِ سمو میں پا کر اس سے پوچھا کہ جس وقت آپ عالمِ تعمیر میں ہوتے ہیں تو کیا تمہیں آمد و رفت کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ درویش نے کہا کہ اے یارو! جس وقت درویش دریائے محبت میں غرق ہوتا ہے تو جو کچھ تجلیات کے اسرار اس پر نازل ہوتے ہیں اسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس یہ عشق بازی کی راہ ہے جس نے اس میں قدم رکھا وہ جان سلامت نہ لے گیا۔

**حکایت** | حضرت احمد معشوق کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ جاٹسے کے موسم میں چلے کی رات نصف شب کے قریب جب باہر نکلے تو پانی میں چلے گئے اور دل میں ٹھان لی کہ جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں، ہرگز پانی سے باہر نہیں نکلوں گا آواز آئی کہ تو وہ شخص ہے جس کی شفاعت سے قیامت کے دن بہت سے آدمی بخشے جائیں گے۔ لیکن حضرت شیخ احمد نے کہا کہ میں یہ بات پسند کرتا۔ مجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں کون ہوں؟ اس پر عالمِ غیب سے پھر آواز آئی، میں نے حکم کیا ہے کہ تمام درویش اور عارف میرے عاشق ہوں اور تو میرا معشوق ہو۔ پھر خواجہ صاحب دہاں سے باہر نکلے جو شخص آپ کو ملتا السلام علیکم احمد معشوق کہتا۔

**عشق مجازی سے توبہ کا اثر** | نقل ہے کہ ایک شاہی صنگی تھا وہ پاتانہ صاف کرنے کے بے محل میں گیا تو اتفاقاً اس کی نظر شہزادی پر



پڑ گئی اور وہ اس پر عاشق ہو گیا مگر اپنے کمینہ پن اور اس کے علو مرتبہ کو دیکھ کر کہ یہ وصل تو ناممکن ہے ناامید تھا۔ مرضِ عشق نے جب غلبہ کیا تو وہ بہت بیمار ہو گیا اور بجائے بھنگی کے اس بھنگی کی عورت پانچا نہ صاف کرنے لگی۔ کشتِ دل کا اثر مشہور ہے۔ شہزادی کے دل میں بھی اس کے عشق کا اثر ہوا، کچھ عرصہ کے بعد اس بھنگی کی عورت سے شہزادی کہنے لگی کہ اب تیرا خاوند کیوں نہیں آتا؟ اس نے کہا وہ بیمار ہے، شہزادی نے کہا ہم شاہی طبیب اس کے محلے کے واسطے بھیج دیں۔ اس کو کیا بیماری ہے۔ اس پر جب شہزادی نے بہت اصرار کیا اور بھنگن کو سخت دھمکی دی کہ بتا اس کو کیا بیماری ہے؟ تو ماتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور! اگر جان کی امان ملے تو عرض کروں۔ شہزادی نے امان دی تو اس نے کہا حضور! اصل بات یہ ہے کہ بیماری تو اسے کچھ نہیں، وہ حضور کو دیکھ کر آپ کا عاشق ہو گیا ہے۔ اب جو دیدار ممکن نہیں اس غم سے لاچار ہو کر قریب المرگ ہو گیا، شہزادی نے کہا یہ اختیاری بات نہیں، اگر میرے دیکھنے سے اس کی جان بچ جائے تو میرا کوئی نقصان نہیں مگر مجبوری یہ ہے کہ میرا مرتبہ مجھے اس کے سامنے آنے سے مانع ہے کیونکہ باعثِ بدنامی ہے۔ میں ایک ترکیب بتاتی ہوں اگر وہ اس پر عمل کرے تو شاید مجھے دیکھ سکے۔ اور اس کی جان بچ جائے، وہ یہ ہے کہ وہ فقیرانہ شکل بنا کر دریا کے کنارے پر بیٹھ جائے اور تورات کو اسے روٹی وغیرہ کھلا دیا کر۔ وہ تمام دن اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے یعنی اللہ اللہ کرتا رہے۔ اور کسی طرح کا خیال دل میں نہ رکھے۔ اگر کوئی اس کو نقدی یا کھانے کی کوئی چیز نذر دے تو اس کی طرف مطلق توجہ نہ کرے اور اگر کوئی اٹھا کر لے جائے تو اس کو منع نہ کرے۔ چند روز میں جب اس کی شہرت ہو جائے گی تو امیر و وزیر وغیرہ سب اس کی زیارت کو جائیں گے، پھر بادشاہ بھی جائے گا۔ پھر میں بھی بادشاہ سے اجازت لے کر اس کے پاس چلی جاؤں گی۔ اور اسے ملنے اور بات چیت کرنے کا خوب موقع مل جائے گا۔ چنانچہ جب اس کی عورت نے یہ بات اس بھنگی کو سنائی تو اس نے بخوشی قبول کیا اور اسی وقت وہاں سے کنارہ دریا پر جا بیٹھا اور نامِ خدا میں مشغول ہو گیا اور پھر ایسی حالت بنا لی کہ اگر کوئی نذر پیش کرتا تو اس کی طرف توجہ نہ کرتا اور جو کوئی رکھ جاتا اور دوسرا

اٹھالے جاتا تو اسے منع نہ کرتا۔ رفتہ رفتہ تمام شہر میں اس کی شہرت ہو گئی۔ لوگ اس کے پاس آنے لگے اور ندریں وغیرہ بھی لانے لگے مگر اس نے کسی کی طرف دھیان نہ کیا اور اللہ کرتا رہا۔ ہوتے ہوتے بادشاہ کو بھی خبر ہوئی۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو اس کا حال دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا کہ کیا واقعی وہ سچا اور دنیا سے بے تعلق فقیر ہے۔ چنانچہ وزیر نے جا کر ندر پیش کی اس نے کچھ توجہ نہ کی نہ اس کی طرف دیکھا، وزیر نے یہ حال بادشاہ کو سنایا کہ واقعی اس کا ایسا ہی حال ہے، کہ دنیا کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ اگلے روز خود بادشاہ بھی گیا اور اس کو ویسا ہی پایا۔ رات کو شہزادی نے پوچھا کہ سنا ہے آج آپ کسی فقیر کے پاس تشریف لے گئے تھے اس کو کیا پایا، بادشاہ نے کہا کہ وہ فقیر بہت ہی سچا اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہے۔ شہزادی نے عرض کیا کہ میں بھی اس کی زیارت کروں، بادشاہ نے اجازت دی کہ تم کو اختیار ہے جب چاہو چلی جاؤ۔ ایسے شخص کی زیارت ضرور کرنی چاہیے۔ شہزادی نے اس کی عورت یعنی بھگن کو کہا کہ اس سے کہہ دینا کہ میں صبح کو آؤں گی اب تیرا کام ہو گیا اور دلی مراد ہو گئی۔ اس بھگن نے جا کر اسے خبر کی، اس نے دل میں سوچا کہ میں نے آج تک یہ کام محض جھوٹ موٹ ایک نفسانی غرض کے لیے کیا تھا جس کے نام میں اس قدر تاثیر ہے کہ میرے جیسے ناچیز اور حقیر کے پاس بڑے سے بڑے اعلیٰ مرتبہ والے بادشاہ کو بھیج دیا تو اگر میں سچے دل سے اس کا نام لوں پھر معلوم نہیں کہ اس سے بھی زیادہ اور کیا نعمتیں ملیں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ زار زار رونے لگا اور اپنے پہلے ارادے سے نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کر کے اس نے دعا کی کہ خداوند مجھے اپنا دیدار دکھا دے۔ جب تیرے نام میں اتنا اثر ہے تو پھر آپ تو خبر نہیں کتنا خوبصورت ہو گا۔ اور جب میں نے جھوٹ موٹ مکر کے لیے تیرا نام لیا اور تو نے اتنے بڑے بادشاہ کو میرے پاس بھیج کر میری عزت کرادی تو اب جبکہ میں سچے دل سے تجھے پکارتا ہوں تو ایسا رحیم و کریم ہے کہ تو خود بھی ضرور ہی میرے پاس آجائے گا اور مجھے اپنا دیدار دکھا دے گا اسی طرح تمام رات روتا رہا، جب پچھلی رات ہوئی تو معجز و نزاری اس کی بارگاہِ الہی میں مقبول ہو گئی اور فرش سے عرش تک اس کو انکشاف ہو گیا اور بہشت کی حویں میں اس کو دکھائی دینے لگیں، صبح کو



شہزادی اس کے پاس گئی مگر وہ مطلق اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اور حوران بہشت اس کی طرف نظر اٹھا کر زیارت کر رہی تھیں اور تجلیات ذات الہی اس پر وارد ہو رہی تھیں اور مشاہدہ جلال الہی میں مستغرق ہو رہا تھا۔ باندیوں نے کہا کہ یہ شہزادی بیٹھی ہے اس کے ساتھ کچھ بات چیت کرو۔ اس نے بڑی دیر کے بعد جواب دیا کہ اب مجھے شہزادی کی کچھ پروا نہیں، شہزادی سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر حسین و جمیل حوریں اس وقت میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔ شہزادی نے یہ سنا کر ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور کہا بیوفا تیری مرشد تو میں ہی ہوں۔ تو آپ تو حوروں اور بہشتوں کے تماشے میں مشغول ہو گیا اور وہاں تک چلا گیا اور میں یہیں رہی، مجھے بھی تو اپنے ساتھ یہ تماشے دکھلا۔

پیائے رسول ﷺ  
کی  
پیاری عنائیں  
مرتبہ  
عالم فقری

www.Ahlesunnat.com

## باب

## یقین

یقین اجزائے ولایت میں سے ایک اہم جزو ہے جس پر حصول ولایت کے اعمال کا دارومدار ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر یقین کامل اور بچتہ ہوگا تو قرب الہی بہت جلد حاصل ہوگا اور روحانیت کی منازل طے کرنے میں آسانی ہوگی۔ اس لیے جو شخص ولایت کا طالب ہو اسے چاہیے کہ ابتدا ہی سے ریاضت و عبادت میں یقین کے ساتھ قدم رکھے تاکہ مقصد پانے میں کامیابی حاصل ہو۔ اس لیے یقین ادویائے کاملین کے اوصاف میں سے ہے ادویائے سلف کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین بڑا محکم تھا اور اسی یقین کی بنا پر بارگاہ رب العزت میں انھیں مقام شرف حاصل ہوا اور دین و دنیا میں سر بلندی ملی۔

یقین کلید ایمان ہے، یقین روح اسلام ہے، یقین نور عرفان ہے، یقین قبائے انسان ہے، یقین تاج ولایت ہے، یقین متاع فقر ہے، یقین صدائے عشق ہے۔ یقین کمال صوف ہے، یقین نکتہ عقل ہے، یقین روشن ضمیری ہے، یقین چراغ زندگی ہے، یقین فروغ بندگی ہے، غرضیکہ یقین وہ خزانہ ہے کہ ہو تو بیڑا پار ہے یقین سے مراد کسی چیز کو سمجھ کر دل و دماغ سے مان لینا ہے۔ قرآن مجید میں یقین کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے، کہیں اہل یقین کی تعریف کی گئی ہے اور کہیں یقین محکم کی تلقین کی گئی ہے۔

## وضاحت یقین

یقین قائم کرنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ



رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے،  
مَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنُتُكَ کارب ہے، بشرطیکہ تمہیں اس کا یقین کر لیا  
مُؤَقِّنِينَ ۵ چاہیے۔ (پ ۲۵، دتخان ۷)

اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا اور جو کچھ ان میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق ہے اس کا  
مالک اور خالق ہے اور پھر ان کا رب یعنی روزی مہیا کرنے والا ہے۔ اس بات پر دل  
سے یقین کر لینا ایمان میں داخل ہے۔ اگر کسی کے دل میں اللہ کی ربوبیت پر بے یقینی  
ہوگی تو اس کا ایمان کامل نہ ہوگا اس لیے یقین کی گئی ہے کہ اللہ کو رب تسلیم کرنے پر  
دل سے یقین رکھو۔

### اہل یقین کے لیے نشانی | ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ خود تمہاری پیدائش اور جانوروں کے پھیلانے  
مِنْ دَابَّةٍ آيَةٌ لِّقَوْمٍ یُّدْقِنُونَ ۶ میں یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی  
نشانیاں ہیں۔ (پ ۲۵، جاثیہ ۴)

انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے، روئے زمین کے تمام جانور اس کے پیدا کردہ ہیں  
تو ان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کو بڑا دخل ہے تو اس پر یقین کرنے  
سے انسان کے علم میں اضافے کا باعث ہوگا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز  
میں یوں بیان کیا ہے۔

وَفِي الْأَرْضِ آيَةٌ اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت  
لِلْمُؤَقِّنِينَ ۷ سی نشانیاں ہیں۔ (پ ۲۶، فاریات ۲۰)

ایک اور مقام پر ارشاد ہے،  
أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے

بَلْ لَا يُؤْقِنُونَ  
نہیں بلکہ یہ یقین نہیں رکھتے۔ (پ ۱۷، طو ۳۶)  
اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے کے یقین کے بارے میں  
دیدار الہی کا یقین | ارشاد ہے۔

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ  
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْدُوهَا ثُمَّ اسْتَوَى  
عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ  
وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ  
مُّسَمًّى يُدِيرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ  
الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ  
تُؤْقِنُونَ  
اللہ وہ ہے جس نے ستون کے بغیر آسمانوں کو  
بند کر رکھا ہے جسے تم دیکھتے ہو اور پھر عرش  
پر جلوہ افروز ہو گیا، سورج اور چاند کو مسخر  
کر دیا۔ ہر ایک مقررہ مدت تک جاری رہے گا  
دنیا کے کاموں کا انتظام کرتا ہے اس طرح  
وہ اپنی آیتیں تفصیل سے بیان کرتا ہے تاکہ  
تم اللہ سے ملاقات پر یقین رکھو۔ (پ ۱۷، طو ۳۶)

موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی کیفیات انسانی سوچ سے پوشیدہ ہیں  
ان پر یقین رکھنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ توحید کا ایک جزو ہے اس پر ایمان رکھتے  
ہی سے توحید کامل ہوتی ہے۔

قیامت پر یقین | قیامت کے آنے کو بالکل سچ اور حقیقت ماننا بھی مومنوں کے  
ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس پر یقین رکھنے کی تاکید

کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَ  
السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ  
مَّا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنْ  
تَكُنْ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ  
بِمُتَّبِعِينَ  
اور حجب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور  
قیامت کے آنے میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے  
ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے، سوائے ظن  
کے اور کچھ خیال نہیں کرتے اور ہم یقین نہیں  
کرتے (پ ۲۵، جاثیہ ۳۲)



مزید ارشاد ہے کہ:

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ  
يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ  
هُمْ يُوقِنُونَ .  
(پ ۱۹، نمل ۲)

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ . ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جانتے (تکاثیر)  
یعنی اگر تم قیامت کے احوال و واقعات کو یقینی طور پر جانتے۔ مگر تم کو تو مال کی کثرت  
اور ایک دوسرے پر تفاخر ہے اس بات سے غافل کر دیا ہے اگر تم یہ بات جان لیتے تو  
تم وہ کام کرتے جو تمھارے لیے فائدہ مند ہوتے اور ان کاموں سے بچتے جو تمھارے لیے  
مضر ہیں لہذا فرمایا گیا اگر تم صحیح معنوں میں علم یقین حاصل کر لیتے جیسا کہ انبیائے کرام  
علیہم السلام نے تمھیں سمجھایا کہ مال اور اپنے قابلِ فخر کاموں کا شمار تمھیں قیامت میں  
کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ تم نے جو مال کی کثرت و تعداد پر فخر کیا ہے اس کی بدولت تم ضرور  
نارِ جہنم کو دیکھو گے۔ چنانچہ خالق کائنات نے قسم کھائی کہ تم ضرور اپنی ان آنکھوں سے  
اپنے روبرو جہنم اور اس کی شدت کو دیکھو گے۔

ثُمَّ لَتَرُدُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے۔  
یعنی جہنم کا اس طریقے سے مشاہدہ کرو گے جسے عین البیقین کہا جاتا ہے اور جس کے  
بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

## احادیث یقین

یقین اختیار کرنے کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات  
مندرجہ ذیل ہیں:-

**یقین کیا ہے؟** | ارشاد فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ شک کے حقدار ہیں کہ انہوں نے کہا تھارت اِرنی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَدَلُّکُمْ مِّنْ قَالَ بَلٰی وَنَکِنِّ لِّیْطَمِّئَنَّ قَلْبِیْ۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت لوطؑ پر رحم کرے کہ وہ زور آور پناہ تلاش کرتے تھے۔ اور اگر میں اتنے دن قید میں رہتا جتنے یوسفؑ رہے توحیب بلانے والا آتا تو میں فوراً چل پڑتا۔ (ابن ماجہ)

**اللہ پر یقین رکھنا** | ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو اللہ پر پورا یقین رکھتے ہوئے

مرنا چاہیئے۔ (ابن ماجہ)

**یقین کا تعلق ضمیر سے ہے** | حضرت والصبہ بن معبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے والصبہ! تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھتے ہو۔ میں عرض گزار ہوں اے آدمی! بدادہ کا بیان ہے کہ آپ نے انگشت مبارک جمع فرمائیں اور انھیں میرے سینے پر مالتے ہوئے تین دفعہ فرمایا اپنے ضمیر سے پوچھو۔ نیکی وہ ہے جس سے جان و دل کو اطمینان پہنچے اور گناہ وہ ہے جو ضمیر کو کھٹکے اور سینے میں تردد پیدا کرے خواہ لوگ تمھیں کچھ فتویٰ دیں۔ (احمد، دارمی)

**یقین کیسے حاصل ہوتا ہے** | اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو یاد رکھا ہے کہ جو بات تمھے شک میں ڈالتی ہے اسے چھوڑ کر اس بات کی طرف ہو جا جو تمھے شک میں نہیں ڈالتی کیونکہ سچائی میں اطمینان اور جھوٹ میں شک ہے۔ (ترمذی، نسائی)

**ایمان کا تعلق یقین سے ہے** | ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ

حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ



سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے سرکارؐ نے فرمایا جب تیری نیکی تجھے مسرور کرے اور برائی  
غمگین کرے تب تو کامل الایمان ہے۔ سائل نے دوسرا سوال کیا کہ گناہ کیا ہے؟ فرمایا  
جب تیرے دل میں کسی بات کی وجہ سے تردد آئے تو اس کو ترک کر دے۔ (احمد)

**یقین کا اجر** | حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بہراہ تھے اس موقع پر جناب بلالؓ اذان کے لیے کھڑے ہوئے  
جب بلالؓ خاموش ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے یقین کے ساتھ ایسا کہا وہ جنت  
میں داخل ہوگا۔ (نسائی)

**حضرت عیسیٰؑ کا طرز عمل** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے  
ایک آدمی کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو آپؑ نے اس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟  
اس نے کہا ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت عیسیٰؑ نے  
فرمایا کہ میں اللہ پر یقین رکھتا ہوں اور اپنے نفس کو جھٹلاتا ہوں۔ (مسلم)

**راحت اور خوشی یقین میں ہے** | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت  
ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
اللہ کو ناراض کر کے کسی کو راضی نہ کرو اور اللہ کی مہربانیوں پر کسی اور کی تعریف نہ کرو اور  
نہ ان چیزوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں نہیں دیں، کسی کی مذمت کرو کیونکہ حرص کا  
حرص اللہ کے رزق کو تمہارے پاس نہیں لاسکتا اور نہ کسی شخص کے ناپسند کرنے سے وہ  
رزق تم سے روک دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راحت اور خوشی رضا اور یقین میں رکھی  
ہے اور وہم اور شک ناراضگی میں رکھا ہے۔ (رسالہ قبشیریہ)

**اولین نیکی** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس امت کی اولین نیکی  
نزد اور یقین کامل ہے اور اس کی ہلاکت کا سبب غل اور جھوٹی امید ہے

ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے رکے یا اونچے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع بخشیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے، فرمایا تو اللہ کا دھیان رکھ وہ تیرا دھیان رکھے گا تو اس کی طرف متوجہ رہ تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ خوشحالی کے ایام میں اس کے ساتھ جان پہچان پیدا کر وہ تنگ حالی میں تجھے پہچانے گا۔ جب بھی مانگنا ہو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ جب بھی مدد چاہو۔ جو کچھ ہونے والا ہے تقدیر کا قلم لکھ کر خشک ہو چکا۔ اگر تمام مخلوق مل کر یہ چاہے کہ تجھے کوئی نفع پہنچائے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے تقدیر میں نہیں رکھا تو وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اگر سبھی مل کر تجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے نہیں رکھا تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتے رہو اور شکر کرتے رہو اور یہ بھی جان لو کہ ناگوار بات پر صبر کرنے میں بہت ہی خیر ہے اور صبر میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ملتی ہے اور عافیت تکالیف کے ساتھ اور آسانیاں تنگیوں کے ساتھ ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ معصیت کے باوجود اس کی مرغوب اور محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ اسے دے رہے ہیں تو یقین پیدا کرو کہ یہ ڈھیل ہے جو اسے مل رہی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :-

فَلَمَّا لَسُوا مَا كُتِبَ لَهُمْ يَرْجِعُونَ  
فَتَحْنَأُ عَلَيْهِمُ الْبُيُوتُ كَلَّا

پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی بالکل فراموش ہی کر دیا تو ہم نے ان پر



شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا  
بِمَا أُوتُوا أَخَذْتَهُمْ  
بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ  
مُبْلِسُونَ

ہر قسم کی نعمتوں کے دروازے کھول دیے یہاں تک  
کہ جب وہ ان چیزوں پر جو ان کو دی گئی تھیں  
خوب خوش اور مگن ہو گئے تو ہم نے ان کو بے خبر  
اچانک پکڑ لیا پھر وہ ناامید ہو کر رہ گئے۔

(پ ۷، ع ۵)

-۳-

یعنی ابتدا میں غلوڑی سی تنبیہ کی گئی۔ جب باز نہ آئے تو بھلا وادے کے سامانِ  
عیش کی فراوانی کر دی گئی۔ پھر جب خوب گناہوں میں غرق ہو گئے تو اچانک اور دفعۃً  
پکڑے گئے اور عذاب میں مبتلا کر دیے گئے۔

## حقیقت یقین

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ امور غیبیہ کے مشاہدہ میں شک کا رفع ہو جانا یقین  
کہلاتا ہے۔

حضرت ابو عثمان حیرتیؒ فرماتے ہیں کہ یقین یہ ہے کہ تو آئندہ کے لیے کوئی اہتمام  
نہ کرے۔

حضرت ابو بکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ یقین تین طرح کا ہوتا ہے، خبروں کا یقین، اور  
دلیلوں کا یقین اور مشاہدہ کا یقین۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ جو دل غیر اللہ سے سکون حاصل کرے وہ کبھی  
بھی یقین کی بو نہیں سونگھ سکتا۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ یقین دل کے اندر ایک ایسا نچتہ علم ہے جس میں کسی قسم کا  
تغیرو تبدیل نہیں ہوتا۔

حضرت ابو عبد اللہ بن خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کے دل میں ان تمام باتوں کا نچتہ

ہونا کہ جن مغیبات کی انبیاء علیہم السلام نے خبر دی، سچ ہیں، یہی یقین ہے۔  
حضرت سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ یقین ایمان کی زیادتی اور تحقیق کا سبب بنتا ہے

نیز فرماتے ہیں کہ یقین کا ایک جنم دوسرے اور تصدیق سے کم درجہ کا ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ افضلؒ کا ارشاد ہے کہ کم سے کم یقین بھی جب دل میں داخل ہو

بائے نودل کو توڑے بھر دیتا ہے اور دل سے ہر قسم کے شک دور کر دیتا ہے جس کی وجہ

سے دل شکر اور اللہ کے خوف سے پُر ہو جاتا ہے۔

کسی صوفی کا قول ہے یقین کسی امر کے کھل جانے (مکاشفہ) کا نام ہے اور مکاشفہ

تین قسم کا ہوتا ہے، پہلا مکاشفہ بالاخبار ہے، دوسرا مکاشفہ قدرت خداوندی کو ظاہر

کرنا ہے اور تیسرا یہ کہ دل پر حقائق ایمان کا مکاشفہ ہو جائے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں کہ یقین کی ابتدا مکاشفہ سے ہوتی ہے اسی لیے سلف میں

سے کسی کا قول ہے کہ اگر سپدہ اٹھ بھی جائے تب بھی میرے یقین میں کوئی اضاقت نہ ہوگا۔

اس کے بعد معائنہ کا درجہ ہے پھر مشاہدہ کا۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ یقین کی بدولت کچھ لوگ پانی پر چل سکتے ہیں (مگر ایسا بھی

ہوا ہے کہ) وہ لوگ جو ان سے یقین کے اعتبار سے اعلیٰ و افضل تھے، پل سے مر گئے۔

حضرت امام ابو بکر بن نورکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عثمان مغربی سے سوال کیا کہ یہ جو

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے یوں یوں کہا، کیا آپ انھیں اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں یا

مکاشفہ سے؟ انھوں نے فرمایا کہ مکاشفہ سے۔

حضرت سری سقطیؒ سے کسی نے یقین کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ جب بہت سی واردات

تمہارے سینہ میں موجزن ہوں اور پھر بھی تم مطمئن رہو تو یہی یقین ہے کہ تمہارا ان میں حرکت

کرنا کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ یہ اللہ کی قضا کو رد کر سکتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک کرامت وہ ایمان ہے جس سے یقین ابھرے



دوسری کرامت وہ عمل ہے جو بار آور ہو۔ جسے یہ دونوں کرامات نصیب ہوئیں اگر وہ پھر کسی اور کرامت کا طالب ہوا، وہ شخص یا تو فریبی اور جھوٹا ہے یا وہ علم و عمل میں غلط کار ہے

**حضرت ذوالنون مصری کا قول** | حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ یقین امیدوں کو کوتاہ کرنے کی دعوت دیتا ہے

اور امیدوں کو کوتاہ کرنا زہد کی طرف لے جاتا ہے اور زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے اور حکمت سے انجام میں غور و خوض کی عادت پڑتی ہے۔

**دل کا دار و مدار** | حضرت ابو بکر ورقہ فرماتے ہیں کہ دل کا تمام تر دار و مدار یقین پر ہے اور اس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ یقین سے ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور عقل کے ذریعہ سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو سمجھ سکتا ہے۔

**یقین کی تکمیل کا اجر** | حضرت نبر جوہری کا قول ہے کہ جب بندہ حقائق یقین کی تکمیل کرے تو مصیبت اس کے نزدیک نعمت ہو جاتی ہے اور آسائش مصیبت۔

**یقین میں شک نہیں ہوتا** | حضرت ابو بکر بن طاہر فرماتے ہیں کہ علم میں شکوک واقع ہوتے ہیں مگر یقین میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ ان کا اشارہ علم کسی اور اس علم کی طرف ہے جو بدیہی کے برابر ہے۔ صوفیاء کے علوم کا بھی یہی حال ہے ابتدا میں کسی ہوتے ہیں مگر آخر کار بدیہی بن جاتے ہیں۔

**ایک صوفی کا قول** | ایک صوفی کا قول ہے کہ یقین البیاعلم ہے جو دلوں میں ودیعت کیا جاتا ہے اس قول کے قائل کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک وہی چیز ہے کسی نہیں۔

**آتموی اور یقین** | حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں کہ جس قدر کسی کا دل تقویٰ سے قریب

ہوگا اسی قدر اس کو یقین بھی حاصل ہوگا۔ اور تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ رہے اور منہا ہی سے الگ رہے گا تو یہ دراصل خواہشات نفس سے الگ رہنا ہے۔ جس قدر کسی نے خواہشات نفس کو چھوڑا اسی قدر اس کو یقین حاصل ہوا۔

حضرت عامر بن قیس کا قول ہے کہ اگر پردہ اٹھ بھی جائے تب بھی میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

نیز کہا جاتا ہے کہ قوت ایمانیہ کے ساتھ کسی چیز کو اپنے سامنے دیکھنا یقین کہلاتا ہے نیز کہتے ہیں کہ تمام معارضات کے ذرائع ہو جانے کا نام یقین ہے۔

حضرت ذوالنون مہریؒ نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں یقین کی علامت ہیں (۱) لوگوں سے کم میل جول رکھنا (۲) ان کے عطیوں پر ان کی مدح نہ کرنا (۳) اور جب وہ کچھ نہ دیں تو ان کی مذمت کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا۔

اور تین چیزیں یقین کی علامات میں سے ہیں (۱) ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھنا (۲) ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا (۳) اور ہر حالت میں اللہ سے مدد چاہنا۔

حضرت بہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا ہے کہ حضورؐ

حضرت یقین سے افضل ہے | یقین سے افضل ہے اس لیے کہ حضورؐ میں

انسان پوری طرح ممکن اور سکون میں ہوتا ہے اور یقین میں حرکت و علیان رہتا ہے  
محضوں نے یقین کو حضورؐ کی ابتدا قرار دیا اور حضورؐ کے بغیر یقین حاصل ہونے کو جائز قرار  
دیا ہے مگر یقین کے بغیر حضورؐ کے حاصل ہونے کو ناممکن قرار دیا ہے۔

یقین کا درجہ | کسی سوقی کا قول ہے کہ سب سے پہلا درجہ معرفت کا ہے پھر یقین کا



پھر تصدیق کا، پھر اخلاص کا، پھر شہادت کا اور اطاعت کا، اور ایمان ایک ایسا نام ہے جو ان سب کو شامل ہے۔ اس قول کا قائل اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ سب سے ضروری چیز اللہ تعالیٰ کو جاننا (معرفت) ہے۔ اور یہ معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی شرائط پوری نہ کر لی جائیں اور یہ شرائط یہ ہیں

(۱) نظر صائب۔ پھر جب (دل پر) دلائل متواتر پائے جائیں اور ان کے درمیان وضاحت ہو جائے تو انسان ان انوار کعبیہ پا لے آئے اور کمال بصیرت کے حصول سے ایسا ہو جائے گویا وہ دلیل میں غور کرنے سے مستغنی ہے۔ یہ یقین کی حالت ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دل حق تعالیٰ کی ان خبروں کی تصدیق کرے جو رسولوں کی زبانی مخلوق تک پہنچیں اور وہ آئندہ آنے والے امور سے متعلق تھیں (مثلاً حشر و نشر وغیرہ)۔ اس لیے کہ تصدیق صرف خبروں کے متعلق ہو سکتی ہے (نہ کہ انشاء کے متعلق)

(۳) پھر اخلاص اور وہ یہ ہے کہ تصدیق سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ادا پر کاربند ہو اور نواہی سے اجتناب کرے

(۴) اچھے طریقے سے اقرار کرتے ہوئے داعی (شارع علیہ السلام) کی بات کو مان لینا۔ (۵) جن چیزوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان میں توحید کے ساتھ اور جن سے منع کیا ہے ان سے پرہیز کرنے کے ساتھ اطاعت گزاری کرنا۔

امام ابو بکر بن فورک نے اپنے اس قول میں جسے میں نے ان سے سنا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زبان کا ذکر دل کے اس فیضان کا نتیجہ ہے جو دل کی طرف سے زبان پر وارد ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؒ نے فرمایا کہ مجھے ایک نوجوان بیابان میں ملا (وہ اس قدر حسین تھا کہ چاند کی ڈلی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے پوچھا بچہ! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جارہا ہوں۔ میں نے پھر پوچھا کیا بغیر زادراہ کے؟

**حکایت**

اور بغیر سواری اور خرچ کے؛ بچے نے جواب دیا اے ضعیف الیقین! وہ خدا تو زمین اور آسمان کی حفاظت کرتا ہے وہ مجھے بغیر اسباب کے مکہ تک نہیں پہنچا دے گا؛ ابراہیم فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بچہ طواف کر رہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے:-

يَا عَيْنُ سَعِيٍّ اَبَدًا      يَا نَفْسُ مُوْتِيْ كَمَدًا  
وَلَا تُحِبِّيْ اَحَدًا      اِلَّا الْجَلِيلَ الصَّمَدًا  
دلے آنکھ ہمیشہ روتی رہ اے نفس غم سے مر جا، مگر اللہ کے سوا کسی سے  
محبت نہ کرنا جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو کہتے لگا اے بوڑھے! کیا ابھی  
تک تو ضعیف الیقین ہے۔

**حکایت** ابو جعفر عداد کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا ایک بار میں جنگل میں ایک حوض پر بیٹھا تھا کہ مجھے ابو تراب نخشی نے دیکھ لیا۔ اس وقت مجھ پر سولہ دن بغیر کھائے اور پیے گزر چکے تھے۔ ابو تراب نخشی نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا کہ میں علم اور یقین کی کش مکش میں ہوں منتظر ہوں کہ کون ان میں سے غالب آتا ہے کہ اس کا ساتھ دوں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر علم غالب آئے تو پانی پی لوں اور اگر یقین غالب آئے تو اسی طرح چلتا رہوں۔ یہ سن کر ابو تراب نے کہا کہ تو عنقریب بڑی شان والا ہوگا۔

**یقین اور مشاہدہ** حضرت نوری کا قول ہے کہ یقین مشاہدے کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہ مشاہدہ کے اندر ایسا یقین پایا جاتا ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ وہ شخص جسے اپنے میں پراعتماد نہیں اسے مشاہدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔  
**حضرت بابا فرید کا قول** حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا قول ہے کہ اہل سلوک جس کو فکر روزی میں حیران و پریشان دیکھتے



ہیں، حکم دیتے ہیں کہ اس کو گردن سے پکڑ کر خالقِ مہر سے باہر کر دیں کہ یہ بلاستقاد انسان یقین کی دولت سے محروم ہے۔

**حکایت** | ابو تراب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بچے کو جنگل میں بغیر زادِ راہ کے جاتے دیکھا۔ میں نے کہا کہ اگر اس کے ساتھ یقین نہیں ہے تو وہ تباہ ہو جائے گا، لہذا میں نے اسے کہا بچہ! کیا تو ایسی جگہ بغیر زادِ راہ کے چل رہا ہے؟ اس نے جواب میں کہا او بڑے! ذرا سہراٹھا کر تو دیکھو کیا تجھے حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز دکھائی دیتی ہے۔ یہ سن کر میں نے اسے کہا اب جہاں چاہو جاؤ۔

**عبادت یقین سے کرو** | ایک بدوی نے حضرت محمد بن علی بن حسینؑ سے عرض کی کہ تم نے اللہ کو دیکھا ہے کہ اس کی عبادت کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں، دیکھا ہے اسی لیے عبادت کرتا ہوں۔ پوچھا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ آنکھوں کے نور سے نہیں، دل کے ادراک سے دیکھا جاتا ہے، اسے حواس نہیں پاسکتے، وہ اپنی لاتعداد نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے، بے اندازہ اوصاف سے موصوف ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ آسمان و زمین کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بدوی بے ساختہ کہہ اٹھا کہ اللہ جانتا ہے کہ اسے کس گھرانے میں اپنا رسول بھیجتا ہے۔

**یقین کے انعام** | حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے، انھوں نے کہا اگر انسان ایک دانے کے برابر اللہ تعالیٰ کی عظمت پر یقین حاصل کرے تو وہ ہوا پر اڑے اور پانی پر چلے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کے ادراک پر انسان کے اقارب و عارضہ کو ایمان قرار دیا اور عطا کردہ نعمتوں پر انسان کے شکر نہ کر سکنے کے اعتراف کو شکر قرار دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ  
**حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی** کی طرف وحی نازل فرمائی اور ارشاد

فرمایا کہ اے داؤد! یہ ایک حقیقت اور سچ ہے کہ جو شخص ہم (اللہ) کو اپنے لیے سب کچھ اور کافی جانتا ہے تو ہم اسے اپنا بنا کر اپنی پناہ میں لے لیتے ہیں پھر ہم ہی اس کے لیے کافی ہو جاتے ہیں اور دوسری جانب جو شخص یہ جانتا ہے کہ سب کچھ اللہ کا ہے اور اللہ ہی اس پر قادر ہے۔ اللہ ہی کائنات کا مالک و خالق ہے اور پھر ہم (اللہ) پر یقین اور بھروسہ نہیں رکھتا۔ ایسے شخص کے ہم ہو نہیں سکتے، اسے اپنانے کی کبھی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

**علم الیقین، حق الیقین، عین الیقین** | جس میں یقین شامل نہ ہو اور جو معلوم حضرت علیؑ جو بیرونی کا قول ہے کہ علم چیز کی حقیقت اور صحت پر مبنی نہ ہو، علم نہیں کہلا سکتا جب علم حاصل ہوتا ہے تو غیب عین نظر کے سامنے آ جاتا ہے۔ قیامت کے روز اہل ایمان حق تعالیٰ کو اسی صورت میں دیکھیں گے جس صورت میں آج دنیا میں اس کو جانتے ہیں اس کے خلاف ہوگا تو یا حشر میں رویت صحیح نہیں ہوگی یا ان کا آج علم صحیح نہیں۔ یہ دونوں چیزیں خلاف توحید ہیں کیونکہ توحید حق کا اثبات یہی ہے کہ آج مخلوق کا علم درست ہو اور کل حشر کے روز رویت صحیح ہو اور توحید سے متعلق علم یقین، عین یقین ہو جائے اور حق یقین علم یقین ہو جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عین الیقین رویت میں علم کا جذب ہو جانا ہے، یہ محال ہے کیونکہ رویت علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جیسے سمع وغیرہ، جس طرح علم سمع میں جذب نہیں ہو سکتا اسی طرح رویت میں بھی جذب نہیں ہو سکتا۔  
 صوفیاء کے نزدیک علم الیقین دنیوی معاملات سے متعلق احکام و اوامر کو جانتا ہے۔



عین الیقین سے ملو عالم نزع اور سفر آخرت کا علم ہے اور حق الیقین کا مطلب حشر کے دن رویت باری اور اس کی کیفیت سے مستفید ہونے کا نام ہے۔ انقضیٰ علم الیقین علماء کا مقام ہے کیونکہ وہ شرعی احکام و امور پر ثابت قدم ہوتے ہیں۔ عین الیقین عارفان حق کا درجہ ہے کیونکہ وہ ہر وقت موت کے لیے مستعد رہتے ہیں، حق الیقین، محبان حق کا مقام فنا ہے کیونکہ وہ کل موجودات سے روگرداں رہتے ہیں، علم الیقین کی بنیاد مجاہدہ پر ہے، عین الیقین کی محبت حق پر اور حق الیقین کی مشاہدہ حق پر پہلی چیز عام ہے، دوسری خاص اور تیسری خاص الخاص۔

علم الیقین اس علم کو کہتے ہیں،  
**حضرت شہاب الدین سہروردی کا ارشاد** | جو غور و فکر کے طریقے اور استدلال

سے حاصل کیا جائے اور عین الیقین وہ علم ہے جو بطریق کشف اور یقینی خداوندی بندہ کو حاصل ہو۔ اور حق الیقین وہ علم ہے جو کہ کھٹکھٹاتی مٹی کی لوٹ سے آدا ہونے کے بعد (جسم کے لوٹ سے آنا دنی کے بعد) وصال کے قاصد کی آمد پر بندہ حق کو حاصل ہو۔

حضرت شیخ فارس فرماتے ہیں کہ علم الیقین میں  
**حضرت شیخ فارس کا ارشاد** | اضطراب کا دخل نہیں ہے (کسی قسم کی بے چینی

اس میں نہیں ہوتی) اور عین الیقین ایسا علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار محفوظ رکھے ہیں اور اگر علم یقین کی صفت سے خالی ہو جائے تو وہ علم پھر مشتبہ بن جاتا ہے۔ اور جب یقین اس میں شامل ہو جاتا ہے تو وہ علم مشتبہ بے شک و شبہ علم بن جاتا ہے حق یقین وہ ہے جس کی طرف علم یقین اور عین الیقین اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ حق الیقین وہ  
**حضرت جنید بغدادی کا قول** | ہے کہ انسان کو اس کے ذریعہ سے تحقیق کی صورت  
 میں حاصل ہو اور وہ غیبی خبروں کا اسی طرح مشاہدہ کرے جس طرح وہ اپنی آنکھوں کے

نظر آنے والی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ خبر غیب کی دے اور جو کچھ خبر ہے، وہ صدق پر مبنی ہو۔

**درجات یقین** | یقین کے متعدد درجات ہیں اور وہ یہ ہیں: اسم، رسم، علم، عین و حق۔ ان درجات میں سے اسم اور رسم تو عوام کے لیے ہیں اور علم الیقین اولیاء اللہ کے لیے ہے اور عین الیقین خاص اولیاء کرام کے لیے ہے۔ ان اولیاء کرام کے لیے جو خواص میں شامل ہیں، اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے اور حق الیقین کی حقیقت ہمارے نبی اکرم سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں صرف آپ ہی کو حق الیقین کی حقیقت کا علم ہے۔

**حکایت** | حضرت حسن بصریؒ ایک مرتبہ حبیب عجیؒ کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت ان کے یہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا، وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انھوں نے کھانا شروع کیا تو ایک سائل آپہنچا تو حضرت حبیب عجیؒ نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دے دی اس پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہ دینی چاہیے بلکہ ایک ٹکڑا کر کر دے دیتے۔ یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوانِ نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں ہمہ اقسام کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے۔ آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیے اور کھانا حضرت حسن بصریؒ کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصریؒ سے فرمایا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔



**حکایت** | حضرت ذوالنون مصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک بیمار پر بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا اور جب وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ یہاں ایک عبادت گزار سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر بیماروں پر کچھ دم کرتا ہے جس کے بعد سب صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں نے بھی ان بزرگ کا انتظار کیا اور جب وہ برآمد ہوئے تو آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے اور بہت کمزور و ضعیف تھے۔ پھر آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر تمام بیماروں پر کچھ دم کیا اور وہ سب فوراً ہی صحت یاب ہو گئے اور جب وہ عبادت گاہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ظاہری امراض والوں کو تو شفا ہو گئی لیکن میرا باطنی مرض بھی دفع فرما دیجئے یہ سن کر فرمایا کہ اے ذوالنون! میرا ہاتھ چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہا ہے کہ تو نے اس کا دست کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ہے یہ کہہ کر انھوں نے ہاتھ چھڑایا اور عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔

**حکایت** | حضرت ذوالنون مصریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے کی مثال علم جیسی ہے اور قلب سے دیکھنے والے کی مثال یقین جیسی ہے اور یقین کا ثمر صبر ہے اور یقین کی بھی تین علامتیں ہیں، اول ہر شے میں خدا کو دیکھنا، دوم اپنے تمام امور میں اسی سے رجوع کرنا، سوم ہر حال میں اس کی اعانت طلب کرنا۔ یقین آرزوؤں میں کمی کر دیتا ہے اور آرزوؤں کی قلت زہد کی تلقین کرتی ہے اور زہد حکمت کا علم بردار ہے اور حکمت شجر انجام کو بار آور کر قہ ہے اور محو اس یقین بھی پوری دنیا سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ترقی آخرت کی جانب لے جاتا ہے اور اس سے عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے اور اہل یقین کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق کی مخالفت کرتے ہوئے نہ تو اس کی تعریف کرے اور نہ اس کی داد و دہش سے فائدہ اٹھائے اور اگر مخلوق درپے آزاد ہو جائے تو اپنی ذات سے مخلوق کو اذیت نہ پہنچائے۔

کیونکہ جس کو خالق کی قربت حاصل ہو وہ مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔

**حکایت** | ایک مرتبہ حضرت شیخ ابوسعید مخجورانی حضرت بایزید بسطامی کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی نیت بھاتپ کر فرمایا کہ تم ابوسعید راعی کے پاس چلے جاؤ وہ میرا مرید بھی ہے اور میں نے اپنی تمام ولایت اسی کے حوالے کر دی ہے۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ مشغول عبادت میں لہذا یہ انتظار میں کھڑے رہے اور فراغتِ عبادت کے بعد جب انھوں نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ تازہ انگور۔ چنانچہ ابوسعید راعی نے ایک چھتری کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے اور ایک ان کے قریب زمین میں دفن کر دیے۔ اور تھوڑے ہی وقت میں دونوں مقامات سے انگور کے سرسبز درخت نمودار ہوئے شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان میں انگور بھی لگ گئے۔ فرق صرف یہ رہا کہ ابوسعید مخجورانی کے قریب کے درخت میں سیاہ اور ابوسعید راعی کے قریب کے درخت میں نہایت نفیس سفید قسم کے انگور تھے اور جب ابوسعید مخجورانی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے تو صدق و یقین کا درجہ حاصل ہے اور تمہیں امتحان منظور تھا۔ اس لیے اللہ نے دونوں درختوں سے دونوں کی قلبی کیفیت ظاہر فرمادی۔ اس کے بعد آپ نے ایک کمبل دے کر یہ ہدایت کر دی کہ اس کو بھاطت رکھنا اور کہیں گم نہ کر دینا۔ چنانچہ وہ کمبل لے کر حج کرنے چلے گئے۔ لیکن کمبل انتہائی احتیاط کے باوجود بھی عرفات میں گم ہو گیا اور جب بسطام واپس آئے تو دیکھا کہ وہی کمبل ابوسعید راعی کے پاس موجود ہے۔

حضرت فضیل نے دو مرتبہ آپ سے شرفِ نیاز حاصل کیا اور فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلی ملاقات میں تو میں نے حضرت داؤد طانی کو شکستہ چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ اس جگہ سے بڑ جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ چھت گر پڑے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک چھت کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی۔



**پنختہ یقین کا واقعہ** | حضرت شتیق بلخی کا بیان ہے کہ ایک دن ہم حضرت امام ابوحنیفہؒ

پاس اتنے آدمی تھے کہ ساری مسجد بھری ہوئی تھی۔ ہر آدمی اپنے دھیان میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت امام کے سر کے بالکل اوپر ایک سانپ نظر آیا۔ سانپ کو دیکھ کر مسجد میں بیٹھا ہوا ہر شخص زور زور سے چہنچہنے لگا اور جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ خود میں بھی بھاگنے والوں میں شامل تھا لیکن میں نے دیکھا امام صاحبؒ جس طرح بیٹھے ہوئے تھے اسی طرح بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر گھبراہٹ کے معمولی سے آثار بھی ظاہر نہیں ہوئے۔

ایک اور بزرگ عبداللہ بن مبارک نے اس سے آگے کا حال یوں بیان کیا ہے کہ سانپ اچانک حضرت امام کی گود میں آگرا۔ لیکن آپ پھر بھی نہ گھبرائے، نہایت اطمینان سے اپنا دامن جھٹک دیا جس سے سانپ دور جاگرا۔

اگر آپ بھی ایسے ہی بہادر بنتا چاہتے ہیں تو سچے دل سے اللہ پاک کو مانئیے اور یہ بات اچھی طرح دل میں بٹھالیے کہ ہم کسی حال میں بھی ہوں خدا ہمارے ساتھ ہوتا ہے وہ ہر مصیبت میں ہمارا سہارا بنتا ہے اور ہر مشکل سے ہمیں بچاتا ہے۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بیس سال تک حق تعالیٰ کی عبادت کی اور اس عرصے میں کبھی گناہ

کا ارتکاب نہیں کیا۔ پھر اس نے بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس عرصے میں کبھی اطاعت نہ کی۔ ایک دن اس شخص نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو چند سفید بال نظر آئے۔ وہ شخص کانپ رہا تھا کہ افسوس تو نے سچی کار راستہ چھوڑ کر گناہ کا راستہ اختیار کیا کہ اب بال سفید ہونے لگے۔ اپنے اللہ کو کیا منہ دکھائے گا اسی وقت غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے آگے گڑ گڑا کرتا ٹپ ہوا اور کہا اے مولا! تو مجھ جیسے گنہگار کو

جس نے بیس سال تیری عبادت کرنے کے بعد اتنا ہی عرصہ معصیت میں گزر رہا ہے کیا اسے قبول کر لے گا؟ ناگاہ آواز آئی ہم تجھے قبول کر لیں گے، تو نے بیس سال ہماری عبادت کی ہم نے تیرے مقاصد پورے کیے، تو نے بیس سال نافرمانی کی، ہم نے بھی ڈھیل دی اب تو نے پھر رجوع کیا ہے۔ ہم تجھے قبول کرتے ہیں۔

حضرت عبدالواحد بن حضرت زیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک راہب کے پاس سے گزرے اور اسے پکارا۔ وہ بولا میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کی کبریائی کی تعظیم کرتا ہے اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہے۔ اس کی قصا پر راضی اور اس کی بخشش پر شکر ادا کرتا ہے اس کی قدرت کو تسلیم کرتا ہے اس کی بیعت کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اس کے حساب و عذاب میں فکر کرتا ہے۔ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بھائی! پھر کس چیز نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہکایا ہے؟ وہ بولا، حُب اور زینتِ دنیا نے، کیونکہ یہ گناہ کی جڑ ہیں۔ عاقل وہ ہے جو اسے قلب سے نکال دے اور گناہوں سے توبہ کرے۔ فرمایا اور علم الیقین کیا ہے؟

راہب بولا اگر آپ علم الیقین کو جاننا اور حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اور شہواتِ دنیہ کے درمیان لڑے کی دیوار کھڑی کر دیں۔

**حکایت** ایک دفعہ ایک درویش کو حبیبِ عجیب سے حسد پیدا ہو گیا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص جس کا ماضی نہایت داغدار تھا اور اس کے گناہوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا اس کو یہ مرتبہ بلند کر دیا گیا۔ اس نے محض اپنے سودی کاروبار کو ترقی دینے کے لیے یہ ڈھونگ تو نہیں رچا رکھا۔ اس طرح کے عجیب و غریب خیالات اس درویش کے ذہن میں آ رہے تھے اسی رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کو ایک نہایت جلیل القدر بزرگ تنبیہ کر رہے ہیں ”اے بیوقوف اور حاسد شخص! تم حبیب کو عجیب کیوں



سمجھ رہے ہو وہ تو خدا کا دوست ہے اور دوست کو دوست کی ادائیگی پسند ہوتی ہیں کیونکہ حبیب کا جو یقین خدا پر ہے ویسا یقین کسی کسی کو میسر آتا ہے۔ اور خدا اپنے دوستوں کو بھی اکیلا نہیں چھوڑتا یہ اسی کا فضل ہے کہ وہ جب چاہے کسی کو بندگی کی طرف اٹھلے اور جب چاہے اس کو پستی میں پھینک دے۔ حبیب عجمی کی جب تک مرضی رہی وہ پستی میں رہے اور جب ان کو بندگی کی طرف لے جانا چاہا کوئی دیر ہی نہیں لگی پھر ان کے اندر کی تمام بالیدگیاں آپ واحد میں تمام ہو گئیں اور یہ خدا تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے جو خوش نصیبوں پر ہوتا ہے۔

درویش نے عرض کی کہ میں حبیب عجمی کے لیے حسد میں نہیں مبتلا ہوا بلکہ مجھے تو اس کی ذات سے رشک پیدا ہوا ہے۔

جواب ملا کہ اگر رشک کرتا چاہتے ہو تو محنت کرو اور خدا سے دعا کرو شاید تم کو بھی اللہ تعالیٰ یہی مقام عطا فرمادے اور اگر حبیب عجمی کی عظمت اور بزرگی سے کڑھتے رہو گے تو خدا اور صنم دونوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

درویش بیدار ہوا تو بھاگتا ہوا حضرت حبیب عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے معافی مانگی۔ آپ نے اس کو معاف فرمادیا اور اس کے لیے دعا بھی فرمائی اور اسے نصیحت بھی فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت فتح موہلیؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں اسے ایک کم سن کامل ولی کی زیارت کراؤں جو **حکایت** انتہائی کم عمری میں عرفان و معرفت کی تمام منازل طے کر چکا ہے؟ سب مریدوں نے خواہش و اشتیاق ظاہر کیا کہ ہم سب اس روحانیت و ولایت کے مسند نشین کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے تمام امداد مندوں کو لے کر چل پڑے، ایک جنگل کے قریب پہنچے تو سب نے دیکھا کہ ایک بالکل کم عمر لڑکا کچھ پڑھتا ہوا ایک طرف تویا رہا تھا اس کی چال

میں وقار، چہرے پر شکست اور ظاہریت میں ایک عزم تھا۔  
 حضرت فتح موسیٰؑ نے اس کس دلی کورد کا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے  
 جواب دیا کہ میں حج بیت اللہ کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تم کس  
 چیز کا ورد کر رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس وقت قرآن مجید پڑھ رہا ہوں۔ پھر  
 آپ نے اس سے کہا کہ تم نے ابھی زندگی کے تکالیف و رنج کا مزہ نہیں چکھا۔ اس نے  
 جواب دیا کہ میں نے اپنے سامنے اپنے بھائی بہنوں کو موت کا شکار ہوتے دیکھا اس سے  
 بڑے اور کیا غم ہو سکتے ہیں؟ یہ کہہ کر وہ لڑکا پھر تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گیا۔  
 حضرت فتح موسیٰؑ اس سے بار بار سوال و جواب صرف اس لیے کر رہے تھے کہ وہ  
 اپنے مریدوں کو بتانا چاہتے تھے کہ وہ لڑکا معرفت اور ولایت میں کتنے بلند درجات حاصل  
 کر چکا ہے۔ آپ نے چند اور سوال اس کس دلی سے کیے: تمہاری رفتار کس قدر سست  
 ہے۔ تم آخر کب اپنی منزل پر پہنچو گے، تمہارے پاس نہ سواری ہے نہ توشہ؟  
 اس لڑکے نے جواب دیا: ”اے بزرگ محترم! مجھے خدا پر کامل یقین ہے اور میں  
 خلوص دل اور یقین کامل سے سفر کر رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل تک ضرور  
 پہنچوں گا۔ رہی بات سواری اور توشہ کی، آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر آپ کسی کے گھر مہمان  
 بن کر جائیں گے تو کیا اپنا کھانا ساتھ لے کر جائیں گے؟“  
 حضرت فتح موسیٰؑ نے جواب دیا: ”ہرگز نہیں یہ تو میرا ان کی توہین ہے کہ اپنی روٹی  
 ساتھ لے کر جایا جائے۔“  
 لڑکا بولا: ”تو میں بھی ندرائے ہاں مہمان جا رہا ہوں اور میرا کھانا دانہ اسی کے ذمہ ہے  
 اور اگر میں اپنا کھانا وغیرہ ساتھ لے جاؤں تو کیا یہ خدا کی توہین نہ ہوگی۔ پھر مجھے اللہ پر اتنا  
 یقین ہے کہ میرا سرندم ایک یقین اور استقامت کے ساتھ اٹھ رہا ہے۔“  
 حضرت فتح موسیٰؑ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے اس ننھے سے دلی کی باتیں



سنی ہیں؛ سب لوگ بولے کہ ہم تو اس بچے کی باتیں سن کر حیرت زدہ رہ گئے ہیں کہ اس قدر کامل شخص ہم نے پہلے نہیں دیکھا۔

اسی سال فتح موسلیؒ بھی بیت اللہ کے حج کو پہنچے وہاں ان کی ملاقات اس کمسن ولی سے ہوئی وہ آپ کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا: ”دیکھیں میرے یقین اور صدقِ دل نے مجھے کعبہ تک پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔“

**صحابہ کرامؓ کی شانِ یقین** | حضرت ابو عبیدہ خولانیؓ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو شہد سے زیادہ مرغوب سمجھتے اور دنیا کی تنگی سے تہ در تہ بلکہ اللہ کی رزاقی پر پورا یقین رکھتے تھے اور ان کو موت اس سے زیادہ عزیز تھی جس قدر تم میں سے کسی کو صحت عزیز ہے۔

**حکایت** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ عبدالخالق اپنے احباب کے ساتھ زیارتِ بیت اللہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ اثنائے راہ میں تھکن آپ پر ظاہر ہوئی اور پیاس نے غلبہ لیا۔ ایک گہرے کنویں پہنچے اس پر ڈول اور سی موجود نہ تھی۔ آپ کے ہمراہی بےست دل اور ناامید ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہم نماز میں مشغول ہیں تم اتنے میں پانی بنا لو اور طہارت کراؤ۔ اصحاب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو سمجھ گئے کہ آپ کے ظلام کی تاثیر سے پانی ضرور مل جائے گا۔ وہ پانی کی امید سے کنویں پر آئے، کیا دیکھتے ہیں کہ اسی وقت حضرت خواجہ کے ارشاد کی برکت سے پانی کنویں کے منہ تک آ گیا ہے۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا مگر ایک ہمراہی نے برتن پانی سے بھر لیا۔ اسی وقت فوراً پانی کنویں کی تہ تک چلا گیا۔ یہ واقعہ حضرت خواجہؒ سے عرض کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم وہ بداد کے حکم پر یقین رکھتے تو قیامت تک پانی کنویں کی تہ میں نہ باتا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی  
**حضرت خواجہ حسن بصری کا قول** ایسا یقین جو کذب سے بہت مشابہ ہو

موت کے یقین سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ لوگ باوجود یقین کے اس سے غافل ہیں۔

**خصائل انبیاءؑ** حضرت ابو دواؤد فرماتے ہیں بارہ خصلتیں انبیاء علیہم السلام کے  
 اخلاق میں سے ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر  
 یقین کامل رکھتے تھے، دوسری یہ کہ وہ مخلوق سے قطعاً کوئی امید نہ رکھتے تھے، تیسری یہ کہ  
 ان حضرات کو شیطان سے عداوت تھی، چوتھی یہ کہ وہ اپنے نفوس قدریہ پر بھی پوری نگاہ  
 رکھتے تھے۔ پانچویں یہ کہ مخلوق کے ساتھ انھیں کامل ہمدردی تھی۔ چھٹی یہ کہ وہ ہر کسی کی ایذا  
 برداشت کرتے تھے۔ ساتویں یہ کہ وہ جنت پر مکمل یقین رکھتے تھے۔ یعنی ان کے اعمال  
 اس یقین کے ساتھ ہوتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ثواب کو ضائع نہیں کریں گے، آٹھویں  
 یہ کہ اپنے موقع پر حد درجہ کی تواضع رکھتے تھے، نویں یہ کہ دشمنوں سے بھی خیر خواہی کا معاملہ  
 فرماتے تھے۔ دسویں یہ کہ فقرانہ کار اس المال اور سرمایہ تھا یعنی اپنے پاس نہ اندکچھ نہ رکھتے  
 سب فقراء میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ گیارہویں یہ کہ ہمیشہ با وضو رہتے۔ بارہویں یہ کہ دنیا  
 کے آنے کی کوئی خوشی یا جلے کا کوئی غم ان کو نہ ہوتا تھا۔

**حکایت** حضرت حاتم الہم سے کسی نے پوچھا، حضور! آپ نے ساری عمر کس طرح  
 بسر کی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے چار چیزوں کے سلسلہ میں اللہ پر بچتے  
 یقین کر لیا جس کی بنا پر مجھے کوئی کمی نہ آئی اور میری زندگی بہت اچھی گزر گئی ہے۔ وہ  
 چار باتیں یہ ہیں:-

(۱) ایک تو یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے میں ایک لمحہ  
 بھی غائب نہیں رہ سکتا۔ پس اس یقین کے بعد مجھے شرم و حیا آنے لگی کہ اس کے سامنے میں  
 اس کی کوئی نافرمانی کروں۔



(۲) دوسرے یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ میری قسمت میں جو رزق ہے اس کا ذمہ خدا نے لے لیا ہے اور وہ بہر حال مجھے پہنچ کر رہے گا۔ پس میں اپنے رزق کی طرف سے بے فکر ہو گیا۔

(۳) تیسرے یہ کہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ جو فرائض میرے ذمہ لگائے گئے ہیں وہ بجز میرے دوسرا کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ پس میں ان فرائض کی ادائیگی کی طرف ہمتن مشغول ہو گیا۔

رہی چوتھے کہ یہ میں نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ ایک روز مجھے ضرور مرنا ہے اور دوسری دنیا میں بہر حال جاننا ہے۔ پس میں دوسری دنیا کو اپنے لیے اچھا بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔ (روض الراحین)

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا ہے کہ یقین بمنزلہ نور  
یقین بمنزلہ نور ہے | ہے جس سے انسان منور ہو جاتا ہے، پھر وہ محبتوں اور مقبول  
کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر چلنے والا ایک خاص سمت  
حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا قول | میں چلتا ہے اور اس کا یقین کامل ہے اور کمائیت کی امید رکھتا ہے تو یقیناً وہ کمائیت کو  
پہنچ جاتا ہے۔

آپ کا قول ہے کہ کمال ایمان مراد ہے کمال  
حضرت محمد والہ ثانیؒ کا ارشاد | یقین سے اور کمال یقین کمال قرب سے مرتب  
ہے اور قلب اور اس کے اوپر کے لطافت کو جس قدر قرب الہی زیادہ حاصل ہوگا اسی قدر  
کمال و یقین بھی زیادہ ہوگا اور قلب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہوگی اس وقت خطر  
قلب میں زیادہ ترسوں گے اور بہت نامناسب و سوئے ظاہر ہوں گے۔ پس ناچار بڑے

خطرات کا سبب کمال ایمان ہوگا۔ پس نہایت نہایت کے منتہی کو جس قدر خطرات زیادہ اور نامناسب ہوں گے اسی قدر ایمان کی اکمیت زیادہ تر ہوگی کیونکہ کمال ایمان اس امر کا مقتضی ہے کہ لطف لطائف کو لطیفہ قالب کے ساتھ زیادہ بے مناسبتی ہو اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر قالب زیادہ خالی اور ظلمت و کمورت کے زیادہ نزدیک اور خطرے اور دوسرے اس میں زیادہ ہوں گے۔ بر خلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لیے نہ ہر قاتل ہیں اور باطن کو نقصان دینے والے۔ پس تو کم ہمت نہ ہو یہ معرفت اسی درویش کے پوشیدہ معارف میں سے ہے۔ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے راستے پر چلا اور جس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑ لیا۔

مُتَنَادِیْثُ کَا عَامُ فِہِمُ مَجْمُوعُ

وَصَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
پیغمبرِ مصطفیٰ

عالم فقری

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar



## باب

## ابتلا و آزمائش

اللہ تعالیٰ ان بندوں کو لازماً آزمائے گا جو اس سے دوستی کے طالب بنتے ہیں۔ انسانی زندگی نشیب و فراز کا حسین مجموعہ ہے کبھی تنگی آتی ہے کبھی کشادگی۔ یہ دنیا کا مال آتا جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے مال و دولت کو قرار نہیں، یہ کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کی کمی اور زیادتی کی حد نہیں، ضرورت کے مطابق نہ ہو تب بھی پریشانی ہوتی ہے اگر مال و دولت اتنا ہو جائے کہ اس کا شمار ہی نہ رہے تب بھی پریشانی سے خالی نہیں۔ دولت کی کمی بہت سے لوگوں کو گمراہی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے، بہت سے لوگ جن پر غربت اور افلاس کی آزمائش آتی ہے، تو ایمان اور اسلام میں ثابت قدم نہیں رہتے۔ ایسے ہی حد سے زیادہ امیر آدمی اکثر فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہو کر آزمائش میں آجاتا ہے اور اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے۔ کئی صاحب مال لوگ دولت کی کثرت کے باعث گناہوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، جو اللہ کی دوستی کا طالب بنے گا اللہ اسے ضرور آزمائے گا۔ مثل مشہور ہے کہ اچھا دوست وہی ہوتا ہے جو دکھ سکھ میں دوست کا دم بھرے خلوص دل سے ہر حال میں دوست سے وابستہ رہے، وہ آدمی جو صرف خوشحالی اور آسودگی کا دوست ہو اور تکلیف میں ساتھ نہ دے وہ اچھا دوست نہیں سمجھا جاتا۔

اللہ کی دوستی جاودانی ہے۔ اللہ جب کسی کو اپنا بنا لے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں، اسے ہمیشہ اپنا ولی بنا لیتا ہے مگر اللہ دوستی کے طالب کو پہلے ضرور آزمائے گا کہیں وہ دکھ تکلیف میں گلہ شکوہ تو نہیں کرتا۔ اللہ کی دوستی اس کی ذات سے ہے اس لیے دنیا چھین جانے کا کایم

چونکہ اللہ ہی خوشحالی اور تنگی پیدا کرنے والا ہوتا ہے لہذا وہ اپنے طالبوں کو تنگی، مصائب، دکھ اور بیماریوں میں مبتلا کر کے ان کی ثابت قدمی دیکھتا ہے کہ کیا اللہ کا بندہ بننے کی خواہش رکھنے والا دکھ میں اس کا طالب رہتا ہے اور کہیں راہِ حق سے ہٹ تو نہیں جاتا۔ خام کردار والے لوگوں کو اللہ اپنے بندے نہیں بناتا۔ اللہ کا سچا دوست تو وہی ہوتا ہے جو اللہ کے عطا کردہ پر اس کا شکر کرے، جس چیز کی کمی آجائے اس پر صبر کرے، جو اللہ عنایت کرے اس پر قناعت کرے یعنی ہر حال میں خواہ آسودگی ہو یا افلاس اللہ کا شکر گزار بن کر رہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس نے اللہ کو پاتے کے لیے کوئی تکلیف یا پریشانی برداشت نہ کی ہو اسے اللہ کی قدر نہ ہوگی۔ اللہ جتنی مشقت اور دکھوں کے بعد ملے گا اتنا ہی انسان چھپا قدر دان ثابت ہوگا اس لیے اللہ اپنی محبت اور چاہت میں پختہ کرنے کے لیے اپنے بندوں کو آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے اور جب وہ ہر حال میں اس کے اطاعت گزار بن جائیں اور وفاداری میں ثابت قدم رہیں تو اللہ انہیں اپنی دوستی کے اعزاز سے نواز دیتا ہے۔ اللہ کی دوستی چونکہ دنیا میں سب سے قیمتی اعزاز ہے اس لیے پھر انہیں کسی چیز کی کمی نہیں رہتی کیونکہ رب کا ثبات جس پر مہربان ہو بلے اسے پھر کیا کمی ہے۔

اللہ کا بندہ جتنی بڑی آزمائشوں سے گزرے گا اتنا ہی اسے اللہ کا قرب حاصل ہوگا نہ ریت بیماری، محرومی افلاد، مال و زر کا ضرورت کے مطابق نہ ملنا، رہائش، لباس، خوراک کا چھین جانا، لوگوں کے ظلم برداشت کرنا، شیطان کے حملوں میں ثابت قدم رہنا، غرضیکہ جس قسم کی آزمائش اللہ چاہے لے اور جو ان آزمائشوں میں اللہ کا دامن تھامے رکھتا ہے تو اللہ اسے آزمائش ختم ہونے پر جو چاہتا ہے انعام دیتا ہے یہ اللہ کی مرضی ہے۔ چنانچہ آزمائشوں میں گھبراتا اللہ والوں کا کام نہیں۔ اللہ کے بندوں پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عطا کردہ توفیق سے برداشت کر لیتے ہیں۔ جب آزمائش کا عرصہ ختم ہو جاتا ہے تو اللہ ان پر اپنی رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے۔ آخر اللہ اپنے بندوں کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران



کر دیتا ہے۔

## ضابطہ خداوندی

**پانچ چیزوں میں آزمائش** | جب کوئی اللہ کی معرفت پانے کے لیے راہِ حق پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پانچ طرح کی آزمائشوں

میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ  
فَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ  
وَالْأَنْفُسِ وَالْعَمَلِ ۖ وَبَشِيرِ  
الْعَذَابِ ۖ

ہم تمہیں ضرور خوف، بھوک اور مال کے نقص اور جسم کی بیماری اور پھل چھین کر آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے

(پ ۲، بقرہ ۱۵۵)

آزمائش قدر شناسی اور استقامت پیدا کرتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں ایمان کی پختگی پیدا کرنے کے لیے انہیں آزماتا ہے تاکہ وہ دنیا کے اسباب سے توقع توڑ کر ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے توقع قائم کر لیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے طالبوں اور عاشقوں پر دنیا کا خوف طاری کرتا ہے اس خوف میں اللہ کے بندے اللہ پر بھروسہ کر کے دنیا کی چیزوں سے بے خوف ہو جاتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ توکل کا وصفت پیدا کرنے کے لیے انہیں بھوک کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور نعمتوں کی قدر پیدا کرنے کے لیے مالوں کے نقصان سے آزماتا ہے اور بیماریوں میں مبتلا کر کے یاد الہی کی طرف مائل کر دیتا ہے، ثمر یعنی اولاد چھین کر قصائے الہی پر راضی رہنا سکھاتا ہے اور جوان آزمائشوں میں صبر سے کام لیتا ہے اسے (پابندہ بنا لیتا ہے آزمائش کا کتنا بڑا انعام ہے۔

**اولاد بڑی آزمائش ہے** | اولاد بھی انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِوَلَدِكُمُ الْغَافِلِينَ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِوَلَدِكُمُ الْغَافِلِينَ

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آمَاكُمُ وَآوِلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

اور جان لو کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد بہت بڑی آزمائش ہے اور بیشک اللہ کے ہاں ان آزمائشوں کا بڑا اجر ہے۔

اولاد کی محبت انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے انسان اولاد کی خاطر بڑے بڑے گناہ کر دیتا ہے اس لحاظ سے اولاد انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے لہذا جو شخص اولاد کے جائز حقوق پورے کر کے اللہ کی طرف راغب رہے وہ اس آزمائش میں کامیاب ہے۔

دنیا کی زینت بھی آزمائش ہے

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بڑا حسن عطا

فرمایا ہے۔ دنیا میں آرام و آسائش کی بیشمار چیزیں ہیں جن سے انسان رات دن فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ تمام اشیاء انسان میں تکبر پیدا کرتی ہیں اور تکبر اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے اس طرح دنیا کی آرائش اور سہولتوں پر تکبر کو ختم کر کے تواضع پیدا کرنا بہت بڑی آزمائش ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْثَنَ فِيهِ ۖ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَ أَبْقَىٰ ۝

اپنی نظریں بالکل ان چیزوں پر نہ جماؤ جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش کے لیے رکھی ہیں تاکہ ان کے ذریعے ان کی آزمائش کی جائے تیرے رب کا عطا کردہ رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے (دپ ۱۶، لکھ ۱۳)

دنیا کی اسی زینت کا اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں ذکر کیا ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ

روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم اہل دنیا کو آزمائیں کہ کون



أَحْسَنُ عَمَلًا

نیک عمل کرنے والا ہے (پ ۱۵، کہتے)

زندگی اور موت | زندگی اور موت بھی انسان کے لیے ایک آزمائش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝

اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ تمام ملک ہے بڑی برکت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش ہو کہ کون اچھا عمل کرتا ہے وہ زبردست بخشش والا ہے۔ (پ ۲۹، ملک اتا ۲)

انسانی زندگی کا مقصد اچھے اعمال ہے اس لیے دنیا کی زندگی میں آزمائش اس امر میں ہے کہ اچھے عمل کرنے والا کون ہے۔

خیر اور شر میں آزمائش | اللہ تعالیٰ نے اچھائی اور برائی میں بھی انسان کے لیے آزمائش رکھی ہے۔ فرمان الہی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۚ وَلَئِنَّا تُرْجَعُونَ ۝

ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہیں نیکی اور خوشحالی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کریں گے اور تم نے ہماری طرف لوٹ کرنا ہے۔ (پ ۱۷، انبیاء ۳۵)

اللہ کا طریقہ آزمائش | اللہ تعالیٰ انسان کو عزت عطا کر کے اور پھر رزق تنگ کر کے آزماتا ہے پروردگار عالم نے فرمایا ہے:

فَإِمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۖ هَٰذَا يَقُولُ رَبِّيَ ۖ أَلَمْ يَكُنْ مِنْهُ قَوْمًا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ

پس یہ انسان کیسا ہے کہ جب اس کا رب اسے عزت اور نعمت کے ذریعے آزماتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ نے میرا کلام کیا ہے اور جب اسے رزق کی تنگی

فَقَدْ رَحَلْنَاهُ رِزْقَهُ ۖ فَيَقُولُ ۖ رَجِعْ أَهَاتَيْنِ ۖ  
کی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے  
اللہ نے میری تدبیر کی ہے۔ (پ۔ ۳، فہرہ ۱۶۱۵)

جنت آزمائش کے بغیر نہیں ملے گی | اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں داخل  
فرمائے گا انہیں پہلے دنیا کی آزمائشوں

گزارے گا انہیں طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا پڑیں گی۔ انہیں اللہ کی عبادت کے لیے  
سمتیاں اٹھانا پڑیں گی پھر جب اہل ایمان ان آزمائشوں پر پورے اتریں گے تو انہیں جنت میں  
داخل فرمایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ  
وَلَسَيَايَكُمْ مِثْلُ الَّذِينَ خَلَوْا  
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْرُومًا الْبَنَاءُ  
وَالْقُرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ  
الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ  
مَتَى نَصْرُ اللَّهِ ۖ الْآيَاتُ نَصْرَ  
اللَّهِ قَرِيبٌ ۖ

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو  
جاؤ گے اور ابھی تمہیں پہلے لوگوں جیسی تکالیف  
نہیں پہنچیں۔ ان کو بڑی بڑی سمتیاں اور تکلیفیں  
پہنچیں حتیٰ کہ وہ متزلزل ہو گئے یہاں تک کہ پیغمبر  
اور ان کے ساتھ والے ایماندار پکار اٹھیں کہ اللہ  
کی مدد کب آئے گی؟۔ خبردار! اللہ کی مدد بہت

قریب ہی ہے۔ (پ۔ ۲، بقرہ ۲۱۴)

تکلیف آزمائش ہے | دکھ اور سکھ انسانی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اللہ اپنے  
بندوں کو تکلیف دے کر آزماتا ہے کہ کیا وہ دکھ میں مجھے

یاد رکھتے ہیں، مجھ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں اور صبر کر کے مجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں کیونکہ ارشاد  
باری تعالیٰ ہے کہ :

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا تَاءً  
ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّثَالًا  
قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۖ

جب انسان کو تکلیف آتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے  
پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے  
ہیں تو کہتا ہے کہ مجھے یہ میرے علم کی وجہ سے ملتا



بَلْ هِيَ قِتْنَةٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لَعَلَّهُمْ  
لَا يَعْلَمُونَ . قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَتَا  
كَانُوا يَكْسِبُونَ .

بلکہ وہ آزمائش ہے لیکن ان میں سے بہت سے  
اس بات کو نہیں جانتے جو لوگ ان سے پہلے تھے  
وہ بھی یہی کیا کرتے تھے جو انہوں نے کسب کیا  
اس نے انہیں غنی نہ کیا۔ (پ ۲۲، زمر ۲ تا ۵)

اس آیت میں انسان کی حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ مشکل کے وقت آہ و زاری شروع  
کر دیتا ہے اور اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے لیکن جب مشکل حل ہو جاتی ہے تو یہ سرکش بن جاتا  
ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں نے اپنی عقل اور علم کی بنا پر ان نعمتوں کو  
حاصل کیا ہے مگر درحقیقت وہ اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ اسے نعمتیں ملنے پر اللہ کا شکر ادا  
کرنا چاہیئے تھا اور تکالیف ملنے پر صبر کرنا چاہیئے تھا لیکن وہ اُلٹے گلے شکوے کرتا ہے  
اس لیے انسان کو سوچنا چاہیئے کہ وہ تکلیف اور راحت میں اللہ کی طرف رجوع رکھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ ایمان لانے  
لوگوں کی سوچ کے بعد آزمائش ضروری ہے۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

الْحَرَّةُ أَحْسَبَ النَّاسِ أَن  
يُحَرِّكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا  
يُفْتَنُونَ . وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ  
الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ  
الْكَاذِبِينَ .

الم۔ کیا ان لوگوں کی سوچ یہ ہے کہ ان کے  
ایمان لانے پر چھوڑ دیے جائیں گے اور آزمائے  
نہیں جائیں گے جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں  
ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا پس اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو  
جائے گا کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔  
(پ ۲، عنکبوت ۲ تا ۳)

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان ایمان لائے یعنی مسلمان ہو اور  
اس کی آزمائش نہ ہو۔ پس اللہ کے اس حکم سے معلوم ہوا کہ اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہوئے  
آزمائش لازم ہے۔ انسان کی آزمائش اس کی استقامت پر ہوتی ہے اگر وہ دین میں مستحکم

ہو تو اس پر صیبتیں زیادہ پڑتی ہیں اگر اس کی استقامت کم درجے کی ہو تو اس پر کم بوجھ کی آزمائش ہوتی ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ خَلْفَ الْأَرْضِ وَرَقْعَ بَعْضِكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ وَإِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَكَفُورٌ رَّحِيمٌ

اور اللہ ہی نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا، اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش ہو۔ بیشک تمہارا رب جلد عذاب دینے والا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۸ - انعام ۱۶۶)

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی میں انسان کی میشت کو تقسیم کر رکھا ہے۔ بعض لوگوں کو معاشی لحاظ سے دوسروں سے بلند درجہ عطا کر رکھا ہے۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی آقا ہے اور کوئی نوکر۔ یہ ایک دوسرے پر برتری بھی آزمائش ہے۔ دوت مندر کی آزمائش یہ ہے کہ آخرت میں اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کثیر دولت پر شکر ادا کیا تھا۔ اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر کیا تھا پس جو لوگ دنیا کی آزمائش میں پورے اتریں گے اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں جنت کے انعام سے نوازیں گے۔

بِی اسرئیل کی آزمائش

اللہ تعالیٰ جس قوم یا شخص کو دوسروں کی رہنمائی کے لیے منتخب فرماتا ہے اس میں اس کی آزمائش مقصود ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو سیادت کے لیے منتخب کیا تو اس میں انکی آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمِ عَلَیِّنَ، وَرَأَيْنَاهُمْ مِنِ الْأَوَّلِ مَا فِيهِ يَكُونُ مُبِينٌ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دنیا والوں میں سے دانستہ منتخب فرمایا اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں کہ جن میں واضح طور پر ان کی آزمائش تھی۔

پ ۲۵، دغان ۲۲ تا ۳۳



اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمایا ہے :

قَدْ جَعَلْنَاكُمْ قَوْمًا مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ  
يَسُومُونَكُمْ سُوءَ السُّوءِ أَلَدًا بَدِيدًا  
أَبْنَاءَكُمْ وَاسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ  
وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ  
عَظِيمٌ

اور جب یہ تم نے تمہیں فرعونوں سے نجات دلائی جو  
تمہیں بڑی اذیت دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو  
قتل کر دیتے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور  
اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی سخت  
آزمائش تھی۔ (پ ۱، بقرہ ۴۹)

**جہاد آزمائش ہے** جہاد میں چونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی جان کی قربانی  
پیش کرتا ہے، اس لیے یہ بہت بڑی آزمائش ہے۔ اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ تَعْلَمَ  
الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالضَّعِيفِينَ  
وَالضُّعْفَاءَ

ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کہ مجاہد کون ہیں اور  
مہربان کرنے والے کون ہیں اور تمہارے حالات بھی  
جانچ لیں گے۔ (پ ۲۶، محمد ۳۱)

اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں کی بات اچھی طرح جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا،  
کہ ہم لوگوں کو اچھی طرح آزمائیں گے کہ ان میں حقیقی طور پر کون اللہ کی راہ میں اپنی جانی قربانی پیش  
کرنے والے ہیں اور پھر جہاد کی مصیبتوں پر کون مہربان کرنے والے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے غزوہ  
بدر کے موقع پر مسلمانوں کی مدد فرمائی اور یہ غزوہ درحقیقت مسلمانوں کی آزمائش تھا کہ کون ہیں  
جو اللہ کی راہ میں اپنی جان تک دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا  
ہے کہ :

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ  
وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ  
رَفَعَىٰ وَلِيِّيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ

رائے مسلمانوں! تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے  
انہیں قتل کیا ہے اور آپ نے وہ کنکریاں نہیں پھینکی  
تھیں بلکہ وہ اللہ نے پھینکی تھیں۔ تاکہ مومنوں کو اپنے

بَلَاءٌ حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ شَمِيعٌ عَلِيمٌ  
احسانوں سے اچھی طرح آزمائے بیشک اللہ تعالیٰ  
سننے والا جاننے والا ہے۔ (پ ۹، انفال ۱۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے سلسلہ میں مختلف صورتوں  
میں آزمائش کے مواقع مقرر کر رکھے ہیں۔ ان میں ایک

**حالتِ احرام میں آزمائش**  
موقعِ عمرہ یا حج کے موقع پر حالتِ احرام ہے کیونکہ حالتِ احرام میں شکار منع کیا گیا ہے۔

اس لیے اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ نے پورا اترنے کا یوں حکم صادر فرمایا ہے۔  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ  
اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ  
أَيُّدِيكُمْ وَمَا كُنْتُمْ لَتَعْلَمَ اللَّهُ  
مَنْ يَخَافُ بِالْغَيْبِ ۖ فَمَنْ  
أَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَعَلَهُ عَذَابٌ  
أَلِيمٌ  
اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ شکار کے ذریعے تمہیں  
آزمائے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ  
سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے کہ کون اس  
سے بن دیکھے ڈرتا ہے پس جو اس کے بعد حد سے  
نکلے گا تو اس کے لیے عذابِ الیم ہوگا۔  
(پ ۷، مائدہ ۹۴)

## ارشاداتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب  
سے زیادہ مصیبتوں کا شکار کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا (نبیؐ)، پھر  
**اصولِ آزمائش**  
جتنا مرتبہ کم ہو جائے گا اتنی ہی آزمائش کم ہوگی۔ بندے کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی  
ہے اگر دین میں وہ سخت ہے تو مصیبت بھی سخت ہوگی، اگر دین میں نرم ہے تو مصیبت بھی نرم  
ہوگی۔ آخر بندے پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر پک صاف ہو کر چلنے لگتا ہے،  
(دینِ ماجہ)



**ایک نبی کی آزمائش** | حضرت عبداللہ فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں اور آپ انبیاء کرام میں سے ایک نبی کی حکایت

بیان فرما رہے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا تھا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے اے میرے خدا میری قوم کی مغفرت فرما یہ بھی نہیں جانتی۔ (ابن ماجہ)

**بخار آزمائش ہے** | حضرت ابوسعید رضی فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو بخار آ رہا تھا۔ میں نے چادر پر سے آپ کے خیم مبارک پر

ہاتھ رکھ کر دیکھا تو آپ کے بخار کی گرمی مجھے محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اتنا تیز بخار ہے! آپ نے فرمایا ہاں! ہم پر مصیبت بھی سخت آتی ہے اور ثواب بھی دگنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء پر۔ میں نے عرض کیا پھر کس پر؟ فرمایا نیک لوگوں پر۔ بعض نیک لوگ ایسی تنگ دستی میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک کھل کے سوا جو اڑھے ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوتا بعض مصیبت سے اس قدر خروش ہیں جتنا تم لوگ مال و دولت ملنے سے۔ (ابن ماجہ)

**اہل مکہ کا ناروا سلوک** | حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ایک دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور رنجیدہ بیٹھے

تھے، چہرہ اقدس، اہل مکہ کے مارنے کی وجہ سے خون آلودہ تھا۔ جبریلؑ نے دریافت کیا آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ غمگین ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ جبریلؑ نے عرض کیا اگر آپ فرمائیں تو آپ کو کوئی معجزہ دکھلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں! آپ نے اس درخت کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اسے بلائیے آپ نے اسے بلوایا تو وہ آپ کے سامنے اکھڑا ہوا۔ جبریلؑ بولے اس کو واپس بلانے کو کہیے۔ آپ نے اس کو واپس جانے کو کہا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

(ابن ماجہ)

**دندان مبارک شہید ہونے کا واقعہ** | حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تو آپ نے فرمایا وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کے چہرہ کو خون میں رنگتی ہو پھر انھیں اللہ کی طرف بلائے ہو۔ تو یہ آیت نازل ہوئی لَیْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (ابن ماجہ)

**ابتلا کا وقت** | حضرت خذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام مسلمانوں کی تعداد گن کر مجھے بتاؤ۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر کسی چیز کا خطرہ کرتے ہیں جبکہ اب ہماری تعداد چھ سو اور سات سو کے درمیان ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ جس میں تم بتلا ہو جاؤ گے۔ خذیفہؓ کہتے ہیں پھر ہم پر ایسا وقت بھی آیا کہ اگر ہم نماز بھی پڑھتے تو چھپ کر پڑھتے۔ (ابن ماجہ)

**آدمائش کیوں آتی ہے؟** | حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا امداد فرماتا ہے تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (بخاری)

**تکلیف گناہوں کا کفارہ ہے** | حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو کوئی سچا تکلیف، فکر اور غم نہیں پہنچتا۔ یہاں تک کہ جو کاٹھا اس کے لگتا ہے تو اس جھین کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ (مسلم)

**مومن کا الالم میں مبتلا ہونا** | حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے جس کو ہوا جھکاتی رہتی ہے اور مومن مبتلائے الالم ہوتا رہتا ہے البتہ منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے جس کو کوئی چیز ہلاتی نہیں بلکہ اس کو اکھاڑا جاتا ہے۔ (بخاری)



## آزمائش کی وضاحت | حضرت علی بن زید جناب امیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب عائشہ صدیقہؓ سے معلوم کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ

کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں کہ جو کچھ تمہارے نفوس میں ہے چاہے اس کو ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ اور اللہ کے اس فرمان کے بارے میں بھی بتائیں کہ جو شخص برا عمل کرے گا تو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ جب سے میں نے اس بارے میں سرکار سے سوال کیا تھا اس وقت سے اب تک کسی نے مجھ سے اس سلسلہ میں سوال نہیں کیا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ سرکار نے فرمایا تھا یہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہے جس میں کہ وہ بندے کو بخار یا کسی اور پریشانی میں مبتلا کرتا ہے یہاں تک کہ مال میں سے کچھ چیز جس کو وہ اپنی آستین میں رکھتا ہے اور وہ گم ہو جاتی ہے تو اس پر اظہارِ افسوس کرتا ہے یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے جس طرح کہ سونا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔ (ترمذی)

## گناہوں کا وبال | حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو اس کی صلاحیت سے کم یا زیادہ جو تکلیف پہنچتی ہے

وہ گناہوں کا وبال ہے لیکن وہ گناہ جو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے وہ بہت زیادہ ہیں۔ اس کے سرکار نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا ثمر ہے وہ اللہ تعالیٰ تو بہت سے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ (ترمذی)

## عدم بصارت کی آزمائش | حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا رب کریم

فرماتا ہے جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اسے جنت عطا کروں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ دو محبوب چیزوں سے مراد دونوں آنکھیں ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب نیکی کے راستوں پر گامزن ہوتا ہے

اور اس حال میں بیمار ہوتا ہے تو اس کے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے سے اللہ یہ فرماتا ہے کہ اس کے اعمال اسی طرح لکھو جس طرح اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے یہاں تک کہ میں اسے صحت سے ہلکا کر دوں یا اپنی طرف بلاؤں (شرح السنۃ)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ کسی جسمانی عارضہ میں مبتلا ہوتا ہے تو اس پر متعین فرشتے

سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کی صحت کی حالت کے اعمال لکھتے رہو جو وہ حالت صحت میں کرتا تھا اگر اس کو شفا ہوگی تو اس کے گناہ دھل جاتے ہیں اور وہ پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس کی موت آجائے تو اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے اور اس پر رحم کیا جاتا ہے۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں اتنا ہی اجر لکھا جاتا ہے جتنا کہ صحت یا اقامت کی حالت میں

عمل کر کے حاصل کرتا ہے۔ (بخاری)

حضرت سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ عالم انسانیت میں

سب سے زیادہ سختی کن نفوس پر کی گئی؟ سرکارؐ نے فرمایا انبیاءؑ پر۔ پھر جوان کے مثل میں پھر جو ان کے مثل ہیں اور انسان کو اس کی صلاحیت کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر وہ دین کے معاملات میں سخت اور متصلب ہے تو آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر دین میں متصلب نہیں تو آزمائش بھی نرم ہوتی ہے اور وہ اپنے حال پر رہتا ہے اور زمین پر چلتا پھرتا ہے اور اس کے



نامہ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جاتا۔ (ابن ماجہ)

**اللہ کے بندے سے بھلائی کرنا** | حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی

بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو دنیا میں جلد سزا دے دیتا ہے اور جب کسی بندے کے گناہوں کے سبب بھلائی نہیں چاہتا تو اس سے باز رہتا ہے تاکہ قیامت میں اس کو اس کے اعمال کی پوری پوری سزا دے۔ (ترمذی)

**بخاری کی تکلیف** | حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب کے یہاں تشریف لے گئے تو ام سائب سے معلوم فرمایا کیا بات ہے تم کچھ کیا کیوں رہی ہو؟ کہنے لگیں بخاری کی وجہ سے اللہ اس کو برکت نہ دے، اس وقت سرکارؐ نے فرمایا کہ بخاری کو برا نہ کہو کیونکہ بخاری گناہوں کو اسی طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھیٹی کو بھسکے میں کو دور کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)

**مرض کا غلبہ** | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفیقِ اعلیٰ سے ملے اس وقت آپ میرے سینے اور گردن یا ٹھوڈی سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اب میں کسی کی موت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں گھبراتی۔ (بخاری شریف)

**شدید بخار** | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکارؐ شدید بخاری میں تھے۔ میں نے جسمِ اقدس کو ہاتھ لگا کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو شدید بخار ہے۔ سرکارؐ نے ارشاد فرمایا مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو شخصوں کو ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے معلوم کیا کہ اجر بھی دو گنا ملتا ہے۔ سرکارؐ نے فرمایا ہاں! پھر سرکارؐ نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کو مرض یا اس کے علاوہ کوئی اور تکلیف پہنچی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتا ہے جس طرح رخت

سے پتے گرتے ہیں۔ (مسلم شریف)

**بخار کے وقت پڑھنے والی دعا** | حضرت ابن عباس رضی روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بخار اور دوسرے درد اور تکالیف دور کرنے کے لیے یہ دعا تعلیم فرماتے تھے۔ ”بسم اللہ اکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق لعار ومن شر حر انار۔“ (ترمذی)

**بیماری کا تدارک** | حضرت ابوالدرداء رضی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی خود بیمار ہو یا کوئی دوسرا بیماری کا تذکرہ کرے تو اس کو چاہیے کہ یہ پڑھے ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفاک علی هذا الوجه۔ اس دعا کے پڑھنے سے اس کو شفا مل جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

**آفات و مصائب** | وہب بن منبہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی دیکھی کہ جب تیرے ساتھ آفات و مصائب والا معاملہ کیا جائے تو خوشی محسوس کر کہ تیرے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور صالحین والا برتاؤ ہو رہا ہے اور جب تیرے ساتھ خوشنمائی والا معاملہ ہو، تو اپنے آپ پر رو پاکر کہ ان حضرات والے برتاؤ کے خلاف تیرے ساتھ سلوک کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مصنون کی وحی حضرت موسیٰ کی طرف بھیجی تھی۔

**مصائب کیوں آتے ہیں؟** | حضرت عائشہ رضی روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے کفارہ کی کوئی سبیل نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو مبتلائے آلام کر دیتا ہے



تاکہ اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔ (داہمہ)

**رزق کی تنگی آزمائش ہے** | حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رب کریم کا ارشاد یہ ہے

میرے عزت و جلال کی قسم! میں دنیا سے کسی کو نہیں اٹھاتا مگر جس کی بخشش کا میں نے ارادہ کیا ہو تب ہی یا تو اس کو بیماری میں مبتلا کر کے یا اس کے رزق میں تنگی کر کے اس کے تمام گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہوں۔ (ترمذی)

**دُکھ اور سُکھ کا صلہ** | حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل زمین کے سب سے بڑے ناز و

نعمت والے آدمی کو لایا جائے گا اور دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر نکالا جائے گا تو وہ جل کر سیاہ ہو چکا ہوگا اس سے سوال ہوگا کہ دنیا میں رہتے ہوئے تجھے کوئی راحت و نعمت بھی کبھی حاصل ہوئی تو وہ جواب دے گا بالکل نہیں میں توجیب سے بیدار ہوا اسی عذاب و بلا میں مبتلا ہوں۔ پھر اہل دنیا میں سے سب سے زیادہ تنگدست اور مصیبت زدہ آدمی کو بلا کر جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ یعنی گھڑی بھر کے لیے اسے جنت میں داخل کر کے نکال لیا جائے گا تو وہ یوں ہوگا جیسے چودھویں کا پانڈ۔ اس سے سوال ہوگا کہ تو نے کبھی کوئی مصیبت بھی دیکھی ہے؟ وہ کہے گا بالکل نہیں، میں تو ہمیشہ سے اسی لذت اور راحت میں ہوں۔

**سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آتی ہیں** | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

سوال کیا گیا کہ مصیبتیں سب سے زیادہ کن لوگوں پر آتی ہیں۔ ارشاد فرمایا انبیاء علیہم السلام پر، پھر صالحین پر، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں سے قرب رکھنے والوں پر، کہتے ہیں کہ تین چیزیں بھلائی کے خزانہ میں سے ہیں :-

۱۔ صدقہ کو چھپانا ۲۔ تکلیف کو چھپانا ۳۔ مصیبت کو چھپانا۔

**حدیث قدسی** | حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا کوئی بندہ مصائب میں مجھ سے سوال کرتا ہے، میں اسے مانگنے سے پہلے دے دیتا ہوں اور اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔ اور جو بندہ مصائب کے وقت میری مخلوق سے درو مانگتا ہے میں اس پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔

## اقوال صحابہؓ

**بلا وجہ قید آزمائش ہے** | حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کو سلطان بلا وجہ قید کرے اور وہ اسی قید کی حالت میں مر جائے تو وہ شہید ہے اور ایسے ہی اگر اس کی مار پیٹ کی وجہ سے مر گیا تو بھی شہید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ ایک بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کہاں درجہ ہوتا ہے، جہاں تک وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا۔ حتیٰ کہ وہ کسی جسمانی آفت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کی بدولت اس درجہ کو پالیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب قرآن کی آیت مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (جو کوئی برا کام کرے گا اس کے عوض میں سزا دیا جائے گا) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ! اس آیت کے بعد خوشی کی کوئی صورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو بکرؓ! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائیں، کیا تو بیمار نہیں ہوتا، کیا تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، کیا تجھے کبھی کوفت نہیں ہوتی، کیا تجھے کبھی کوئی غم نہیں ہوا؟ یہی وہ جتنا اور بدلہ ہے جو بُرے کام پر ملا ہے۔ حاصل یہ کہ تمام مذکورہ مصائب اور پریشانیاں تیرے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

**حضرت علیؓ کا ارشاد گرامی** | حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے زیادہ امید افزا آیت نہ بتاؤں؟ عرض کیا گیا کہ بتائیے۔ تو آپؓ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:



وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ  
فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُ  
عَن كَثِيرٍ  
اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں  
کے کیے ہوئے کاموں سے ہے اور بہت سے تو  
درگزر ہی کر دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں مصیبتیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ کسی کو  
دنیا میں سزا دے دیتا ہے تو اس کی شان سے بعید ہے کہ اسے دوبارہ سزا دے اور جب دنیا  
میں کسی کو معاف فرمادے تو اس کی شان سے بعید ہے کہ پھر قیامت میں عذاب دینے لگے۔  
حضرت عمر فاروقؓ کا قول | حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے کہ جب  
تک آزمائش نہ کر لو، ہرگز کسی کی دینداری پر  
اعتماد نہ کرو۔

آزمائش کا وقت | حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ میری زندگی میں سب سے  
سخت آزمائش کا وقت غزوہ اُحد کا مہرہ ہے جبکہ لوگ  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ادھر ادھر ہو گئے اس وقت صرف ایک میں ہی تھا  
جس نے آپ کی حفاظت کی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا ارشاد | آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگوں کو جس طرح چاہئے  
آزمائش تکلیف دینے والے جانوروں سے کم نہ  
پاؤ گے۔

## آزمائش صوفیاء

سب سے بڑی بلا | سہل بن سعد قسریؓ فرماتے تھے کہ سب سے بڑی بلا جس  
آدمی کا امتحان ہوتا ہے وہ اعمال دنیا و آخرت سے فارغ البال  
ہونا ہے مگر اس بات کو کہ یہ ایک بلا ہے بہت کم لوگ محسوس کرتے ہیں۔

صرف انبیاء علیہم السلام ہی رجال البلاء ہیں | اے انسان یاد رکھ اور اپنے آپ میں غور کر اور اس بات سے

بچ جو بعض اہل اللہ مصیبت کے وقت کہتے ہیں یعنی اے اللہ! اگر اس مصیبت میں تیری رضا ہے تو اور سخت کر دے۔ کیونکہ مصیبت کرنے والے لوگ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

حضرت امام شافعی کا مرض | امام شافعی حمرض بواسیر میں مبتلا تھے۔ رات دن خون بہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حدیث پڑھانے بیٹھتے

توان کے نیچے طشت رکھا ہوتا جس میں خون ٹپکتا رہتا۔ ایک دن انھوں نے فرمایا اے اللہ! اگر اس میں تیری رضا ہے تو اسے اور زیادہ کر دے۔ یہ کلمہ ان کے شیخ امام مسلم بن خالد زنجی نے سن لیا انھوں نے ان کو ڈانٹا اور کہا اے محمد! یہ نہ کہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔ کیونکہ ہم اور تم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو مصائب کے متحمل ہوتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری کا قول | حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اس خیال سے بیماری اور بلا سے ڈرتے

تھے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قضا کو برا نہ جاننے لگیں۔ وہ مصیبت سے نہ ڈرتے تھے بلکہ اس بات سے ڈرتے تھے جو احتمالاً اس میں ہوتی تھی اور کہتے بخدا میں نہیں جانتا کہ جب میں مصیبت میں گرفتار ہوں تو میری کیا حالت ہو۔ شاید میں کفر کے کلمات بولوں اور مجھے اس کا احساس بھی نہ ہو۔

مسلم بن قتیبہ کا قول | حضرت مسلم بن قتیبہ فرماتے تھے کہ لوگوں کی تکلیف دہی یہ صبر کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ ہم نے ایسے لوگ

دیکھے ہیں جو حکومت کو سب سے بڑی ہلکائی خیال کرتے تھے۔ اور اب ایسے لوگ ہیں جو خود حکومت کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان کا کوئی دوست حاکم ہو جاتا، تو



دعا کرتے کہ اے اللہ! ہم کو اس کے ذہن سے بھلا دے کہ نہ ہم اسے پہچانیں اور نہ وہ ہمیں پہچانے۔

حضرت یحییٰ بن حسیں فرماتے تھے  
**مصیبت عاقبت سے پیدا ہوتی ہے** | جو شخص سلامتی تلاش کرتا ہے

وہ طمانت کو برداشت کرتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہر ایک مصیبت عاقبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر فرعون کو کوئی مرض لاحق ہوتا تو وہ اس امر کا مدعی نہ ہوتا جس کا اس نے دعویٰ کیا تھا یعنی اَنَا رَبِّکُمْ الٰہِی۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے تھے، آدمی پر واجب مال اور اولاد کی آزمائش | انہیں کہ وہ اپنے اہل و عیال کو زبرد پر مجبور کرے بلکہ انہیں اس کی ترغیب دے، اگر مان جائیں تو خیر ورنہ خود زراہد ہو جائے اور ان کے لیے ضروریات مہیا کر دے۔ نیز فرماتے تھے کہ ہر وہ چیز جو تجھے تیرے پروردگار کی یاد سے روکے، خواہ اہل و عیال ہوں یا مال وغیرہ وہ تیرے لیے منحوس ہے۔ (میں کہتا ہوں) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کل موجودات، بندے کو پروردگار کی یاد دلانے کے لیے پیدا کی ہے۔ اس وقت وہ اس کے لیے مبارک ہوگی برخلاف اس کے کہ جب وہ اللہ سے حجاب میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مال اور اولاد آدمی کے لیے سخت فتنہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف میلان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ پس اس میں غور کر۔

عبدالواحد بن زید فرماتے تھے کہ جس نے اپنے شکم کو  
**لقمہ باعث مصیبت ہے** | قابو میں رکھا اس نے اپنے دین کو قابو میں رکھا اور

تمہارے دادا آدم علیہ السلام کی مصیبت ایک لقمہ ہی تھی اور قیامت تک یہی تمہاری مصیبت ہے، پس اس کو یاد رکھو۔ (میں کہتا ہوں) مصیبت سے اس جگہ آزمائش مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ بنی آدم کی آزمائش کرتا ہے کہ وہ ترکِ شہوات پر صبر کرتے ہیں یا نہیں اور آدم علیہ السلام کی

آزمائش موری تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ظاہر کیا تھا تاکہ ان کو اپنی اولاد کی کثرت معلوم ہو جائے جب وہ اپنے رسولوں سے غیب پر مطلع ہونگے۔ نیز ان کو یہ بھی معلوم کرایا جائے کہ جب ان کی اولاد گناہ میں گرفتار ہوگی تو کیسے توبہ کریں گے پس خطاب تو آدم کی طرف ہے لیکن حکم ان کے غیر کی طرف ہے۔

فتح موصیٰ کا ذکر ہے کہ انھیں اپنے گھر والوں میں بھوک پیش  
**بھوک اور حاجت** آئی تو کہنے لگے میرے اللہ! کاش مجھے یہ پتہ چل جائے کہ یہ  
 عنایت کس عمل کی بدولت ہے تو میں اس میں اور کوشش کروں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ بلند ہمت  
**حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد** لوگوں کی منزل مقصود تک پہنچنے کے سفر میں  
 دنیاوی ہوس یا لگن کا گزر بھی نہیں ہو سکتا۔ مصائب کی آزمائش ان کے پائے ثبات میں ذرہ  
 برابر بھی لغزش نہیں لا سکتے۔ ان کے عزم و حوصلہ اور بلند ہمتی کے سلسلے مصائب کا تو کوئی  
 وجود ہی نہیں بنتا۔ مصائب، مصائب نہیں رہتے۔ بلکہ وہ مصائب ان کی لگن کو کئی چند کر  
 دیتے ہیں۔ منزل مقصود تک پہنچنے کے سفر کے تمام معاملات کو وہ عالی ہمت لوگ اپنے پروردگار  
 پر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ان مصائب کو بھی امر الہی سمجھتے ہیں اسی لیے وہ مصائب کو مصائب  
 نہیں سمجھتے۔ ایسے عالی ہمت لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے نظام اور قانون کے تحت ان کی استعداد  
 کے مطابق اپنی بقا سے مشرف فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر عزم اور عالی ہمت لوگوں کو امیدوں  
 کو ہمیشہ بر لاتا ہے پھر وہ لوگ بقدر ظرف اللہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند قدس  
**حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند کی دعا** سرہ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا

زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت بابا ساسی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔  
 تاکہ آپ کی قدم بوسی کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی خدمت میں گیا۔



اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا۔ اس وقت میری زبان سے یہ نکلا کہ اے خدا اپنی بلاؤں کو اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطا فرما اور اپنی محبت کی نعمت کی برداشت مجھ کو دے۔ جب میں صبح کو حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند! یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کر۔ اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر بلا نازل کرتا ہے تو اس کو برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے اور اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے، اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا مشکل ہے اس لیے گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔

**حضرت عمر بن عبد العزیزؓ** مروی ہے کہ جب خلافت عمر بن عبد العزیزؓ کے سپرد ہوئی تو وہ روپڑے اور اپنی عورتوں اور لونڈیوں کو اختیار دے دیا اور کہا کہ مجھے ایسا کام پیش آگیا ہے جو مجھے تمھاری خبر گیری سے روکتا ہے۔ میں تمھاری خبر گیری کے لیے اس وقت تک فارغ نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگ قیامت کے حساب سے فارغ نہ ہو جائیں۔ یس کن کران کے اہل خانہ رونے لگے، یہاں تک کہ ہمسایوں کو خیال ہوا کہ ان کے یہاں کوئی موت ہو گئی ہے۔

**عمال کا ظلم** محمد بن یوسفؒ کے بھائی نے ان کی طرف عمال کے ظلم کی شکایت لکھی تو انھوں نے جواب دیا اے بھائی! تیرا خط ملا، تیرے علم سے مخفی نہ رہے کہ جس شخص نے گناہ کیا ہے اسے یہ حق نہیں کہ وہ عذاب کے آنے پر اعتراض کرے جس مصیبت میں تم مبتلا ہو میں اس کو صرف گناہ کی شامت سمجھتا ہوں۔ والسلام۔

**ظاہر و باطن یکساں نہ ہونے پر نزولِ بلا** صالح المرئیؒ فرماتے تھے کہ جب لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو تو وہ جس قسم کی بھی مصیبت و آفت میں مبتلا ہوں ان کو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے۔

**ناحق قید** | ہارون رشید نے ایک شخص کو ناحق قید کر دیا تو اس شخص نے ہارون رشید کی طرف لکھا کہ اے ہارون! یقیناً میرا کوئی دن قید اور تکلیف میں البتہ نہیں گزرتا کہ اتنا وقت تیری عمر اور اکرام سے کم نہ ہوتا ہو اور فیصلہ کا وقت قریب ہے اور میرے تیرے درمیان اللہ تعالیٰ منصف ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ہارون رشید نے خط پڑھا تو اسے چھوڑ دیا اور اس پر احسان کیا۔

**بھلائی کا معیار** | جناب صحاح کہتے ہیں جو شخص چالیس راتوں میں ایک رات میں بھی گرفتار رنج و الم نہ ہوا ہو، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے لیے کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے۔

**مصائب کی کٹھن گھایاں** | حضرت جنید بغدادیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کر لیا تو پھر اس مخلوق کے سامنے اس دنیا کو اس کی تمام تر خوبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ پیش کیا۔ اس پر اس دلفریب اور دلکش دنیا کو ہر ایک ہزار انسانوں میں سے صرف ایک انسان نے پسند نہ کیا۔ لیکن نو سو تالیس انسانوں نے دنیا ہی پسند کی۔ پھر جب ان ایک فی ہزار دنیا نہ چاہنے والوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کی نعمتیں اور فیاضیاں رکھ دیں تو ان چنیدہ فی ہزار انسانوں میں سے صرف ایک انسان نے اس جنت سے بھی منہ موڑ لیا۔ اس مقام و موقع پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندوں کی جماعت! تو نے دنیا اور جنت دونوں کی پروا نہیں کی۔ انھیں بھی ٹھکرا دیا ہے آخر تم کیا چاہتے ہو؟ اس جماعت کے انسانوں نے عرض کی کہ اے ہمارے مالک و مولیٰ! تو ہمارے حال اور طلب سے خوب واقف ہے اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ اس مقام و منصب پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ مجھے خبر ہے کہ تم صرف اور صرف مجھے چاہتے ہو لیکن تمہاری اس چاہت کا بھی ہمارے یہاں امتحان لیا جائے گا کہ تم اپنی اس طلب و آرزو میں



کس قدر صادق اور ثابت قدم ہو۔ تمہیں مصائب اور مشکلات کی کٹھن گھاٹیوں پر سے گزنا ہو گا۔ سماوی بلائیں بھی تمہیں تمہاری استطاعت کے مطابق آن گھیریں گی۔ میر بلائیں اس قدر بڑی اور بوجھل ہوں گی کہ ان کا بوجھ زمین اور آسمان بھی اٹھانے سے عاری ہوں گے لیکن اگر تم اے میرے بندو! ان مصائب و آلام اور بلیات کے اژدہام میں بھی ثابت قدم رہو گے اور صبر سے کام لو گے تو پھر میں (اللہ تعالیٰ) تمہیں اپنے قرب سے نوازوں گا۔ وہ تمہارے لیے کافی ہو جائے گا۔ تم پر اپنی تجلیات کی فراوانی فرما دے گا۔ تمہیں تمہارے صبر اور ثابت قدمی کے باعث روحانی لذتوں سے متصف کر دے گا، تمہارے حجابات بھی دور فرما دے گا۔ پھر ایسی صورت میں تمہاری نگاہیں ایک خاص قسم کی بصیرت سے فیض یاب ہوں گی۔ اس بصیرت سے تم اپنے خدا کی بڑائی اور عظمت اور جاہ و جلال کو مکمل طور پر دیکھنے کے لائق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن کر ایسے چنیدہ عارفوں کی جماعت نے کہا کہ اے ہمارے عالی مالک و خالق پروردگار تو جس طرح اور جو چاہتا ہے وہی ہمارے لیے کر دے۔ ہمیں جس طرح بھی چاہے آزمائے کیونکہ تو ہم پر ہر طرح سے فائق اور غالب ہے۔

## حضرت توکل شاہ نقشبندی کی وصیت

آپ نے ایک روز وصیت فرمائی کہ فقیر پر دینی مصیبت ہو تو وہ

دنیاوی، خلاف شرع شریف فعل کرنے سے نازل ہوتی ہے۔ جب فقیر سے غفلت اور نادانستگی میں کوئی ایسا فعل ہو جاتا ہے تو مصیبت آجاتی ہے اگر اس کا لحاظ رکھے تو کبھی بھی مصیبت نہ آوے اور اخیر میں جب فقیر پر حفاظت الہی نازل ہو جاتی ہے تو اس وقت جو تکلیف پہنچتی ہے اس سے مقام میں ترقی ہوتی ہے۔ وہ تکلیف قرب و ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اور آپ کا یہ حال تھا کہ جو حضور سے کبھی مکروہ سزائی کوئی فعل ہو گیا تو اس کا صدقہ خود ہی اپنے دل سے مقرر فرما کر مسکینوں، محتاجوں، یتیموں، بیواؤں کو تقسیم کرتے، کبھی چھ روپیہ کبھی بارہ روپیہ، محبوب عالم نے حضور کا ایسا صدقہ دیا ہوا تقسیم کیا ہے ہمارے نزدیک تو کوئی فعل آپ کا مکروہ

تذریہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا مگر آپ خود ہی فرمادیا کرتے تھے کہ حسنات الابرار سیئات المقرین۔  
بیز فرماتے کہ کامل مومن وہ ہے جو خود منصف ہو کر اپنے اعمال کی چھان بین کرتا ہے اور جو گنہ گری  
چیزیں ہیں ان کو خود ہی نکالتا ہے۔

**حکایت** | ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سفر کر رہے تھے اور راستے میں ایک سپاہی  
مل گیا اور اس نے جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ  
کیا۔ اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے دل لگی کرنے ہو اور آپ کی گردن  
میں رسی ڈال کر زد و کوب کرتا ہوا آبادی میں لے آیا اور جب اہل قریہ نے سپاہی سے کہا کہ  
تم نے یہ کیا ستم کیا یہ تو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ ہیں۔ یہ سن کر جب اس نے معافی طلب کی تو فرمایا  
کہ تو نے ظلم کر کے مجھے جنت کا مستحق بنا دیا اس لیے میں تجھے دعا دیتا ہوں کہ تو بھی جنت میں  
جائے۔ اس کے بعد کسی بزرگ نے اہل بہشت کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دامن موتیوں سے  
لبریز ہیں اور جب ان بزرگ نے سوال کیا تو بتایا گیا کہ ایک ناواقف نے حضرت ابراہیم بن  
ادھمؒ کا سر پھوڑ دیا تھا اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہوں تو ان پر برائی  
نچھاور کیے جائیں۔

**حکایت** | حضرت ذوالنون مصری جب بلند مراتب پر فائز ہو گئے تو لوگوں نے مراتب  
کی ناواقفیت کی بنا پر آپ کو زندق کا خطاب دے کر خلیفہ وقت سے آپ  
کی شکایت کر دی۔ چنانچہ جب آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک ضعیفہ نے کہا  
کہ خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ وہ بھی تمہاری ہی طرح خدا کا ایک بندہ ہے۔ (اسی وقت راہ میں ایک  
بہشتی نے آپ کو خنک پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ایک ساتھی  
سے کہا کہ اس کو ایک دینار دے دو تو بہشتی نے عرض کیا کہ اسیروں سے کچھ لینا بزدلی کی  
علامت ہے۔ اس کے بعد آپ کو دربار خلافت سے چالیس یوم کی قید ہو گئی اور اسی عرصہ  
میں آپ کی ہمیشہ روٹی کی ایک ٹکیہ روزانہ آپ کے پاس لے کر جاتیں لیکن رہائی کے بعد



ہر یوم کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں اور جب آپ کی عمر پورے  
 کہا کہ یہ تو جائزہ کمائی کی تھیں۔ پھر آپ نے کیوں نہیں کھائیں تو فرمایا کہ چونکہ داروغہ جیل بدہن  
 قسم کا انسان ہے اس لیے اس کے ہاتھ سے بھجوائی ہوئی روٹی سے مجھے کراہت محسوس  
 ہوئی۔ پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو گر پڑے اور سر میں شدید ضرب آئی لیکن یہ عجیب  
 بات ہے کہ خون کی ایک بوند بھی آپ کے لباس پر نہیں پڑی اور جو خون زمین پر گرا تھا وہ بھی  
 غائب ہو گیا اور جب آپ خلیفہ کے رد برو پیش ہوئے تو اس کے سوالات کا دندان شکن جواب  
 دے کر اہل دربار کو حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ خلیفہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور  
 نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مصر رخصت کیا۔

**حضرت یازید کا قول** | جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہونے لگا تو آپ کا کلام  
 عوام کے اذنان سے بالاتر ہو گیا تو آپ کو سات مرتبہ

بسطام سے نکالا گیا اور جب آپ نے نکالنے کی وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ تم نہایت بُرے انسان ہو  
 آپ نے فرمایا کہ جس شہر کا سب سے بُرا انسان یازید ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

**حضرت انس بن مالک کی روایت** | آزمائش کے متعلق حضرت امیر علی ہمدانی  
 حضرت انس بن مالک کی ایک روایت

بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمانا چاہتا ہے تو پہلے  
 اس کو اوصاف بشری کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے اور جب تک وہ مکمل طور پر پاک و صاف  
 نہیں ہو جاتا وہ نہ بد تقویٰ کے اعلیٰ درجوں پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ جب اس کو روحانیت  
 اور وادیت میں رفعت عطا کرتا ہے تو پھر اس کو پے در پے آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے اس کو  
 کبھی مادی طور پر تکالیف میں اور کبھی جسمانی طور پر مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی اس پر  
 بلائیں نازل کر دیتا ہے اور جب وہ بیقراری اور بے چینی کا پردہ سوز و نالائزیاں پر لاتا ہے  
 تو آسمانی فرشتے اس کے عروج کی سرعت اور تیزی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اور فرشتے اس

وقتِ قہر کی اس حکمت کے ادراک کو سمجھتے ہیں کہ اللہ نے مخلوق زمینی کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے فرماتا ہے اے میرے پیارے بندے تو نے ہماری بندگی کی۔ ہم نے تجھے پے درپے تکالیف میں مبتلا کیے رکھا مگر تو نے صبر کا مظاہرہ کیا اب تیرے انعامات حاصل کرنے کا وقت آگیا ہے تو ہم سے انعامات حاصل کرے گا جس کا تصور بھی دنیا والے نہیں کر سکتے۔ میں تجھے مقامِ ارفع عطا کروں گا۔

بظاہر کسی اللہ والے کو تکالیف اور مصائب کا شکار دیکھ کر لوگ انگشت نمائی کرتے ہیں کہ یوں تو یہ شخص بڑا پارسا اور عبادت گزار تھا مگر اس پر خدا کا عذاب نازل ہو رہا ہے تو اندر سے یہ شخص ضرور گنہگار ہو گا مگر وہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے ولیوں کو موت سے قبل جسمانی اور دیگر تکالیف و عوارض کا شکار کر کے ان کا حساب دنیا میں ہی بیاں کر دیتا ہے تاکہ آگے چل کر ان کے کسی قسم کی پرسش نہ ہو اور ان کو اگلی دنیا میں جو مقام ملنے ہیں دنیا والے ان سے نہ صرف نا آشنا ہوتے ہیں بلکہ وہ اس مقام بلند کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہی وہ صرف نیک لوگوں کا مذاق اور ٹھٹھا اڑاتے ہیں کیونکہ ان میں شعور نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے مریدوں میں کلیب و اصحاب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ

### حکایت

ان کو جذام کی بیماری تھی اس وجہ سے وہ شہر چھوڑ کر جنگل میں زندگی گزارنے لگے ایک روز لوگوں نے سوچا، جنگل میں جا کر دیکھا جائے کہ کلیب کس طرح کی زندگی بسر کر رہے ہیں جب دیکھنے والے جنگل میں پہنچے تو انہوں نے سنا: "یا اللہ! میرا نام کتا ہے میرا جسم جذام سے گل گیا ہے اور کئی کئی دن کے فاقوں کے بعد مجھے کچھ کھانے کو مل جاتا ہے" اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اے میرے بندے! میں نے تیری باتوں کو سن لیا ہے۔ تکالیف اور مصیبت میں اپنوں کو مبتلا کر کے ان کی محبت کی آزمائش کی جاتی ہے۔ غیروں کو ہمیشہ سکھ اور سکون دیا جاتا ہے۔ خواجہ گیسو دراز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو مقرب جانتا ہے ان کو کسی نہ کسی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور تکالیف میں گرفتار ہونے کے بعد جب بندہ حق بندگی ادا کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب



کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو جس نے اتنی تکلیف وابتلا میں بھی مجھ سے منہ نہیں موڑا۔ یوں اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کے درجات کو بلند تر فرما دیتا ہے۔

**حکایت** | حضرت ابوسلیمان دارانیؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قسطنطنیہ کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کالج اور حضور رسول اللہ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کروں۔ دوران سفر مجھے ملستے میں ایک عراقی ملا۔ وہ بھی اسی جذبہ کے تحت سفر کر رہا تھا۔ جب سب رفیق سفر چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا۔ اور جب منزل پر اترتے تھے تو وہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اس کے دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو تہجد پڑھا کرتا تھا اسی حالت میں وہ مکہ منظم تک پہنچا۔ اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے حیدر ہوتا چاہا اور مجھے خدا حافظ کہا۔ میں نے کہا اے بیٹے! کس چیز نے تجھے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہے؟ نو جوان عراقی نے کہا اے ابوسلیمان! مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا ہے۔ وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔ اسی طرح اس کے بالا خانہ اور درمیان بالا خانوں کے ایک ایسی حور تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی صورتیں کبھی نہ دیکھی ہوتگی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت روشن ہو گئی اور کہا اے جوان! اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور کوشش کرتا کہ میں تیری ہوجاؤں اور تو میرا ہوجائے پھر میں بیدار ہوا۔ یہ میرا قصہ ہے اور یہ حال ہے، مجھے اے سلیمان! اس لیے ضرورت ہے کہ میں کوشش کروں اور زیادہ کوشش کروں۔ کوشش کرنے والا ہی کچھ حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ میں نے دیکھا وہ ایک کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ اس نے میرے واسطے دعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔ حضرت ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس پر غتاب کیا اور کہا اے نفس بیدار ہو جا اور یہ اشارہ سن لے جو ایک بشارت ہے۔ جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور مجاہدہ ہے تو اس شخص کو جو حور کے رب کا

طالب ہے، کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنی چاہیے۔

**حکایت** | حضرت ذوالنون مصریؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تم سے کیا کیا کہا؟ ان لوگوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے بخش دیا اور آپ کی محبت کی وجہ سے ہمیں جنت میں داخل کر کے جنت میں مقامات دکھائے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں لیکن ان کہنے والوں کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میں تمہیں غمگین پاتا ہوں حالانکہ تم جنت میں داخل ہو چکے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہو۔ انھوں نے ایک زور کی سانس لی اور کہا اے ذوالنون! قیامت تک ہم اسی طرح غمگین رہیں گے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں؟ انھوں نے کہا، جب ہم جنت میں داخل ہوئے تو ہمیں مقامات علیین دکھائے گئے۔ ویسے ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے جب ہم نے انھیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، اتنے میں ایک منادی نے آواز دی کہ اسے یہاں سے لوٹا کر لے جاؤ۔ یہ جگہ اس کے لیے نہیں ہے یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی جب ان پر دنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ پھر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اگر تم بھی اس راستے پر چلتے تو تمہیں بھی یہ رتبہ حاصل ہوتا۔

**حضرت ابن عطاء کا قول** | حضرت ابن عطاءؒ کہتے ہیں کہ انسان کا صدق و کذب اس کی مصیبت اور شادمانی کے وقت ظاہر ہوتا ہے جو شخص شادمانی و خوشحالی میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے مگر مصائب میں فریاد و فغاں کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اگر کسی کو درد عالم کا علم عطا کر دیا جائے پھر اس پر مصائب کی یلغار ہو اور وہ شکوہ و شکایت کرنے لگے تو اسے اس کا یہ علم و عمل کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

**نفسانی آزمائش کا قصہ** | حضرت غوث علی شاہ کا اوائل عمر میں معمول تھا کہ عموماً سیاحت میں رہتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ سیاحت کرتے



ہوئے شہر بنارس میں پہنچ گئے، یہاں ان دنوں آپ کے ایک بھائی فیض الحسن رہا کرتے تھے جو کہ تھانیدار کے منصب پر فائز تھے۔ آپ کی ملاقات اپنے بھائی سے ہوئی تو ان سے مل کر آپ کو بہت خوشی ہوئی اور روح کو قرار ہوا۔ آپ کے بھائی نے کہا، غوث علی! تم قیام کہاں کر رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ بھائی! فقیر کا ٹھکانہ اللہ کے گھر کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس پر فیض الحسن نے کہا، لیکن میرے گھر کے ہوتے ہوئے ایسا نہیں ہو سکتا، آپ کو میرے گھر میں قیام کرنا پڑے گا۔

غوث علی نے فرمایا کہ بھائی! اس بات کا اتنا اصرار نہ کرو کیونکہ میں تمھارے گھر میں قیام نہیں کر سکتا۔ فیض الحسن نے آپ کی ضد کے آگے سر جھکا دیا اس کے بعد غوث علی ایک مسجد میں مقیم ہو گئے جس کے ایک طرف گنگا (دریا) تھی اور دوسری طرف شارع عام تھی۔ آپ کے بھائی نے مسجد میں حاضری دی اور کہا، بھائی! آپ نے میری ایک بات نہیں مانی مگر دوسری بات ضرور ماننا پڑے گی۔

غوث علی نے کہا، کیا بات ماننا پڑے گی؟ تب آپ کے بھائی نے کہا کہ کھانا آپ کو میرے گھر کا کھانا پڑے گا بھلے آپ میرے گھر نہ رہیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تم روزانہ کھانا گھر سے بھجوا دیا کرو۔ میں کھالیا کروں گا۔

فیض الحسن نے اس پر ہی بات ختم نہ کی بلکہ پھر کہا کہ ایک بات اور بھی آپ کو ماننا پڑے گی کہ میں روزانہ آپ سے ملاقات کے لیے آیا کروں گا۔ کہیں آپ مجھے دھتکار نہ دینا۔ آپ نے فرمایا کہ بعد شوق آیا کرو میں تمہیں ضرور ملوں گا۔

اس کے بعد فیض الحسن نے اپنا یہ دستور بنالیا کہ روزانہ آپ کو کھانا بھجوا دیا کرتے تھے اور خود بھی ملاقات کے لیے آجایا کرتے تھے۔ غوث علی اس مسجد کے حجرے میں سارا سال اذان اور ساری رات زبده و تقویٰ کے لیے عبادت و ریاضت کرتے رہتے اور جب کبھی دل میں اداسی پیدا ہوتی تو مسجد کی دیوار کے ساتھ بیٹھ کر آنے والوں کا تماشہ دیکھتے رہتے۔ ایک دفعہ

اسی طرح آپ مسجد کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ایک حسین مرتجبین لڑکی کو ایک طرف جلتے دیکھا اس لڑکی کے ارد گرد اور بھی لڑکیاں تھیں مگر وہ لڑکی سب سے زیادہ خوبصورت اور ان لڑکیوں میں ممتاز تھی اس لڑکی کو دیکھ کر آپ کے ہوش و حواس جلتے رہے آپ اس لڑکی کو دور تک دیکھتے رہے پھر تھکے تھکے مسجد میں اپنے حجرے کی طرف آگئے پھر آپ نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ کیا تو اسی لیے بنارس آیا تھا کہ ساری عمر کی کماٹی اس حسین، چنچل، شوخ و شیریں لڑکی کو لڑکی پر نشان کر دے۔ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر مسجد کے ملائے کہا، حضرت! خیریت تو ہے آپ کی طبیعت اچھی معلوم نہیں ہوتی؟

آپ نے فرمایا طبیعت تو ٹھیک ہے۔ میں چلے میں بیٹھنے جا رہا ہوں اگر میرا بھائی مجھ سے ملنے آئے تو کہہ دیجئے گا کہ میں چلے گا رہا ہوں اب میرے لیے کھانا بھی نہ بھیجا کرے۔ میں مسجد کے کھانے پر ہی گزارا کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نفیس کشی کے لیے حجرے میں بند ہو گئے اور اس برہمن زادی کا تصور کر کے بیٹھ گئے اور خدا تعالیٰ سے گریہ و زاری شروع کر دی۔ اس دوران آپ نے کھانے پینے کو روزہ رکھنے کو، اس کے علاوہ نماز سب کو بالائے طاق رکھ دیا اور صرف اور صرف خدا کے آگے جھکے رہے۔ آپ بار بار یہی کہتے، میرے اللہ! میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھ سے سب کچھ چھین جائے گا صرف ایک نازک اندام کی وجہ سے۔ یا خدا! میں کیا کروں؟ مسلسل آٹھ دن کی گریہ زاری کے بعد آپ نے اس برہمن لڑکی کو دیکھا وہ مجسم نہیں تھی بلکہ وہ اس لڑکی کا مکمل ہیولا تھا وہ غوث علی کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا مگر وہ ہیولا دوسری جانب آ کر کھڑا ہو گیا۔

غوث علی نے طیش میں آ کر کہا تو کیا چاہتی ہے؟ مگر لڑکی پر کوئی اثر نہ ہوا اور مسلسل مسکراتی رہی، پھر آپ نے اس کو دانٹ دیا۔ چل دفع ہو جا یہاں سے، میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔ اتنا کہتا تھا کہ وہ ہیولا فوراً غائب ہو گیا آپ نے سکون کا سانس لیا اور خدا کا شکر ادا کیا پھر چنانک دوازے پر کسی نے دستک دی۔ آپ نے پوچھا کون ہے؟ جواب میں کسی مرد نوجوان کی آواز آئی



آپ نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور آپ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس نوجوان کے ساتھ وہی لڑکی نازک اندام، پری چہرہ کھڑی ہے۔ نوجوان کے ہاتھ میں شیرینی کی تھالی تھی۔ ان دونوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ آپ نے نوجوان کو بغور دیکھا۔ وہ بھی بہت حسین تھا۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم کون لوگ ہو اور یہاں کس غرض سے آئے ہو؟ لڑکی نے جواب دیا کہ میں کوشلیا ہوں ایک برہمن کی بیٹی اور یہ میرا پتی ہے۔ ہمیں اولاد درکار ہے اس لیے آپ سے دعا ہو کہ ان کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ امید ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں ٹھمائیں گے۔

آپ نے لڑکی سے پوچھا کہ تیری شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ صرف ایک سال۔ آپ نے فرمایا، تو پھر فکر کیوں کرتی ہے؟

لڑکی غوث علی کی طرف بغور اور مسلسل دیکھے جا رہی تھی۔ لگتا تھا وہ غوث علی سے کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہے۔ غوث علی نے نوجوان سے کہا کہ تم ذرا باہر جاؤ میں اس لڑکی سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ نوجوان فوراً باہر چلا گیا۔ نوجوان کے جاتے کے بعد آپ نے فرمایا، ہاں! اب بتا تو میرے پاس کیونکر آئی تھی اور کیا چاہتی ہے؟

لڑکی نے کہا کہ مجھے اولاد چاہیے میاں جی! آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا جو ہے کہ اولاد مل جائے گی تو اس میں پریشان کیوں ہوتی ہے؟ لڑکی نے شرمناک جواب دیا کہ میں اولاد ضرور چاہتی ہوں مگر اپنے شوہر سے نہیں۔

آپ شش و پنج میں پڑ گئے۔ آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے اندر ہریان کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ کسی نے دل سے کہا، غوث علی! اب بتا تو کیا چاہتا ہے؟ لڑکی نے تو اپنے دل کی بات بتادی ہے؟ اس پر آپ کے دل نے جواب دیا کہ میں اس کو بیوی تو نہیں بنا سکتا کیونکہ میری عمر اس وقت پینتالیس سال ہے اور یہ ابھی سولہ سترہ برس کی ہے۔

نفس نے ورغلا دیا کہ اس کے علاوہ بھی تو کوئی صورت ہوگی لیکن دل نے کہا کہ مجھے کوئی صورت

منظور نہیں۔ نفس نے دوبارہ کوشش کی کہ اگر اور کچھ نہیں تو بہن ہی بلالے، مگر دل نے کہا نہیں ایسا تو ممکن ہی نہیں کیونکہ میں نے خدا کو پہلے کے لیے اپنے حقیقی بہن بھائیوں کو چھوڑ دیا ہے، تو اس رڈ کی کو میں کیسے بہن بنا سکتا ہوں۔ نفس نے کہا کہ ایسے اچھے مواقع بار بار نہیں آتے ابھی فائدہ اٹھالے۔ دل نے جواب دیا بے شک بربادی کے ایسے اچھے مواقع بار بار نہیں آتے۔ اب میں ایک بڑی آزمائش سے گزر کر کامران ہوا۔

رڈ کی نے پوچھا کہ میاں جی! کیا سوچنے لگے، کچھ بویے بات کیجیے۔ آپ فوراً اپنی بیجانی حالت سے آزاد ہوئے اور جا کر اس رڈ کی کے شوہر کو اندر بلا لیا اس کے بعد ایک تعویذ اٹھیں لکھ کر دیا اور فرمایا، جہاں اللہ نے چاہا تو ضرور کامیابی ہوگی۔

رڈ کی نے حسرت سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا ایس یا اور کچھ؟ آپ نے فرمایا ایس اتنا ہی تم لوگوں کے لیے کافی ہے۔ رڈ کی کو قرار نہیں آ رہا تھا، بولی، اب کب آؤں؟ آپ نے فرمایا اب تمہیں یہاں آنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ رڈ کی اس جواب سے مطمئن نہ ہوئی اور اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ شوہر نے کہا میاں جی! کیا دوبارہ آنے کی اجازت نہیں دیں گے؟ آپ نے فرمایا ایس آنا چاہو تو آ جا یا کرو میں ملاقات کر لوں گا۔

نوجوان نے کہا ویسے آپ کا مستقل قیام کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا میرا مستقل قیام کہیں بھی نہیں بس جہاں مل گئے مل گئے۔ رڈ کی نے کہا میاں جی! میں آپ سے ایک بار اور ملنا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا تیری مرضی ہے جب چاہے آ جانا اگر موجود ہوا تو مل لوں گا۔

آپ نے ان دونوں کو رخصت کر دیا مگر نفس نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ کہنے لگا غوث علی! تو نے جس سے پیچھا چھڑا ہے وہ اتنی جلدی تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں ہی اس کو مرنے نہیں لگاؤں گا تو وہ میرا کیا بگاڑے گی۔ اس کے بعد آپ نے فوراً بنارس کو خیرباد کہہ دیا اور چالیس میل دور جا کر قیام کیا۔

کچھ دنوں بعد مسجد کے آگے ایک کدہ آکر رکا۔ اس میں سے دونوں میاں بیوی، جو بنارس



میں غوث علی کے پاس آئے تھے، اترے، لڑکی کا چہرہ بچھا ہوا تھا، اداسی، مایوسی، کرب و اضطراب سے وہ مجسمہ حرمان و یاس بنی ہوئی تھی۔ آتے ہی کہنے لگی، میاں جی! آپ بغیر بتائے کیوں یہاں چلے آئے؟ آپ نے فرمایا، بھئی! میں نے تم لوگوں سے وعدہ تو نہیں کیا تھا کہ میں ہمیشہ بنارس میں ہی رہوں گا۔

اس لڑکی نے آپ کو واپس بنارس چلنے کے لیے اصرار کیا آپ نے فرمایا یہ میرے سفر کی ایک اہم کڑی ہے اس کے علاوہ میں نے کچھ اہم کام یہاں پر نمٹانے ہیں اس لیے میں بغیر کام ختم کیے بنارس نہیں جاسکتا۔ اس پر لڑکی نے کہا کہ پھر آپ بنارس کب تشریف لائیں گے؟ آپ نے فرمایا جب اللہ کو منظور ہوگا۔ اور ان دونوں کو بھیٹنے کے بعد آپ نے فوراً اس علاقے کو چھوڑ دیا اور نکھنوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

**حکایت** | حضرت جنید بغدادی کو تصوف میں بلند مقام حاصل تھا، خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے درباری ہمیشہ حضرت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اور خلیفہ کے روبرو حضرت کی کرامات کو کرشمہ سازی اور عوام کی گرویدگی کو حکومت کے خلاف بتلاتے تھے خلیفہ کو بھی تشویش ہوئی اور اس نے حضرت کی آزمائش کے لیے ایک ترکیب سوچی، اپنی ایک منتخب حسین و جمیل کنیز سے کہا، جو حسن و جمال اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھی، کہ وہ بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر حضرت کے پاس جائے اور بے نقاب ہو کر ان کے قدموں پر سر رکھ دے اور پھر ان سے کہے کہ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہے مگر میرا دل دنیا سے بیزار ہو گیا ہے اب میں آپ کی کنیز بن کر رہنا چاہتی ہوں، مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیجیئے۔ اس طرح وہ حضرت جنید کو اپنی جانب مائل کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرے۔ کنیز نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور ایک خدمتگار کے ہمراہ حضرت کے حجرے پر پہنچی تو حضرت کو یاد الہی میں مستغرق پایا بخدا نگاہ نکا ہوں سے اوجھل کھڑا رہا۔ حضرت نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون شخص حجرے میں داخل ہوا ہے نگاہ اوپر اٹھائی لیکن فوراً ہی ایک نوخیز مہر جبین کو دیکھ کر سر جھکا لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ کنیز نے

انتہائی شائستگی اور تہذیب کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا اور جب حضرت سے اپنے عشق کا حال کہنا شروع کیا تو حضرت نے سراٹھایا، دو مرتبہ آہ آہ زبان سے فرمایا اور اس کینز پر ایک نظر ڈالی۔ وہ زمین پر گر پڑی اور فوراً اس کا دم نکل گیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ مصائب عارفین کا چیلنج، مریدین ایمان کی حلاوت کی بیداری، مومن کی اصلاح اور غافلوں کے لیے ہلاکت ہیں۔

مومن مصائب پر صبر کیے بغیر ایمان کی حلاوت کو نہیں پاسکتا۔

**حکایت** ایک دفعہ خراسان کے رہنے والے دو درویش اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ایک دُبلا پتلا کم خور تھا اور دوسرا موٹا تازہ بسیار خور تھا۔ اتفاق سے دونوں ایک شہر میں جاسوسی کے الزام میں پکڑے گئے اور ایک ہی جگہ مقید کر دیے گئے۔ چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ بے گناہ ہیں، انھیں رہا کرنے کے لیے قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا تو لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ موٹا درویش مر چکا تھا اور دُبلا درویش زندہ و سلامت موجود تھا۔ ایک دانائے کہا کہ یہ تو عین قانونِ فطرت کے مطابق ہوا۔ ہاں اگر اس کے برعکس ہوتا تو حیرت کی بات تھی۔ موٹا بہت کھانے والا تھا، فاقہ کی مصیبت برداشت نہ کر سکا اور ہلاک ہو گیا، دوسرا کم خور تھا اپنی عادت کے مطابق صبر کیا اور زندہ بچ نکلا۔

چوں کم خوردن طبیعت شد کسے را چوں سختی پیشش آید سہل گیرد  
وگرتن پرورست اندر فراخی چوں تنگی بیند از سختی بمیرد  
اگر کسی شخص کو کم کھانے کی عادت ہو تو جب سختی پیش آتی ہے اسے سہہ لیتا ہے  
اور اگر آسودہ حالی میں تن پرور اور آرام طلب ہو تو تنگ دستی کی مصیبت نہیں  
سہہ سکتا اور ہلاک ہو جاتا ہے

روایت ہے کہ پہلے زمانے میں ایک مومن اور کافر مل کر مچھلیوں کا شکار کرنے چلے۔ کافر نے اپنے خداؤں کا نام لے کر جال ڈالا اور نکالا تو بہت سی مچھلیاں ہاتھ

**حکایت**



لگیں۔ اور مومن نے اپنے اللہ کا نام لے کر خیال ڈالا مگر اسے کوئی مچھلی ہاتھ نہ لگی۔ حتیٰ کہ غروب کے قریب ایک مچھلی پکڑی مگر وہ بھی ہاتھ سے نکل کر پانی میں چلی گئی اور مومن خالی ہاتھ واپس لوٹا جبکہ کافر اپنا زنبیل بھر کر لارہا تھا اس واقعہ سے اس فرشتہ کو بھی افسوس ہوا جو مومن کے ساتھ مقرر تھا مگر جب وہ آسمان کی طرف گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بہشت میں مومن کا ٹھکانہ دکھایا اس پر وہ فرشتہ کہنے لگا خدا کی قسم! یہ ٹھکانا مل جانے کے بعد اس مومن کو جو بھی آفت اور پریشانی آئے اس کا کوئی حرج نہیں پھر اسے کافر کا ٹھکانہ دفنرخ میں دکھایا گیا تو کہنے لگا خدا کی قسم! اس ٹھکانے کے بعد دنیا میں اسے جو کچھ بھی مل جائے اس کا کچھ فائدہ نہیں۔

**حکایت** ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مصر میں ایک دیوانہ تھا جس کی گردن میں طوق اہل بخیر تھی اور پاؤں میں بیڑیاں۔ اسی حالت میں وہ قبرستان میں بیٹھا تھا کہ شیخ الاسلام ابو علی فارمدیؒ پاس سے گزے تو فرمایا کہ مرد خدا! ذرا ادھر آنا۔ جب آگے بڑھا تو پاس آکر کہا کہ جب آج رات یاد الہی میں مشغول ہو تو دوست کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرا گنا صرف یہی تھا کہ میں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ سو اس کے عوض تو نے مجھے طوق اور زنجیر اور بیڑیاں پہنائیں مجھے تیرے عز و جلال کی قسم کہ اگر تو ساتواں سوال اور ساتوں زمینوں کی مصیبتوں کو طوق بنا کر میرے گلے میں ڈال دے تو اور تمام جہان کو بیڑیاں بنا کر میرے پاؤں میں پہنا دے تو بھی تیری محبت میرے دل سے ذرہ بھر کم نہ ہوگی۔ خواجہ صاحب اس بات پر زار زار روئے۔

**حکایت** حضرت عروہ بن زبیرؓ عبد الملک کے پاس گئے ہوئے تھے۔ ایک روز وہ اپنے لڑکے کو ہمراہ لے کر شاہی اصطبل دیکھنے گئے یہ لڑکا ایک گھوڑے پر سوار ہوا جس نے اسے بیٹھ دیا اور اس کے صدمے سے وہ جان بحق ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عروہ کے پاؤں میں ایک نہایت زبردست پھوڑا ہو گیا۔ اطباء نے کہا پاؤں کاٹ دینا چاہیے ورنہ زہر سارے جسم میں پھیل کر ہلاکت کا باعث ہوگا۔

حضرت عروہ نے اپنا پاؤں کھواتے کے لیے بڑھا دیا۔ طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لیجئے تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو۔ حضرت عروہ نے جواب دیا کہ جس مرض میں مجھے صحت کی امید بھی ہو، میں اس میں بھی حرام شے سے مدد نہیں لوں گا۔ طبیب نے اوزاروں سے پاؤں کاٹ دیا۔ حضرت عروہ نہایت استقلال سے بیٹھے رہے اور زبان تسبیح و تہلیل میں مشغول رہی جب خون بند کرنے کے لیے زخم کو داغا گیا تو درد کی شدت سے بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو کٹا ہوا پاؤں منگا کر دیکھا اور اٹ پلٹ کر اس سے فرمایا:-

اس ذات کی قسم! جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا اس کو خوب معلوم ہے کہ میں تیرے ساتھ کسی حرام راستے پر گامزن نہیں ہوا۔

بیٹے کے انتقال اور پاؤں کٹنے کی مصیبت پر بھی اللہ کا شکر کرتے اور کہتے اللہ تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی یا اور تین باقی رکھے، اگر تو نے کچھ بیلہ ہے تو بہت کچھ باقی رکھا ہے اگر کچھ مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عاقبت میں بھی رکھ چکا ہے۔ (ریاد ماضی ص ۲۷)

**ایک صوفی کا قول** | ایک صوفی کا قول ہے کہ میں معرض آزمائش میں ہوں، مصیبت میں ہوں لیکن اس آزمائش اور مصیبت میں بھی میں شکایت کا مرکب نہیں ہوں۔ میرا دعا اور منشا آپ پر واضح ہے تو ہی میری منزل اور مراد ہے۔ من و سلوی میری مراد نہیں ہیں۔ اے اللہ! اگر تو مجھے دنیا و عقبیٰ دونوں بھی دے دے تو میں ان کا طلبگار نہیں ہوں میں ان دونوں جہانوں کے بجائے اپنے مولیٰ پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ وہی میری منزل اور مراد ہے۔

**عارف کی ثابت قدمی** | حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ عارف ہر آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہیں و ہر بلا اور آزمائش کو بھی اپنے اللہ کی طرف ہی سے ایک نعمت اور ایک تحفہ سمجھتے ہیں۔ فتنہ اور شر سے بچتے ہیں اور اپنے پروردگار



سے اپنا رشتہ برقرار اور قائم رکھتے ہیں۔

**حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد** | آپ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوتا ہے تو شروع

میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے خود کو کشتی کرتا ہے لیکن جب اس طرح مقصد براری نہیں ہوتی تو بادشاہ سے، عہدیداروں سے اور دوسرے دنیا داروں اور مالداروں سے مدد مانگتا ہے۔ بیماری وغیرہ کے سلسلے میں طبیعوں سے رجوع کرتا ہے۔ جیت تک اپنی کوشش پر اعتماد ہوتا ہے مخلوق سے رابطہ قائم نہیں کرتا۔ پھر جب تک مخلوق سے اعانت و مدد کی امید ہوتی ہے حصول امداد کے لیے اپنے خالق کی طرف توجہ نہیں کرتا مگر جب خالق کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوتی تو سوال، دعا، آہ و زاری اور حمد میں مصروف ہو جاتا ہے اور بیم ورجا کی اسی کیفیت میں دعا کرتا ہوتا ہے۔ پھر جب خداوند تعالیٰ اسے اتنا عاجز کر دیتا ہے کہ اس کی دعا کو شرف قبول نہیں بخشا اور تمام ظاہری اسباب اس سے چھین جاتے ہیں تو قصداً و تدبیر کے احکام الہی اس پر نافذ ہوتے ہیں اور وہ تمام اسباب ظاہری سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ فنا ہو کر صرف روح کی صورت میں باقی رہتا ہے تو وہ خدا کے احکام کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور یقین اور توحید کی اس منزل میں داخل ہوتا ہے کہ اسے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے فاعل حقیقی، حرکت و سکون کا خالق، برائی اور نفع نقصان کا مالک ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ وہی عطا کرنے والا یا نہ کرنے والا، عزت و ذلت دینے والا اور موت و حیات کا مالک ہے۔ اس طرح وہ قصداً و قدر کی اس منزل میں آ جاتا ہے جیسے دائی کے ہاتھ میں بچہ ہمسال کے ہاتھ میں مردہ یا چوگان کھیلنے والے کے سامنے گیند ہوتا ہے۔ اس کیفیت میں اس کی حرکت و سکون، ایک حال سے دوسرے حال پر جاننا یا ایک فعل سے دوسرے پر تبدیل ہونا اس کی قدرت میں نہیں رہتا۔ اس طرح بندہ اپنے مالک حقیقی کے احکام و افعال میں اس طرح فنا ہو جاتا ہے کہ اس کی نگاہ قدرت سے دیکھتا ہے اس کے کلام، علم اور نعمت سے سنتا اور جانتا ہے۔ خدا کی بات اور علم کے سوا کچھ سننے کو آمادہ نہیں ہوتا۔ اس کی نعمتوں سے بہرہ ور

ہو کہ اس کے قریب ہونے کی سعادت پاتا ہے اس کے وعدوں سے تسکین و اطمینان کی دولت اسے نصیب ہوتی ہے۔ خدا کے ذکر سے محبت اور کسی دوسرے کے تذکرہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اس طرح جب وہ قبائے معرفت سے ڈھانپ دیا جاتا ہے وہ اسرارِ خداوندی کے علوم پالیتا ہے اور ان نعمتوں کے حصول پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی تحمید و تعریف میں لگ جاتا ہے

(فتوح الغیب)

**حضرت رابعہ بصریؒ کا طریقہ کار** | حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ پر کوئی بلا نازل ہوتی تو آپ خوشی مناتیں اور کہتیں کہ آج اس بڑھیا کو دوست نے یاد کیا ہے اور جس روز مصیبت نازل نہ ہوتی تو آپ رو کر کہتیں کہ آج کیا ہو گیا اور مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ دوست نے اس بڑھیا کو یاد نہیں کیا۔

**حضرت عواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا ارشاد** | آپ نے فرمایا ہے کہ جس روز ہم پر دوست کی طرف سے مصیبت نازل نہیں ہوتی ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ آج نعمت ہم سے چھین گئی اس واسطے کہ راہِ سلوک میں دوست کی رحمت دوست کی مصیبت ہوتی ہے۔

نماز کے فضائل اور مسائل پر عام فہم مکمل کتاب

نماز کی کتاب



## باب

## رضائے الہی

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اس نے ہر انسان کے لیے زندگی بھر کا ایک اندازہ لگا رکھا ہے جسے قضاۃ الہی کہا جاتا ہے۔ اللہ کے اس اندازہ شدہ پروگرام کو مانتے ہوئے اللہ کی ہر بات پر راضی رہنا رضائے الہی کہلاتا ہے۔ اللہ کے ہر کام پر راضی رہنا اور اسے دل سے تسلیم کر لینا نفوس میں بڑا بلند مقام ہے بلکہ ولایت کی منزلوں میں سے بڑی اہم منزل ہے اس سے بڑھ کر انسان کی سعادت مندی اور کیا ہوگی کہ اللہ نے انسان کے لیے جو پروگرام بنا رکھا ہے بندہ اسے دل و جان سے قبول کر لے۔ راہ سلوک میں اللہ کے بندوں کو جو قرب اور محبت کا مقام حاصل ہوتا ہے اسی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہل محبت ہی کا یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے ہر کام سے راضی رہتے ہیں۔

اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر ذرہ بھر اعتراض نہ کیا جائے نہ دل میں کوئی شک و شبہ پیدا کیا جائے اور نہ زبان پر شکوے والی کوئی بات لائی جائے مصائب اور تکلیفوں کو انتہاد جسے تک برداشت کیا جائے بلکہ اللہ کی محبت میں اپنے آپ کو اللہ کا اس حد تک مطیع و فرمانبردار بندہ بنالے کہ اسے مصائب کا احساس ہی نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں بہتر گمان رکھے کہ جو وہ کر رہا ہے بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنی مخلوق کی بہتری ہی چاہتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو بھی اپنے بندوں کے لیے پروگرام بنا رکھا ہے وہ ہر حال میں انسان کے لیے کامل اور بہتر ہے۔ انسان بظاہر تکلیفوں کو بہت بُرا سمجھتا ہے مگر وہ کسی نہ کسی صورت میں انسان ہی کے لیے اچھا ہوتا ہے جیسا کہ کہی دوائی بظاہر بری لگتی ہے مگر اس سے شفا یابی

جولتی ہے وہ تو بہتر ہوتی ہے اس لیے اللہ کے بندے سچے دل سے اس پر یقین کر لیتے ہیں کہ جو اللہ سے مل جائے اس پر راضی رہا جائے اگر کوئی تکلیف یا صدمہ آجائے تو اس کا اجر بہت بہتر انداز میں اللہ سے مل کے رہتا ہے اس لیے عارضی تکالیف رمضان المبارک کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

طالبان معرفت کے لیے رمضان المبارک بہت ضروری ہے جو اس کو نہیں اپنائے گا وہ اللہ کی معرفت نہیں پاسکے گا اس لیے عارف اپنے مریدوں کو پہلا سبق یہی دیتا ہے کہ اللہ کی رضا پر ہر حال میں راضی رہو کیونکہ راضی برضا رہنے ہی سے اللہ کا خاص بندہ بنتا ہے۔ رضا میں سکون ہی سکون ہے لہذا تقدیر کے ہر فیصلے پر خوشی محسوس کرنی چاہیے کیونکہ جب بندہ ہر لحاظ سے اللہ پر راضی رہنے کا اظہار کرتا ہے تو اللہ اپنے اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اس لیے اس سے بہت جلد قرب الہی حاصل ہوتا ہے مگر رمضان المبارک پر عملی طور پر ثابت قدم رہنا بڑا مشکل ہے یہ مقام بہت کم عارفوں کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ بندہ تکالیف پر کسی نہ کسی بات پر اللہ سے کسی چیز کا اظہار کر دیتا ہے جس سے رمضان المبارک کے مقام سے گرجاتا ہے لہذا بڑا سنبھل کر چلنا چاہیے کہ کہیں ذرا سی کوتاہی سے ساری عمر کا زبرد و تقویٰ برباد نہ ہو جائے۔

رمضان المبارک الہی حاصل کرنے اور اس پر قائم رہنے کا آسان ترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو کچھ اختیار کیا ہے اس پر دل سے مطمئن رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے لیے پسند کیا ہے اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے لہذا اس پر ہر حال میں راضی رہتے اور کبھی ناگواری نہ کرنے سے رضا حاصل ہو جائے گی۔

اس لیے اے میرے دوست! سب سے اچھی بات تو یہی ہے کہ دل سے دنیا کی ہوس کو نکال دو، جو اللہ دے اسی پر راضی ہو جاؤ تو اللہ بہت جلد راضی ہو جائے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا پھر دین و دنیا میں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی۔



## احکام الہی

رضائے الہی کی انتہا تک پہنچنے کے لیے بہت سے خطرات سے گزرنا ہوتا ہے اور جب یہ مقام آجاتا ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے اللہ سے راضی ہو جاتا ہے تو اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے کیونکہ پروردگارِ عالم نے خود فرمایا ہے کہ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَعِيدٌ رَاضٍ ۚ  
ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝  
یہ عظیم کامیابی ہے۔ (پ ۷، ماخذہ ۱۱۹)

حضرت علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ خدا کا راضی ہونا یہ ہے کہ وہ بندے کی خوش اعمالی پر ازراہ اجر اسے کرامت اور عزت عطا کرے۔ بندے کا راضی ہونا یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے احکام پر تسلیم خم کرے اور اوامر کو بجالائے۔ خدا کا راضی ہونا مقدم ہے کیونکہ جب تک اس کی رضا نہ ہو کوئی انسان اس کے احکام بجالانے کی توفیق نہیں رکھ سکتا۔ انسانی رضا کا تعلق رضائے خداوندی سے ہے بلکہ وہ صورت پذیر ہی نہیں ہو سکتی جب تک اس کی رضا شامل حال نہ ہو۔ قصہ رضائے بندہ فضلے حق کو بطیب خاطر قبول کرنے کا نام ہے عطا ہو یا ضبط۔ اور حالات پر تسلیم خم کرنے کو کہتے ہیں جلال ہو یا جمال۔ اہل رضا کے لیے غضب کی آگ میں جل بجھتا یا رحم و کرم کے نور میں چمک اٹھنا یکساں ہے غضب ہو یا رحم، ہر چیز اسی کی منظر ہے۔ اور دل نشیں ہے۔

مہاجرین اور انصار نے دل و جان سے اللہ تعالیٰ کے احکام تسلیم کرنے میں جانفشانی کا ثبوت دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے راضی ہوا، کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا میری رضا کے لیے کیا

وَالشَّيْقُوتَ الْأَقْلُوتَ مَنْ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالْكَذِبِينَ  
مہاجرین اور انصار میں پہلے ایمان لانے والوں میں  
جنھوں نے سبقت کی اور جن لوگوں نے بطور احسان

اَتَّبِعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ  
جَنَّتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا اَنْهَارُ  
خُلْدٍ فِيهَا اَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ  
الْعَظِيمُ

ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے  
راضی ہوئے۔ ان کے لیے جنت بنائی گئی ہے کہ جس  
میں نہریں بہتی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ  
بہت بڑی کامیابی ہے۔

(پ ۱۱، توبہ ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے ابتدائی مسلمانوں کے لیے یہ راستہ اختیار کیا کہ وہ اس مقام کو پسند کریں،  
جسے اللہ نے پسند کیا ہے لہذا مہاجرین اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف  
ہجرت کر کے آ گئے اور بالکل پرسکون رہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا انھوں نے  
اسے تسلیم کر لیا، یہی تسلیم دراصل رضا ہے اور اس کا اجر جنت ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے  
رضا کو یوں بیان کیا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ  
جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَنْهَارُ  
خُلْدٍ فِيهَا مِنْ مَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ  
فِي جَنَّتٍ عَدَّتْ رِضْوَانًا  
مِنْ اللَّهِ اَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ  
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اللہ تعالیٰ نے مومن مرد اور عورتوں سے جنت کا وعدہ  
کیا ہے جس میں نہریں ہیں وہ اس میں رہیں گے  
جو جنت عدن ہے جس میں پاکیزہ رہائش ہے اور  
اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی ہے یہ ان کے لیے  
بہت بڑی کامیابی ہے۔

(پ ۱۰، توبہ ۷۲)

رضائے الہی کا حاصل ہونا بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ حصولِ رضا کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے  
بندے کے لیے ہر وہ کام کر دیتا ہے جو بندے کی بہتری میں ہوتا ہے۔  
شیخ یحییٰ فرماتے ہیں کہ رضا کے سلسلہ میں تمام باتیں ان دو دنیاؤں کی طرف آتی ہیں۔  
ایک تو یہ کہ خدا تمھارے ساتھ کیا کرتا ہے اور دوسری یہ کہ تمھاری روش خدا کے ساتھ کیا ہے۔  
پس تمھارا عمل یہ ہونا چاہیے کہ تم خداوند تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہو اور اپنے کاموں میں خلوص



اختیار کرو۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَبَيْنُكُمْ أَفْصَحُ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

مہاجر فقراء جو اپنے گھروں سے ہٹا کر دیے گئے، کیونکہ انہوں نے اللہ کی رضا تلاش کی، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کی، وہی صدیق ہیں۔

ہم الصادقون۔ (پ ۲۸ - حشر ۸)

رضائے الہی کا ایک انعام مقام صدیقیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے ایک مقام ایسا آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ برے کی زبان پر خود بولنے لگ جاتا ہے یعنی جو بات وہ منہ سے نکالتا ہے اسے سچ کر دیتا ہے ایسے شخص کے ہر قول میں سچائی آ جاتی ہے۔

رضائے الہی کا ایک اور انعام جنت عدن ہے جس کے متعلق ارشاد باری ہے۔

جَدَّاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ

اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر جنت عدن ہے جس میں نہریں بہتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

(پ ۳۰ - البینہ)

رضائے الہی حاصل ہونے سے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے اور یہ زندگی جنت عدن کی زندگی ہے۔ رضائے الہی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان اس کی راہ میں دینی پڑتی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الہی کے حصول کے لیے اپنی جان کو بیچ دیتا ہے اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے (پ ۲، بقرہ ۲۰۷)

جہاد میں بھی رضائے الہی ہے لہذا جو شخص اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے صرف اس غرض سے جہاد کرتا کہ اللہ راضی ہو جائے تو اللہ راضی ہو جاتا ہے لہذا جو کچھ کیا جائے وہ صرف اللہ کے لیے کیا جائے ایک بزرگ کا قول ہے کہ رضا بالحق بھی ہے اور رضا للحق اور رضا عن الحق بھی۔ رضا بالحق یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اس کے اختیار پر راضی رہے! رضا للحق یہ ہے کہ اس کے معبود اور پروردگار کو راضی رہے۔ رضا عن الحق یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معطی (عطا کرنے والا) اور قاسم جانے۔

مزید ارشاد الہی ہے کہ:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا  
خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا  
لِمَنِ ارْتَضَىٰ. وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ  
مُشْفِقُونَ (پ ۱۷، انبیاء ۲۸)

کسی کے حق میں دعا کرنے وقت بھی رضائے الہی کو مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ اچھی سفارش وہی ہے جس میں رضائے الہی کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ جب انسان اللہ کی مرضی کو سمجھ لیتا ہے تو اپنی مرضی سے دستبردار ہو جاتا ہے اور ہر بات کو اللہ پر چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ کے حضور میں التجا کی کہ یا باری تعالیٰ! وہ کام بتا جسے میں سرانجام دوں اور تیری رضا حاصل کر سکوں۔ حکم ہوا اے موسیٰ! یہ تیرے دائرہ امکان سے باہر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے، تفرغ کیا، وحی کا نزول ہوا کہ اے ابنِ عمران! میری رضا اس میں ہے کہ تو میرے حکم پر تسلیم خم کرے۔ یعنی آدمی جب راضی برضائے حق ہو جاتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔



## فضیلت رضائے الہی

**آزمائش اور رضا** حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا مرتبہ بڑی آزمائش سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اس کو ابتلا میں ڈال دیتا ہے تاکہ جو اس پر صابر و شاکر ہو اس کے لیے رضائے الہی ہے اور جو ناشکری اور غصہ کرے اس کے لیے غضب الہی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

**صرف اللہ کے لیے عمل** حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ میں کوئی عمل صرف خدا کے لیے کرتا ہوں لیکن لوگ اس سے واقف ہو کر میری تعریف کرتے ہیں جو مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے دگنا اجر ہے ایک پوشیدگی کا اور ایک اعلان کا۔

**آدمی کی سعادت رضا میں ہے** حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی سعادت اس میں ہے کہ اس پر راضی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا اور آدمی کی بد بختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھلائی مانگنا چھوڑ دے اور اس میں آدمی کی بد بختی یہ ہے کہ اس پر ناراض ہو جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فیصلہ فرمایا ہے۔ (احمد، ترمذی)

**صرف اللہ کے لیے محبت** حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ مقرر کیا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اس بستی میں اپنے ایک بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا بدلہ دینا چاہتا ہے؟ اس نے

کہا نہیں بلکہ اس سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے جس طرح تو اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہے۔ (بخاری)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اللہ کا ضابطہ** | جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا ثواب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ

جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جو خدا سے خوش رہے تو وہ بھی اس سے خوش رہتا ہے اور جو اس سے خفا ہو تو خدا بھی اس سے خفا ہو جاتا ہے (ابن ماجہ)

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے **اللہ کی رضا مندی** | عرض کیا یا رسول اللہ! بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے

لیے کوئی کام کرتے ہیں لیکن اس عمل کی وجہ سے لوگ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ مومن کے لیے دنیا ہی میں خوشخبری ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **اظہار تعجب** | نے فرمایا کہ رب کریم نے دو افراد کے بارے میں تعجب کا اظہار فرمایا ہے ایک

تو وہ جو سردی کے موسم میں نرم بستر اور لحاف اور اپنے اہل کے پاس سے اٹھا تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ فرشتو! دیکھو یہ شخص نرم بستر، لحاف اور اہل کے پاس

سے اس چیز کے لیے جو میرے پاس ہے اٹھا ہے اس کو اس چیز سے خوف آتا ہے جو میرے قریب ہے۔ دوسرا وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ساتھیوں کے ساتھ شکست

کھا کر بھاگ گیا اور جب اس کو جنگ سے بھاگنے کے گناہ کا علم ہوا تو وہ پلٹا اور جنگ میں شریک ہو کر جان دیدی تو اللہ اس کے بارے میں فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو

دیکھو وہ میرے انعام کی رغبت یا میری طرف سے منرا کے خوف سے واپس ہوا ہے اور اس نے میری رضا کی خاطر جان دیدی۔ (شرح السنہ)



**رضائے الہی کے لیے ذکر کا اجر** | حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ جو نبی سلم کے ایک فرستے، نے فرمایا کہ ایک روز صبح

کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ قیامت کے روز جو بندہ اس حالت میں آئے گا کہ وہ رضائے الہی کے لیے لا الہ الا اللہ کہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔ (بخاری)

**اللہ کی رضا کے لیے ہجرت** | ابوداؤد کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت خبابؓ کی عیادت کی تو انہوں نے فرمایا ہم نے رضائے الہی کے لیے نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہو گیا۔ پس ہم میں سے وہ بھی ہیں جو دنیا کو خیر باد کہہ گئے اور انہوں نے اس اجر میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ جن میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جو غزوہ اُحد میں شہید ہوئے اور انہوں نے صرف ایک چادر چھوڑی تھی جس کے ساتھ ان کے سر کو چھپاتے تو پیر کھل جاتے اور پیروں کو چھپاتے تو سر کھل جاتا تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ان کا سر چادر سے چھپا دیا جائے اور پیروں پر اذخر ڈال دی جائے اور ہم میں سے وہ بھی ہیں جن کے لگائے ہوئے پوسے کے پھل پک گئے اور وہ انھیں چُسنے لگے ہیں۔ (بخاری)

**بلندی درجات** | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک آدمی جب کوئی ایسی بات کہتا ہے جو رضائے الہی

کے لیے کہی ہو تو وہ اسے خاص اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور جب آدمی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور وہ اس کی پروا بھی نہیں کرتا لیکن اس کے باعث دوزخ میں گر جاتا ہے۔ (بخاری)

**خالصہ رضائے الہی** | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے

میرے کلام کو سن کر نہ صرف اچھی طرح یاد رکھا بلکہ اس کو دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بعض فقہ  
سیکھنے والے غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بعض بہت زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اور عین (کامل) مسلمان  
ایسے ہیں کہ ان کا دل خیانت نہیں کرتا وہ خالصتہً رضائے رب کے حصول کے لیے عمل کرتے ہیں  
مسلمانوں سے غیر خواہی کرتے ہیں اور ان کی جماعت میں شامل رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دعا  
عقب سے بھی ان کی معاونت پر ہوتی ہے۔ (بیہقی، ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
**رضائے الہی کا بدلہ** فرمایا کہ تین آدمی جا رہے تھے انھیں بارش نے آیا تو وہ پہاڑ  
کی ایک غار میں چلے گئے۔ پہاڑ سے لڑھک کر ایک بڑا سا پتھر اس غار کے منہ پر آگیا اور  
ان کا راستہ بند کر دیا۔ ان میں سے ایک نے دوسروں سے کہا کہ اپنے لیے اعمال کو یاد کرو  
جو نیک نیتی سے خدا کے لیے کیے ہوں۔ اور ان کے ذریعے خدا سے دعا کرو شاید وہ اسے  
ہٹا دے۔

ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے  
چھوٹے بچے تھے میں بکریاں چراتا تھا ان کا دودھ نکالتا اور بچوں سے پہلے اپنے والدین کو  
پلاتا تھا۔ ایک درخت نے ایک روز مجھے دیر کر دی اور میں شام کو لوٹا تو وہ دونوں سوچکے تھے  
میں نے حسب معمول دودھ دیا۔ میں دودھ لے کر ان کے سر پر گھڑا ہو گیا انھیں جگانا پسند نہ  
کیا اور ان سے پہلے بچوں کو پلانا بھی مجھے پسند نہ آیا جبکہ بچے میرے قدموں میں چلتے رہے  
میری اور ان کی صبح تک یہی حالت رہی۔ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے محض تیری رضا کے لیے  
کیا تو ہمیں اتنا راستہ عطا فرما کہ ہم آسمان کو دیکھ لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اتنا راستہ کھول دیا کہ  
انھوں نے آسمان دیکھ لیا۔

دوسرے نے کہا اے اللہ! میرے چچا کی بیٹی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا۔ اس سے  
بھی زیادہ جتنی مرد عورتوں سے کرتے ہیں۔ میں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اس نے



انکار کر دیا، یہاں تک کہ میں اسے سو دینا اردوں۔ میں نے کوشش کر کے سو دینا جمع کیے اور اس سے ملا۔ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور مہر کو نہ کھول۔ میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایسا تیری رضا کے لیے کیا تو ہمارا راستہ کھول دے۔ پس کچھ راستہ اور کھل گیا۔

تیسرے نے کہا کہ اے اللہ! میں نے ایک فرق چادلوں کے بدلے ایک آدمی کو مزدوری پسند کھا۔ کام پورا کرنے پر اس نے کہا کہ میرا حق دو۔ میں نے اس کا حق سامنے رکھا تو وہ چھوڑ کر چلا گیا۔ میں برا برا اس سے زراعت کرتا رہا یہاں تک کہ اس سے گائیں اور چرواہے جمع ہو گئے۔ وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ سے ڈرو، مجھ پر ظلم نہ کرو اور میرا حق دو۔ میں نے کہا کہ ان گایوں اور چرواہوں کی طرف جاؤ۔ اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ یہ گائیں اور چرواہے لے لو۔ چنانچہ وہ اچھین لے کر چلا گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایسا صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو باقی راستہ بھی کھول دے پس اللہ تعالیٰ نے ان کا راستہ کھول دیا۔ (بخاری)

**رضا باعث بخشش ہے** | حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خزاں کے موسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے اور ایک درخت کی شاخیں پکڑ کر ہلایا تو اس سے پتے جھڑنے لگے اس موقع پر رسول اللہ نے مجھے (جناب ابوذرؓ) مخاطب فرمایا اے ابوذرؓ! میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا کہ بندہ مسلم اگر رضائے خداوندی کے لیے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑتے ہیں جس طرح اس درخت سے پتے گر رہے ہیں۔ (احمد)

**رضا باعث رحمت ہے** | حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب ہمتیہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جناب جبریلؑ سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری رضا مندی کا طالب ہے خبردار ہو

جاؤ اس پر میری رحمت سایہ فگن ہے۔ پھر جناب جبریل اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہے تو حاملانِ عرش اودان کے گرد اگر دو فرشتے ہیں اس جملہ کا اعادہ کرتے ہیں اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلان کرتے ہیں پھر وہ رحمت زمین میں اس بندے پر نازل ہوتی ہے۔ (احمد)

حضرت عمر بن خطابؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا | اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے

منہ سے شہد کی مکھی کی جھینٹاہٹ کی سی آواز آتی تھی۔ ایک مرتبہ نزول وحی کے وقت ہم آپ کے پاس بٹھیرے ہوئے تھے۔ جب نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو نبی علیہ السلام نے دلوں کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا فرمائی خداوند اہم میں افزائش فرما کہی نہ فرما۔ ہم کو عزت عطا فرما ذیل نہ کر۔ ہمیں بھلائی عطا فرما اس میں کمی نہ کر۔ ہم کو بزرگی عطا فرما ہم پر کسی کو بزرگی نہ کر۔ ہم کو راضی کر اور راضی رہ ہم سے۔ دعا کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جو ان پر عامل ہو گیا وہ داخل جنت ہو گیا اس کے بعد قد افلح المؤمنون سے لے کر دس آیات کی تلاوت فرمائی۔ (احمد، ترمذی)

حضرت ابن ساعدی رحمہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے جناب

رضائے الہی کے لیے کام | عمرؓ نے صدقہ کی فراہمی کے لیے مقرر فرمایا میں نے اپنے

فرائض کی بجا آوری کے بعد وہ مال لا کر جناب عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے مجھے اس میں سے حصہ مرحمت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یہ کام میں نے رضائے الہی کے لیے کیا تھا اور اس کا اجرا اسی سے چاہتا ہوں تو جناب عمرؓ نے فرمایا کہ جو تم کو دیا جا رہا ہے اس کو لے لو۔ میں نے بھی ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ کام کیا تھا جب سرکارؐ نے مجھے اجرت عطا فرمائی تو میں نے بھی یہی کہا تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ جب سوال کے بغیر تم کو دیا جائے تو اس کو لے لو، خود استعمال کرو اور صدقہ دو۔ (ابوداؤد)



**دوم کا جہاد** | حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد دو قسم کا ہے۔ ایک جو رمضان المبارک کو تلاش کرے، امام کی اطاعت کرے، پیاری چیز خرچ کرے، ساتھی سے نرمی برتے اور فساد سے اجتناب کرے تو اس کو سونے اور جاگنے کا ثواب ملے گا اور جو جہاد کرے فخریہ، دکھانے کو، شہرت کے لیے، امام کی مافوقی کرے اور زمین میں فساد پھیلے تو وہ برابر نہیں لوٹے گا۔ (ابوداؤد)

**رضا جنت میں لے جائے گی** | حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار حبیب اہل جنت اپنی ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ یکایک جنت کے دروازے پر نور ظاہر ہوا۔ اہل جنت نے سراٹھاکر دیکھا تو اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے اور فرمان جاری تھا اے اہل جنت! مجھ سے کچھ مانگ لو، اہل جنت نے جواب دیا کہ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تو ہم سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میری رضا ہی کی بدولت تو تم میرے گھر میں آکر اترے ہو اور تمہیں میری طرف سے عزت حاصل ہوئی ہے۔ یہی وقت ہے مانگ لو۔ اہل جنت نے عرض کیا ہم اور رضا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان کے پاس سرخ یا قوت کی اڑنیاں لائی جاتی ہیں۔ جن کی باگیں سبز رنگ کے زرد اور سرخ رنگ کے یا قوت کی ہیں۔ چنانچہ وہ ان پر بیٹھ گئے ان کے پاؤں اس قدر دور پڑتے تھے جس قدر کہ نگاہ پہنچ سکتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پھل دار درختوں کو حکم دیا۔ پھر موٹی آنکھوں والی لڑکیاں آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم نازک اندام ہیں، ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوگی ہم ہمیشہ جنت میں رہنے والیاں ہیں۔ ہمیں موت نہ آئے گی۔ ہم مومنوں کی باعزت بیویاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اور سفید خوشبودار کستوری کے ٹیلے ان پر ایک ہوا اڑائیں گے۔ جس کا نام میثرہ ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں لے کر جنت عدن میں آجائیں گی۔ یہ جنت عدن جنت کا بہترین حصہ ہے۔ یہ دیکھ کر فرشتے کہیں گے اے اللہ! یہ لوگ آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمائے گا مرحبا! سچ بولنے والو! مرحبا! عبادت گزارو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

پھر ان کے لیے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں اور نور برہمن کو دیکھ کر اس قدر حفظ حاصل کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب میں ان تحفوں کے ساتھ محلوں کی طرف لوٹا دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب واپس آئیں گے تو ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **نُزِّلَ مِنَ غَفُورٍ رَحِيمٍ (اللہ غفور رحیم کی طرف سے یہ ضیافت ہوگی)۔ (رسالہ قبشیریہ)**

**ایمان کا مزا** | حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کو اپنا رب سمجھ کر اس سے راضی رہا اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔ (رسالہ قبشیریہ)

**دنیا اور آخرت کی بھلائی** | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو تین چیزیں عطا ہو گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مل گئی (۱) تقدیر الہی پر راضی ہونا (۲) مصیبت پر صبر کرنا (۳) خوشحالی میں دعائیں مانگنا۔ (تنبیہ الغافلین)

**حدیث قدسی** | حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو میری قصدا پر راضی نہیں رہتا اور میری عطا پر شکر نہیں کرتا وہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔

**اللہ سے مانگنا رضا الہی ہے** | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ کون ہے جو میری بات مانے ایسے شخص کے لیے میں رضوان اکبر یعنی اللہ کی بڑی رضا کی نوید اور خوشخبری دیتا ہوں۔ اس وقت حضرت ثوبانؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے لہذا انھوں نے حضور کے ارشاد کو ماننے ہوئے کہا کہ بندہ اس امر کو ماننے کے لیے دل و جان سے تیار ہے۔ پھر نبی عالی مرتبت صلی اللہ



علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی کوئی شے کسی شخص سے طلب نہ کرو۔

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت ثوبانؓ نے کسی انسان سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا اور کسی سے کبھی کوئی غرض یا مطلب وابستہ نہیں رکھا۔ گھوڑے کی سواری کے دوران میں اگر برسرِ ہجوم بھی ان کا چابک یا چھڑی گر جاتی تو وہ کسی سے سوال کر کے چابک نہ لیتے تھے۔

حضرت ابو حبیبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ

## اعمال میں رضائے الہی

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں

سے کسی بندہ کے عمل کو لے کر چڑھتے ہیں اس کو بہت بڑھاتے چڑھاتے ہیں اور اس کی تحسین و توصیف کرتے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں جہاں تک اسے منظور ہے لے کر پہنچتے ہیں تو باری تعالیٰ فرشتوں سے بذریعہ وحی ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میرے بندہ کے عمل کے محافظ ہو اور میری نگاہ اس کے باطنِ قلب پر ہے میرے اس بندے نے اپنا عمل میرے لیے خالص نہیں کیا لہذا اس کو سجن میں لکھ دو۔ اور ایک بندے کے عمل کو لے کر جاتے ہیں جسے وہ بیچ اور حقیر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتے ہیں کہ تم میرے بندے کے عمل کے نگران ہو اور میں اس کی دل نیت سے واقف ہوں، میرے اس بندے نے اپنا عمل خالص میرے لیے کیا ہے اس لیے اسے عظیم میں لکھو۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ چھوٹا سا عمل جو اللہ کی رضا کے لیے ہو اس بڑے عمل سے بہتر ہے جو غیر اللہ کے لیے کیا گیا ہو کیونکہ تھوڑا سا عمل جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے بڑھاتے رہیں گے جیسا کہ ارشاد پاک ہے کہ اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو ہم کئی گنا کر دیں گے اور اپنے پاس سے اور اجر عظیم دیں گے۔ اور بڑا عمل جو رضائے الہی کے لیے نہیں تو اس کا کوئی ثواب نہیں بلکہ اس کا انجام جہنم ہو گا۔

اللہ کی رضا | حضرت عائشہ صدیقہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں لوگوں کو ناراضی کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر راضی کر دیتے ہیں اور جو کوئی لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو ناراضی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا، سلام راضی بقضاء رہو | صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ بھلائی ہمہ تن رضا میں ہے اگر تم راضی بقضاء الہی رہ سکتے ہو تو بہتر ورنہ صبر کرو۔

اللہ کی پسند پر بھروسہ کرو | کسی نے حضرت حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے کہا، کہ کسی نے حضرت حسین بن علیؓ فرماتے تھے کہ مجھے محتاجی بہ نسبت مالداروں کے اور بیماری بہ نسبت صحت کے زیادہ پسند ہے۔ تو حسین بن علیؓ نے فرمایا اللہ ابو ذرؓ پر رحم فرمائے مگر میں تو یوں کہتا ہوں کہ جس شخص نے اللہ کی پسند پر بھروسہ کیا پھر وہ اچھی چیزوں کی تمنا کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پسند کر رکھا ہے۔

حضرت عمرؓ کا طرز عمل | حضرت عمر بن خطابؓ جب بیمار ہوتے تو طبیب کے مشورہ کے مطابق عمل نہ کرتے۔ لوگوں نے ایک دفعہ ان سے کہا آپ طبیب کیوں نہیں بلاتے؟ انہوں نے فرمایا بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تندرستی میرے کان کو ہاتھ لگانے میں ہے تو میں کان کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤں۔ اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔

## اقوال و احوال

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اختیار کا اٹھ جانا رضا ہے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کا قول ہے کہ رضا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا دروازہ ہے۔ اور

دنیا کی جنت ہے۔



حضرت ابوسلیمان دارانی کا ارشاد ہے کہ جب بندہ اپنی خواہشات کو ترک کرے تو وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے۔

حضرت نصر آبادیؒ نے کہا ہے کہ جو شخص مقام رضا تک پہنچنا چاہے اسے ان باتوں پر لگا رہنا چاہیئے جن میں اللہ کی رضا ہے۔

ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں کہ رضا تو یہ ہے کہ تو اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ طلب کرے۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ رضا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا دوا نہ ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ نے اپنی رضا سے نوازا ہو اس پر اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے۔ ابن خلیفہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے احکام میں دل لگانا اور جن چیزوں سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جنہیں وہ پسند کرتا ہے دل کا ان کی موافقت کرنا رضا کہلاتا ہے۔

رابعہؒ سے پوچھا گیا کہ بندہ کب راضی برضا کہلاتا ہے؟ فرمایا جب وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے جس طرح آرام میں خوش تھا۔

دویمؒ فرماتے ہیں رضایہ ہے اگر اللہ تعالیٰ جہنم کو کسی شخص کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے تو وہ یہ دعا نہ کرے کہ اے خدا اسے بائیں ہاتھ پر رکھ دے۔

دویمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے احکام کے جاری ہونے پر دل کو سکون حاصل رہنا رضا ہے۔ نیز حضرت عباسؓ کا بھی یہی فرمان ہے۔

نوریؒ فرماتے ہیں کہ قضا الہی کے گزرنے پر دل کا خوش ہونا رضا ہے۔

ابو عمر دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ حکم خداوندی خواہ کسی قسم کا ہو اس میں اگر بے عینیت نہ ہو تو رضا ہے۔

ابوبکر بن طاہرؒ فرماتے ہیں کہ دل سے کراہیت کو نکال دینے کا نام رضا ہے یہاں تک کہ دل میں فرح و سرور کے سوا کچھ نہ رہے۔

**خواص کا طریقہ** | حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ سادگی کا راستہ بہت لمبا ہے۔ اور وہ ریاضت کا طریقہ ہے اور خواص کا طریقہ بہت قریب ہے مگر زیادہ دشوار ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا عمل ان باتوں پر مہم جو بنے اللہ راضی ہے اور تو اللہ کی قضا سے راضی ہے۔

**رضا کی تعریف** | حضرت ابن عطاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے جو کچھ ازل سے اختیار کر رکھا ہے اس پر دل کی نگاہ کا رہنا رضا ہے۔ بالفاظ دیگر اختیار خداوندی پر ناراض نہ ہونا رضا ہے۔

**کم پر راضی رہنا** | حضرت جریریؒ کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مرتبے سے کم چیز پر راضی ہو، اللہ تعالیٰ اسے اس کے مرتبہ سے زیادہ بلند مرتبہ دے گا۔

**تسلیم و رضا** | کبھی کوئی تکلیف اللہ کی طرف سے نہیں دیکھتا اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی اور جو سوالی بن کر بیٹھتا ہے سوال کرتے کی عادت ڈال لیتا ہے کسی حالت میں بھی اللہ سے راضی نہیں رہتا۔

**حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول** | ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں آگ کھلنے کو اس بات کی بہ نسبت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ جو چیز میرے ہوا اس کے بلے میں کہتا رہوں کہ اے کاش یہ نہ ہوتی تو اچھا تھا۔

**تقدیر پر راضی رہنا** | حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں اس پر راضی ہوں کہ جو میری تقدیر میں ہے خواہ وہ کچھ نہ کیوں نہ ہو لوگوں نے پوچھا کہ آخر آپ خود بھی تو کچھ چاہتے ہوں گے وہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں میں چاہتا ہوں مگر وہی جو تقدیر ہو چکا ہے۔



**رضا کا لطیف مفہوم** | حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک بار حضرت رابعہ بصریؒ کی موجودگی میں کہا بار الہی ہم سے راضی ہو جا۔ یہ سن کر حضرت رابعہؒ نے

ان سے کہا کہ تم کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ تم اس کی رضا کے طالب ہو جس سے تم خود راضی نہیں ہو (اس پر یہ کہتے ہو) حاضرین مجلس میں سے کسی نے ان سے دریافت کیا کہ بندہ اللہ سے کب خوش اور راضی ہوتا ہے، انہوں نے کہا اس وقت جب وہ مصیبت پر بھی اسی طرح خوش ہو جس طرح نعمت و راحت پر خوش ہوتا ہے۔

**حضرت جنیدؒ کا قول** | شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں، رضا دلوں تک پہنچنے والا صحیح علم ہے جب دل اس علم کی حقیقت کو معلوم کر لیتا ہے تو وہ رضا

تک پہنچ جاتا ہے، رضا اور محبت، خوف ورجا کی طرح نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے دو حال ہیں جو بندے سے نہ دنیا میں جدا ہوتے ہیں اور نہ آخرت میں۔ جنت میں بھی جب بندہ مومن پہنچ جائے گا تو وہاں بھی رضا اور محبت سے بے نیاز نہیں رہے گا۔

**اللہ کے بندوں کا وصف** | حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سری سقطیؒ سے پوچھا کہ کیا حق تعالیٰ سے محبت کرنے والا مصیبت پہ

غمزہ ہوتا ہے، فرمایا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا اگر اسے تلوار سے ماریں تو؟ فرمایا تب بھی نہیں چاہے ستر جگہ زخم لگا کر اسے چھلتی کر دو، وہ بخیرہ و غمناک نہیں ہوگا۔

**زہد اور رضا** | بشر حافی نے فضیل بن عیاض سے پوچھا کہ زہد اور رضا میں سے فضیلت کس چیز کو حاصل ہے، فضیل نے کہا زہد پر رضا کو فضیلت ہے کیونکہ صاحب رضا

کے دل میں کوئی تمنا نہیں رہتی۔ زہد آرزو مند ہوتا ہے یعنی درجہ زہد سے اوپر اور درجہ ہے اور زہد کو اس کی تمنا ہوتی ہے۔ رضا کے اوپر کوئی اور درجہ نہیں جس کی صاحب رضا کو تمنا ہو بارگاہ بہر صورت آستانہ بارگاہ سے فاضل تر ہوتی ہے۔

**رضایہ راضی رہنے کا واقعہ** | حضرت بشر حافی روایت کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک شخص کو ہزار لاکھیاں ماری گئیں اس نے اُف تک نہ کی۔ میں نے پوچھا کہ اے شخص! اس قدر جو روستم کے باوجود تیرے منہ سے اُف تک نہ نکلی، آخر کیسے؟ اس نے کہا کہ محبوب میرے سامنے تھا اور دیکھ رہا تھا (پھر اُف کیسی؟) میں نے کہا اور اگر وہ سب سے بڑا محبوب سامنے ہوتا تو کیسی رہتی؟ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور گر پڑا، دیکھا تو جان نکل چکی تھی۔

**حضرت بشر حافی کا واقعہ** | میں شہر آبادان کی طرف جا رہا تھا کہ ایک کوڑھی مجذب کو دیکھا کہ چیونٹیاں اور کیڑے بکڑے اس کا گوشت کھا رہے تھے۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں نے اس کا سراٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا، اسے گویا ہوش سا آگیا اور کہنے لگا کہ یہ کون واہیات شخص ہے کہ میرے اور میرے خالق کے درمیان خواہ مخواہ مداخلت کر رہا ہے۔

**حضرت سہل تبریٰ کا واقعہ** | حضرت سہل تبریٰ سخت بیمار تھے اور درد کی شدت سے شکایت تھی لیکن اس کا علاج نہ کرتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس کا علاج کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ جو درد دوست نے مرحمت فرمایا ہو اس میں تکلیف نہیں ہوتی بلکہ راحت ملتی ہے۔

**رضاکیلے؟** | حضرت امام قیشری نے کہا ہے کہ میں نے استاد ابو علی دقاق سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رضایہ نہیں ہے کہ تم مصیبت کا احساس نہ کرو بلکہ رضایہ ہے کہ تم اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرو۔ یاد رکھو کہ بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس قضا پر راضی رہے جس پر راضی رہنے کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ بندے کے لیے ہر اس بات پر جو اس کی تقدیر میں ہے راضی رہنا جائز یا واجب نہیں مثلاً مصیبت پر اور یا مسلمانوں کی ایذا رسانی وغیرہ پر۔



**حضرت ابوسلیمان کا ارشاد** | حضرت ابوسلیمان کا ارشاد ہے کہ اگر خدا مجھے دوزخ میں بھی ڈال دے اور اس پر میں راضی رہوں تو سمجھوں گا کہ رضا کو تھوڑا سا سمجھ سکا ہوں۔

**رضا حاصل نہ ہونے کی وجہ** | ابوتراب نخشبیؓ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں دنیا کی قدر و منزلت ہو وہ رضا کا رتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔

**حضرت جنید کا فرمان** | کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کی موجودگی میں شبلیؒ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا۔ جنیدؒ نے فرمایا تمہارے یہ الفاظ دل کی تنگی کی وجہ سے ہیں اور دل کی تنگی اس لیے ہے کہ تو نے قضا الہی پر راضی رہنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر شبلی خاموش رہے۔

**رضا کی دو قسمیں** | محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ رضا کی دو قسمیں ہیں ایک رضا باللہ اور دوسرے رضا عن اللہ۔ رضا باللہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے بحیثیت مدبر کے راضی رہیں اور رضا عن اللہ یہ ہے کہ ہم اس کی قضا پر راضی رہیں۔

**قضا پر راضی رہو** | کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے ایسا عمل بتا جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا، تو وہ کام نہیں کر سکے گا۔ یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام عاجزی سے مسجد میں گر پڑے اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے عمران کے بیٹے! میری رضا تو اسی میں ہے کہ تو میری قضا پر راضی رہے۔

**دل کو اللہ پر راضی رکھو** | حضرت امام قیسریؒ نے کہا ہے کہ میں نے استاد ابوعلی دقاق کو فرماتے سنا جبکہ ان سے ایک شاگرد نے پوچھا، کیا بندے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ اس پر راضی ہے؟ تو استاد نے کہا نہیں، اے اس کا علم کیسے

ہو سکتا ہے جبکہ اللہ کی رضا ہم سے پوشیدہ ہے۔ اس پر شاگرد نے کہا کہ ولی کو اس کا علم ہوتا ہے۔ استاد نے پوچھا کیسے؟ شاگرد نے جواب دیا کہ جب میں اپنے دل کو اللہ پر راضی بناتا ہوں تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اللہ بھی مجھ سے راضی ہے، استاد نے کہا کہ تو نے بہت اچھا جواب دیا۔

**علامتِ رضا** | حضرت ذوالنون مصری کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں رضا کی علامت ہیں۔  
۱) قضا سے پہلے اختیار کو چھوڑ دینا اور (۲) قضا کے نزول کے بعد اس کی تلخی کو محسوس نہ کرنا اور (۳) عین مصیبت میں محبت کا بھڑکنا۔

**دوامِ رضا** | ابو عثمان حیریؒ فرماتے ہیں کہ چالیس برس گزر گئے۔ باری تعالیٰ نے مجھے جس میں رکھائیں نے اسے مکروہ نہیں سمجھا، مجھے کوئی تغیر حال صرف اس بنا پر پیش نہیں آیا کہ میں کسی مال سے دل برداشتہ ہو چکا تھا۔ یہ دوامِ رضا اور کمالِ محبت کی طرف اشارہ ہے۔

**حضرت شیخ ابوسعیدؒ کا فرمان** | شیخ ابوسعیدؒ سے دریافت کیا گیا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بندہ، حق سے راضی بھی ہو اور ناراض بھی؟  
انہوں نے فرمایا ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے راضی ہو اور اپنے نفس سے اور ہر اس شخص سے ناراض ہو جو اس کو اللہ تعالیٰ سے منقطع کرنا چاہے (اس طرح رضامندی اور نارضاء مندی دونوں ایک شخص میں موجود ہو سکتی ہیں۔)

**چار اصول** | شیخ یحییٰ بن معاذؒ کسی نے پوچھا کہ بندہ حق مقامِ رضا پر کب پہنچتا ہے؟  
انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت جب اس کا نفس ان چار اصول پر اپنے

معاملات میں کاربند ہو۔

۱) اس کا قول ہو کہ الہی جو کچھ تو مجھے عطا فرمائے مجھے قبول ہے۔

۲) اگر تو مجھے عطا نہ فرمائے تو میں اس پر بھی راضی ہوں۔



(۳) اگر تو مجھے چھوڑ دے تو جب بھی میں تیرا بندہ ہوں۔

(۴) اگر تو مجھے قبول فرمائے تو میں ہمہ وقت حاضر ہوں۔

ایک محبِ الہی کا قول ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ دوست رکھے میں بھی اسی کو دوست رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر وہ کہے کہ دوزخ میں جاؤ تو میں دوزخ کو بھی دوست ہی جانوں۔

**حضرت شفیق بلخیؒ کا قول** | رضائے الہی کے متعلق حضرت شفیق بلخیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سات سو ساٹھ سے شریعت و

طریقت کے علوم سے استفادہ کیا لیکن نتیجہ میں پتہ چلا کہ خدائی رضا صرف چار چیزوں پر منحصر ہے اول روزی کی جانب سے سکون حاصل رہنا، دوم خلوص سے پیش آنا، سوم ابلیس کو دشمن تصور کرنا، چہارم تو شر آخرت جمع کرنا اور انھی چار چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بھی بار بار تلقین فرمائی ہے۔

**حکایت** | بلاشبہ یہی عاجزی اور انکساری ہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی پہچان ہوتی ہے حضرت مالک بن دینار کی تمام زندگی بھی ایسی ہی صفات سے عبارت ہے۔ زندگی

کے آخری لمحات میں جب کسی نے آپ سے عرض کیا کہ بیروم شد کوئی وصیت فرمائیں، تو آپ نے فرمایا کہ تقدیر الہی پر راضی رہ تاکہ روزِ محشر تمہیں عذاب سے نجات مل سکے۔ حضرت مالک بن دینارؒ اللہ کی ان برگزیدہ بستیوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی یادِ الہی اور مخلوقِ خدا کی بہتری میں صرف کر دی۔

**اللہ کا راضی ہونا** | حضرت فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ جب بندے کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا دینا اور نہ دینا دونوں یکساں ہو جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے

راضی ہو چکا۔

**حکایت** | بنی اسرائیل میں ایک عابدِ مدت دراز تک مجاہدہ و ریاضت اور عبادات میں مشغول رہے آخر ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ انھیں اشارہ کیا جا رہا ہے

کہ بہشت میں فلاں عورت میری رفیق و ہم نشین ہوگی۔ عابد نے بڑی جستجو کے بعد اسے ڈھونڈ لیا تاکہ یہ تو معلوم ہو کہ اس کی عبادت و ریاضت کس درجے کی ہے لیکن اسے یہ دیکھ کر تعجب سا ہوا کہ وہ نہ تو نماز شب (تہجد) ادا کرتی ہے اور نہ کوئی نفل روزہ رکھتی ہے البتہ فرائض کی پابند ضرور ہے۔ عابد نے پوچھا مجھے اتنا تو بتا دو کہ تمہارا خاص عمل کونسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بس یہی کچھ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ عابد نے بہت اصرار کیا بلکہ گڑگڑا کر منت سماجت کی تو اس نے کہا کہ عمل کا تو مجھے علم ہے نہیں، لیکن ایک خصلت البتہ یہ میری ہے کہ جیب بیماری میں مبتلا ہوتی ہوں تو شفا و صحت کی خواہش نہیں کرتی۔ دھوپ میں ہوں تو سایہ کی آمد نہیں ہوتی۔ اور اگر سایہ تکلیف دہ ہو تو دھوپ کی خواہش نہیں کرتی۔ عابد نے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہا کہ تم اسے محض ایک خصلت بتا رہے ہو یا یوں نہیں کہتی کہ ایک عظیم الشان خصلت تھیں حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑی چیز ہے۔

**عبداللہ بن حنیف انطاکی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے جبکہ وہ اپنے اعمال کا ثواب چاہے گا فرمائیں گے کہ کیا ہم نے دنیا میں تجھے تیرا ثواب نہیں دے دیا؟ کیا ہم نے تجھے وسیع مجلسیں نہیں دی تھیں؟ کیا تو اپنی دنیا میں سرداری نہیں کرتا رہا؟ کیا ہم نے تیری خرید و فروخت آسان نہیں کر دی تھی؟ کیا اس جیسی سہولتیں اور فوائد تجھے حاصل نہ تھے۔ الغرض اللہ کے ہاں وہی عمل کام آئے گا جو محض رضائے الہی کے لیے کیا جاتا ہے۔**

**حکایت** | وہیب بن درود بیمار ہوئے تو ان کے پاس امیر مکہ ایک نصرانی طبیب لے گئے۔ طبیب نے دریافت کیا، کیا تکلیف ہے؟ انھوں نے فرمایا معاذ اللہ میں تجھے اپنی تکلیف بگڑ نہیں بتاؤں گا۔ لوگوں نے عرض کی آپ ہمیں بتائیں ہم اسے بتا دیں گے انھوں نے فرمایا سبحان اللہ! یہ لوگ کیسی عقلوں کے مالک ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی شکایت اس کے دشمن کے پاس کرنے پر کہتے ہیں، تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔



**رضا کا مطلب** | حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ رضا اپنے اختیار سے دستبردار ہونے کا نام ہے۔

نیز قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر سکون و اطمینان اختیار کرنے کو رضا کہتے ہیں۔ حضرت ذوالنون عمری کا فرمان ہے کہ اللہ کی قضا پر قلب کا مسرور ہو جانا رضا ہے۔ ابن عطاء کا قول ہے کہ رضا یہ ہے کہ بندہ قلب کو اللہ تعالیٰ کے دائمی اختیار کی طرف متوجہ رکھے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے جو کچھ نتائج اپنے بندے کے لیے منتخب فرمائے ہیں، وہ اس کے لیے مفید ہیں اس لیے بندے کو ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہنا چاہیے۔ ابو بکر واسطی نے فرمایا کہ اپنی جدوجہد میں رضا کو حاکم بناؤ۔ ایسا نہ ہو کہ رضا کو خود پر مسلط کر کے اس کی لذتوں اور حقیقتوں سے محروم رہ جاؤ۔

**طبقات اہل رضا** | اہل رضا کے تین طبقے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے کہ وہ اپنے دکھ درد کے اظہار کو یکسر ختم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دل اللہ کی طرف سے ہر دکھ، غم، آزمائش، آسائش اور منع و عطا کو خوشی سے قبول کرتے ہیں۔

اہل رضا کا دوسرا طبقہ اللہ سے راضی رہنے کے احساس کو چھوڑ کر اللہ کے اس سے راضی رہنے کو ترجیح دیتا ہے اور وہ ایسی خواہش اللہ کے اس قول کے مطابق کرتے ہیں کہ ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ اور چاہے تنگدستی، خوشحالی اور منع و عطا کے حالات اس پر آجائیں تو بھی وہ اللہ کے اس سے راضی رہنے پر اپنی رضا کو ترجیح نہیں دیتا۔ تیسرا طبقہ اہل رضا کا مذکورہ حدود سے بھی کہیں آگے بڑھا ہوا ہے اس طبقے کے موفیاء نے اللہ کی دائمی عنایت کو رضا کے عبادہ رضا کے الہی کو بنیاد ٹھہرایا۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ خلق کے اعمال ہی اللہ کو راضی یا ناراض نہیں کرتے بلکہ وہ جس سے راضی ہو جائے پھر اس سے ایسے کام لے لیتا ہے کہ وہ اس کی رضا کا باعث بن

جاتے ہیں۔

**سب سے افضل عمل** | حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا، اور اللہ کے لیے دشمنی کرنا ایمان کی مضبوط دستاویزوں میں سے ہے۔ پس اگر کوئی شخص ثواب کے قصد سے حق و انس جتنی عبادت کرے لیکن وہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے بموجب رضائے الہی سے غافل ہو تو وہ طریق صوفیہ سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ کیا تو نے میرے لیے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ہاں یا رب! نماز پڑھی ہے اور روزے رکھے ہیں اور صدقہ دیا ہے۔ ان کے علاوہ اور باتوں کا نام بھی لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ چیزیں تو تیرے ہی لیے ہیں لیکن کیا تو نے کبھی میری وجہ سے کسی سے دوستی کی ہے یا میری وجہ سے کسی سے عداوت کی ہے؟ اس پر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے محبت اور دشمنی کرنا سب اعمال سے افضل ہے۔

**خدا کے فضل پر بھروسہ** | اہم شافعیؒ سے لوگوں نے حال دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں دنیا سے رخصت ہونے کو ہوں اور میرے

بد اعمال میرے سامنے آنے والے ہیں اور میں خدا کے فضل پر بھروسہ کیا کیے ہوئے ہوں۔  
**حکایت** | ابو بکر عیاشؓ بیمار ہوئے تو ان کے پاس ایک نصرانی طبیب آیا انھوں نے اسے ہاتھ لگانے سے روک دیا۔ جب وہ اٹھ کر چلا تو انھوں نے اس کو جانے ہوئے دیکھا اور فرمایا اے اللہ! جیسے تو نے مجھے کفر کی تکلیف سے نجات دی ہے ایسے ہی جو تیری مرضی ہو میرے ساتھ کر۔

**نفس کے مکروہات سے بچو** | بشر حافیؒ فرماتے تھے کہ ساٹھ شیطان اتنا سدا کرتا ہے اور ساٹھ بُرے دوست اتنا فساد برپا نہیں کرتے جتنا کہ بُرا دوست ایک لحظہ میں کرتا ہے اور ساٹھ بُرے دوست اتنا فساد برپا نہیں کرتے جتنا کہ نفس ایک لحظہ میں کرتا ہے۔



جب تمام امور انسان کی خواہش کے موافق ہوں تو اس کے نفس کی طرف سے ضرور خلل آجاتا ہے۔ تمام مذاہب کا اس میں اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا نفس کے مکروہات میں ہے۔

واسطی فرماتے ہیں کہ جہاں تک تجھ سے بن سکے اللہ کی رضا کے مطابق عمل کرو۔ یہ نہ ہو کہ رضا تجھیں استعمال کرے۔

## رضاکے مطابق عمل

اگر ایسا کرو گے تو اس کی لذت اور لذیت کی وجہ سے حقیقت الہیہ سے محبوب ہو جاؤ گے یاد رکھو کہ واسطی کا یہ کلام بڑی عظمت رکھتا ہے اور اس میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ صوفیاء رضا کے اس معنی پر عمل کرتے ہوئے احساس کیے بغیر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں اور ان کا تعلق خدا سے منقطع نہ ہو جائے کیونکہ ایک حالت میں سکون و اطمینان سے رہتا حالات کے بدلتے والے خدا سے حجاب کا سیب ہے، لہذا جب بندہ اللہ کی رضا سے لذت پاتا ہے اور اپنے دل میں رضا کی راحت محسوس کرتا ہے تو اسی وقت مشاہدہ حق سے محبوب ہو جاتا ہے۔ نیز واسطی فرماتے ہیں کہ عبادت خداوندی سے لطف اندوز ہونا ہر قائل ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے کہ صبر یہ ہے کہ جب بندہ کسی ناگوار صورت

حال سے دوچار ہو۔ صبر کرے اور شکایت نہ کرے۔ رضایہ ہے کہ جب کوئی بندہ کسی ناگوار صورت حال سے دوچار ہو تو اسے بالکل ناگوارئی کا احساس نہ ہو گا۔ گویا وہ بلا اس تک پہنچی ہی نہیں۔

حضرت مالک بن دینار سے کسی نے دم مرگ حضرت مالک بن دینار کا قول

آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الہی پر راضی رہ تاکہ تجھ کو عذابِ حشر سے نجات مل سکے۔ پھر کسی شخص نے اس کے بعد انتقال کے بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی

بڑا گنہگار تھا لیکن صرف اس حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہو گئی، جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر تھا۔

حضرت علیؓ بحوریؒ نے فرمایا ہے کہ انسان جو بھی اچھا کام کرے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے سوائے عذابِ نفس

کی رہائی کے کچھ نہیں مانگنا چاہیئے اور ہر کام خالص رضائے الہی پر مبنی ہونا چاہیئے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے کہ تمام ظاہری و مادی رضا کی وضاحت اسباب سے ناامید ہو کر اپنے ایمان میں اس درجہ تک استقامت

پیدا کر لے کہ جو اللہ کرے میں اس پر راضی ہوں، تسلیم و رضا کہلاتا ہے اور جب انسان اپنے تمام حوائج و معاملات زندگی کا مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ایک وضع سے دوسری وضع کی طرف، ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف پلٹا اور پھر ایسا جلتا ہے اور اس کو اپنے یا غیر کے حق میں کسی حکم یا حرکت کی توفیق و قدرت باقی نہیں رہتی۔ اب وہ اپنے پروردگار کے ارادہ و فعل میں اپنے آپ سے غائب و نابود ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو مشیتِ الہی کے ساتھ، سنتا ہے تو مشیتِ الہی کے ساتھ، بولتا ہے تو مشیتِ الہی کے ساتھ۔ اور کوئی بات سمجھتا ہے تو مشیتِ الہی کے ساتھ۔ اب اس کا علم خدا کے علم سے ہوتا ہے اور اس کا کلام خدا کے کلام سے۔ وہ اسی کی نعمت سے نعمت یافتہ، اسی کے قرب سے نیک بنتا، اسی کے جلال معنوی سے بزرگ و آراستہ، اور اسی کے ذکر سے صاحب سکون و اطمینان، اسی کی فکر سے صاحب فہم و ذکا، اور دنیا و عقبیٰ میں اسی کے وعدوں سے خوش و خرم ہوتا ہے۔ مقام تسلیم و رضا میں وہ فقط حق تعالیٰ سے مانوس و مربوط ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادرؒ کا قول حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے تسلیم و رضا اختیار کرنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اے بندے! یہ

اعتقاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت و مصلحت سے معمور ہیں۔ مگر اللہ نے



اپنی حکمت و مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ مخفی رکھتا ہے۔ بندہ کے لیے لازم ہے کہ وہ تسلیم و رضا اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرے اور اپنی گفتار یا حرکات و سکنات میں اللہ کے خلاف شکوہ و شکایت یا تہمت سے باز رہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا قول | حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند

باقی رہنے میں بڑی سعادت ہے تاکہ اگر کوئی کام رضائے حق کے خلاف اس سے سرزد ہو جائے تو وہ شرمندگی اور پریشانی اور غم و توبہ میں مشغول ہو سکے۔ اور اگر رضائے حق کے موافق ہو اور اس کے اختیار سے ہو تو اس کی توفیق کے شکر میں مصروف ہو جائے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول | حضرت خواجہ باقی باللہ کا قول ہے کہ اپنے نفس کی رضا سے باز آجانے، رضائے الہی میں داخل ہو کر احکام

اندریہ کو تسلیم کرنے اور سر ذاتِ ابدیہ کے تفویض کرنے کو کہتے ہیں۔

حکایت | ایک شخص جنگل میں رہا کرتا تھا۔ وہ ہر واقعہ کو حکیم الہی پر محمول کرتے ہوئے راضی برضا رہتا تھا۔ اور ہر بات پر یہی کہتا کہ بس بہتری اسی میں ہے۔ اس کے پاس

ایک کتا تھا جو گھر کی رکھوالی کرتا تھا، ایک گدھا بوجھ لانے لے جانے کے لیے رکھا ہوا تھا اور ایک مرغ تھا جو صبح کے وقت بیدار کیا کرتا تھا۔ ایک دن بھیڑ یا جو آیا تو اس کے گدھے کو بھاڑ ڈالا۔ اس مرد خدا نے کہا کہ خیر اسی میں ہے۔ دوسرے دن اپنے ہی کتے نے مرغ کو مار ڈالا اس نے پھر کہا کہ خیر اسی میں ہے اور جلدی ہی بعد کتا بھی کسی وجہ سے مر گیا۔ اس نے اس پر بھی وہی الفاظ دہرائے کہ خیر اسی میں ہے۔ یہ بات اس کے بیوی بچوں کو بہت ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ جو نقصان بھی ہوتا ہے تم یہ کہہ کر ٹال دیتے ہو کہ خیر اسی میں ہے اور بہتری اسی میں ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اب یہ جانو جو ہلاک ہوئے ہیں تو گویا ہمارے ہاتھ پاؤں تھے کہ جن سے ہم محروم ہو گئے ہیں اور تم وہی رٹ لگائے جلتے ہو کہ خیر اسی میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو اب بھی

یہی سمجھتا ہوں کہ خیر اسی میں ہوگی۔ اگلے ہی روز صبح کو جو بیدار ہوئے تو ارد گرد سننا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یاد دہرا دہرا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے گرد و نواح میں جتنے لوگ آباد تھے سب قتل ہوئے پڑے ہیں اور سامان ڈاکو اڑا لے گئے ہیں اور ان کا گھر اس لیے بچ گیا کہ چوروں کو نہ کتے کے بھونکنے کی آواز آئی اور نہ مرغی کی ہانگ سنائی دی۔ اس مرد خدا نے کہا دیکھا تم نے اے گھر والا! ہر کام میں جو بہتری اور مصلحت ہوتی ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے (انس تو خواہ مخواہ بلا سوچے سمجھے بقرار ہونے لگتا ہے۔)

**حکایت** | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا کہ ریس بیماریوں کا ایک پلندہ تھا کہ زمین پر پڑا ہے یعنی برص کے مرض میں مبتلا ہونے کے علاوہ کوڑھی بھی تھا اور اندھا بھی اور دونوں طرف فالج بھی گرا ہوا تھا۔ اس شکستگی، جستگی اور بے دست و پائی کے باوجود اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ شکریہ ہے اس ذات پاک کا جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی اور اس بلا سے محفوظ رکھا جس میں بہت سے لوگ گرفتار ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ وہ کونسی بلا باقی رہ گئی ہے جس سے تم محفوظ رہ گئے ہو؟ یعنی ابھی بیماریوں میں کوئی کسر باقی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں اس شخص کی نسبت یقیناً عافیت میں ہوں جس کے دل میں وہ معرفت پیدا نہیں کی گئی جس کے نور سے میل سینہ منور ہے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا کہ تو بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ اس پر پھیرا اور وہ شخص اسی وقت بھلا چنگا ہو گیا اور اٹھ بیٹھا اور بیماری سے شکل نکل آئی۔

**حکایت** | شیخ فرید الدین عطارؒ پہلے عطاری کی دکان کیا کرتے تھے ایک دن اپنی دکان پر بیٹھے تسنن باندھ رہے تھے، ایک درویش صاحب رضا کبیل پوش آکر کھڑے ہو کر تکیے لگنے و تریک اسی حالت میں دیکھتے رہے۔ حضرت عطارؒ نے فرمایا کہ بھائی! کچھ لینا ہو تو لو کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ درویش نے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہاری دکان میں خمیرے، معجونیں، شربت، بہت سی چپکتی ہوئی چیزیں بھری پڑی ہیں، سوچ رہا ہوں کہ مرتے وقت تمہاری روح



کیسے نکلے گی جو اتنی چپکتی ہوئی چیزوں میں پھنسی ہوئی ہے اس وقت حضرت فرید الدین عطارؒ کو باطن کا توجہ چسکا تھا ہی نہیں، بے دھڑک کہہ بیٹھے، جیسے تمہاری نکلے گی ویسے ہی ہماری بھی نکل جاوے گی۔ درویش نے کہا میاں ہمارا کیا ہے، اور کبیل اوڑھ کر وہیں دکان کے سامنے لیٹ گیا اول تو حضرت عطارؒ یہ سمجھے کہ مذاق کر رہا ہے لیکن جب بہت دیر ہو گئی تو شبہ ہوا پاس جا کر کبیل بٹایا تو درویش واقعی مردہ تھا۔ پس ایک چوٹ دل پر لگی اور وہیں چیخ ماری اور یہ ہوش ہو کر گر پڑے۔ اتفاقہ ہوا تو دیکھا کہ دل دینا سے بالکل سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت دکان لٹا کر کسی پیر کی تلاش میں چلے۔ آپ بڑے عارف ہوئے ہیں۔ آدمی زبان سے کہتا ہے کہ مجھے مرنے کی کچھ پروا نہیں لیکن امتحان کے وقت جس کا دعویٰ غلط نہ ہو وہ صاحبِ رضا ہے، خواہ غم ہو یا خوشی، اور راحت ہو یا تکلیف، ہر حالت میں وہ راضی اور خوش رہتے ہیں۔

**حکایت** ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مالک بن دینارؒ کا ہمسایہ ایک نوجوان تھا جو بد معاش تھا اور لوگ اس سے بہت پریشان رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے اس کے پاس جا کر نصیحت فرمائی، چنانچہ اس نے گستاخی سے پیٹھ آتے ہوئے کہا کہ میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخل ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب آپ نے اس سے فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کرونگا تو اس نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی کریم ہے اور میرے خلاف کسی کی بات نہیں سنے گا۔ آپ نے فرمایا اگر وہ نہیں سنے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا۔ اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے بھی بہت زیادہ کریم ہے۔ یہ سن کر آپ واپس آگئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو لوگوں نے پھر آپ سے شکایت کی اور آپ پھر نصیحت کرنے جا پہنچے لیکن غیب سے ندا آئی کہ میرے دوست کو مت پریشان کرو۔ آپ کو یہ ندا سن کر بہت حیرت ہوئی اور اس نوجوان سے کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستہ میں سنی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہِ خدا میں خیرات کرتا ہوں۔ اور پورا اثاثہ

خیرات کر کے نامعلوم سمت کی طرف چلا گیا جس کے بعد سوائے مالک بن دینار کے کسی نے اس کو نہیں دیکھا اور آپ نے بھی مکہ معظمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ بہت ہی کمزور اور قریب المرگ تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھ کو اپنا دوست فرمایا ہے۔ میں اس پر اور اس کے احکام پر جان و دل سے شکر ہوں اور مجھے علم ہے کہ اس کی رضا صرف عبادت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور آج بے میں اس کی رضا کے خلاف کام کرنے سے تائب ہوں۔ یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲)

**حضرت ذوالنون مصری کا واقعہ** | آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں دورانِ سفر ایک آتش پرست ہر سمت دانہ بکھیر رہا ہے اور جیب آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں چونکہ پرندوں کو کہیں سے بھی دانہ حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے میں ثواب کی نیت سے دانہ بکھیر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس کے یہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے لیکن اس نے عرض کیا کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے اس کے بعد میں نے اس آتش پرست کو ایام حج میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طوافِ کعبہ میں مصروف پایا اور طواف کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ میں نے جو دانہ بکھیرا تھا اس کا ثمرہ کتنی بہتر شکل میں ملا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پُر جوش لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے چالیس برس آتش پرستی کرنے والے کو چند دانوں کے عوض اوزاں فروشی کرتے ہوئے اتنی عظیم نعمت کیوں عطا کر دی۔ ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں، ہمارے امور میں کسی کو مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

**رامنی برضائے الہی** | حضرت عتبہ بن غلام ایک مرتبہ حسن بصری کے ہمراہ دریائے کنارے چل رہے تھے کہ اچانک پانی کے اوپر چلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن حیرت زدہ رہ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ



آپ نو صرف وہ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے لیکن میں وہ امور انجام دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا منشا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ بکر تسلیم و رضا میں غرق رہتے تھے۔

**رضائے الہی کی طلب** | ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلیؓ نے اپنے مرشد شیخ جنیدؒ کے سامنے کہا کہ اگر حق تعالیٰ قیامت کے دن مجھے دوزخ او

بہشت میں ایک چیز قبول کرنے کا اختیار دے گا تو میں دوزخ قبول کروں گا کیونکہ بہشت میں داخل ہونا تو میرے نفس کی خواہش ہے اور دوزخ میں بھیجنا حق تعالیٰ کا اختیار ہے اس لیے میں اسی کے اختیار کو اپنے نفس کی خواہش پر ترجیح دوں گا۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا اگر حق تعالیٰ نے مجھے ایسا اختیار دیا تو میں نہ دوزخ قبول کروں گا نہ بہشت، بلکہ بارگاہ الہی میں عزم کروں گا کہ بندہ کو اختیار اور رد و قبول سے کیا غرض، تو جس جگہ بھیجے گا اسی جگہ چلا جاؤں گا اور جس جگہ رکھے گا وہیں رہوں گا، میرا اختیار وہی ہے جو تیری رضا ہے۔

**حکایت** | حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنی سیاحت کے دوران ایک پہاڑ کے دامن میں بہت سے لوگ دیکھے جو سب مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس پہاڑ کے ایک غار میں ایک با خدا بزرگ رہتے ہیں۔ وہ سارا سال عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور صرف ایک دن غار سے باہر نکلتے ہیں اس دن جو مریض یہاں جمع ہوتے ہیں وہ ان پر دم کرتے ہیں اور ان کے حق میں شفا کی دعا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مریضوں کو شفا عطا کر دیتا ہے۔ میں یسین کرواں ہی ٹھہر گیا۔ ایک دن وہ بزرگ غار سے باہر تشریف لائے، نہایت زرد و اور دیسے پتے تھے، ان کی آنکھوں کے گرد حلقے بڑے ہوئے تھے لیکن چہرے پر جلال برس رہا تھا۔ انھوں نے سب مریضوں پر دم کیا اور ان کی شفا یابی کے لیے دعا مانگی۔ اس کے بعد وہ غار میں جانے کے لیے مڑے۔ اس وقت میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ آپ نے ظاہری بیماریوں کا علاج تو کیا ہے، خدا کے لیے میری باطنی

بیاری کا بھی علاج کیجیے۔ انھوں نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا اے ذوالنور! میرا دامن چھوڑ دے کیونکہ حق تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے دیکھے گا کہ تو اس کے سوا کسی دوسرے کا دامن پکڑتا ہے تو وہ تجھے غیروں ہی کے حوالے کر دے گا۔ میں یہ سن کر تھرا اٹھا اور ان کا دامن چھوڑ دیا اس کے بعد وہ جلدی سے غار کے اندر چلے گئے۔

## حکایت

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انھوں نے مجھے حضرت خواجہ محمد بابا کو بلانے کے لیے قصر عارفاں میں بھیجا تا کہ حضرت کے قدموں کی برکت سے یہ کام انجام پا جائے۔ جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اس رات آپ کی صحبت کی برکت سے مجھے بڑا تضرع اور نیاز پیدا ہوا۔ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سجدے میں سر رکھ کر دعاؤں میں تضرع بہت کی۔ اس اشار میں میری زبان سے نکلا، خدایا! مجھے بلا کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما۔ صبح کو جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ازراہ فراست و بصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا اے فرزند دعا میں یوں کہتا چاہیے۔ خدایا اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے۔ پھر فرمایا کہ بیشک خدائے عز و جل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے زیادہ طلب کرنا دشوار ہے۔ گستاخی نہ کرنی چاہیے۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دسترخوان پر سے ایک روٹی مجھے دی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا آپ نے فرمایا اے لو کام آئے گی۔ میں نے وہ روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرت کا ایک محب و مخلص تھا وہ بڑی لبشاشت اور عاجز



سے پیش آیا۔ جب آپ اس کے مکان میں اترے تو آپ نے اس کے اضطراب و بے قراری کو دیکھ کر فرمایا کہ سچ بتاؤ اس اضطراب کا سبب کیسا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پیئر موجود ہے مگر روٹی نہیں۔ حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، وہ روٹی لاؤ، تم نے دیکھا کہ آخر کام آگئی۔

**حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا ارشاد** | آپ کا ارشاد ہے کہ اہل معرفت کے نزدیک مصیبت کا آجانا

عین رضائے الہی کے مطابق ہے کیونکہ اللہ کی راہ میں جو شخص اللہ سے محبت کرے گا وہ کسی مصیبت کو برداشت کرنے میں کوتاہی نہیں کرے گا۔

**حضرت خواجہ سلیمان تونسوی** | حضرت خواجہ سلیمان تونسوی فرمایا کرتے تھے کہ درویش و بوشب و روز مجاہدہ میں رہے، اپنا وقت زیادہ تر

ذکر و فکر میں بسر کرے اس کی طلب فقط رضائے الہی ہوتی چاہیے اور اس حالت میں اس کو کچھ انوار یا اسرار یا کشف قبور وغیرہ ہمدیا ہوں تو ان کو مخفی رکھے اور کسی کو نہ بتائے۔ وصال، اور مقصود حقیقی کی امید یہ سر روز اسی طرح محنت و مجاہدہ کرتا ہے کیونکہ جو شخص غیر شرع افعال سے پرہیز نہیں کرتا وہ ترقی کی پہلی سیڑھی پر ہوتا ہے اور منزل مطلوب پر وہ نہیں پہنچ سکتا اور جو شخص بقا باللہ کے درجے پر ہے وہ منزل کے آخری درجہ پر ہوتا ہے کیونکہ وہ حلقہ شریعت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالتا۔ بلکہ شب و روز حسب معمول بتدیوں کی طرح مجاہدہ اور ریاضت میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ع

نہایت قدم سالکاں ہدایت اوست

خواجہ صاحب نے راضی برضا رہنے کا حکم متعدد جگہ دیا ہے۔ ۱۲۶۱ء میں بارش برنا موقوف ہو گئی۔ مخلوق خدا نے حضرت کی خدمت میں بڑی عاجزی کے ساتھ دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا بندے کو اپنے خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہیے کیونکہ تمام کاموں میں کوئی کام بھی بغیر حکمت کا ملکہ نہیں ہوتا۔

رضائے الہی اور ابراہیم بن ادھمؒ بادشاہت ترک کرنے کے بعد حبیب حضرت

آپ ایک بچے کے باپ تھے۔ یہ بچہ جب جوان ہوا تو اس نے اپنی والدہ ماجدہ سے اپنے باپ کی بابت دریافت کیا جس پر والدہ نے اپنے بیٹے کو ساری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس وقت تھامس والدہ معظمہ میں قیام پذیر ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم کے صاحبزادے نے ساری بستی میں یہ اعلان عام کروادیا کہ جو لوگ ان کے ہمراہ حج کے سفر پر روانہ ہوں گے ان کے تمام اخراجات وہ خود برداشت کرے گا۔ چنانچہ یہ خوش آئند اعلان سنتے ہی تقریباً تین ہزار کے لگ بھگ افراد اس رطکے کے ساتھ خانہ کعبہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں والدہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ خانہ کعبہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کے والد حضرت ابراہیم بن ادھم مشائخ حرم کے مرشد ہیں اور اس وقت جنگل سے لکڑیاں چننے گئے ہوئے ہیں تاکہ انھیں بیچ کر اپنے لیے کھانے پینے کا بندوبست کر سکیں۔ یہ سنتے ہی آپ کا بیٹا بھی جنگل میں پہنچ گیا اور جب اس نے جنگل میں ایک کمزور و ناتواں شخص لکڑیوں کا بھاری گٹھا سر پر اٹھائے دیکھا تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا مگر اپنا تعارف کروانا مناسب تصور نہ کیا تاہم وہ خاموشی سے آپ کے پیچھے پیچھے بازار تک پہنچ گیا اور جب وہاں جا کر حضرت ابراہیم نے لکڑیاں بیچنے کے لیے صدالگائی تو ایک شخص نے چند روٹیوں کے عوض ان سے وہ لکڑیاں خرید لیں۔ آپ نے وہ روٹیاں اپنے مریدین کے سامنے بے جا کر رکھ دیں اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے ارادتمندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کسی نامحرم عورت اور بے ریش رطکے کو نگاہ بھر کر نہ دیکھو خصوصاً اس وقت زیادہ احتیاط کرو جبکہ حج کے موقع پر کثیر تعداد میں عورتیں اور بے ریش رطکے جمع ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ کے تمام ارادتمند آپ کی ہدایات پر سختی سے عمل کرتے لیکن ایک مرتبہ طواف کی حالت میں جب آپ کا لڑکا ہی آپ کے سامنے آگیا تو بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر مرکوز ہوئیں اور فراغت طواف کے بعد آپ کے ارادتمندوں نے آپ سے عرض کیا کہ باری تعالیٰ آپ پر اپنا کرم



فرماتے۔ آپ نے ہمیں جس کام سے باز رہنے کی تلقین فرمائی تھی آپ خود ہی اس میں ملوث ہو گئے ہیں اس پر حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا، بھائیو! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جب میں بلخ سے رخصت ہوا تھا تو اس وقت میرا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ جس لڑکے کو میں نے دیکھا ہے وہ میرا ہی بچہ ہے۔ پھر اگلے روز آپ کا ایک مرید جب بلخ کے قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا، تو اسے خیمے کے نزدیک ایک لڑکا بیٹھا دکھائی دیا۔ جو خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھا اور جب اس نے آپ کے مرید سے آمد کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کیا کہ آپ کس کے صاحبزادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ میرے والد محترم ہیں اور اگر میں اس سے کچھ پوچھ گچھ کرتا تو ڈر تھا مبادا وہ فرار ہو جاتے کیونکہ وہ گھر سے فرار ہیں۔ اور ان کا نام نامی ابراہیم بن ادھمؒ ہے۔ مرید نے جب یہ باتیں سنیں تو اس نے لڑکے سے کہا چلیے میں ان سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ چنانچہ وہ مرید لڑکے اور اس کی ماں کو آپ کے پاس لے آیا ادھر جب حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے اپنے سامنے اپنی بیوی اور لخت جگر کو دیکھا تو وہ بیتابیاً نہ انداز میں ان سے پٹ گئے اور روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آنے کے بعد حضرت ابراہیمؒ نے اپنے بیٹے سے دریافت کیا کہ تمھارا دین کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میرا دین اسلام ہے، اور میں نے قرآن پڑھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے علوم بھی حاصل کر رکھے ہیں، اپنے بیٹے کی باتیں سن کر حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا الحمد للہ، اس کے بعد جب آپ جانے کے لیے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے آپ کو روک لیا۔ جس کے بعد آپ نے فلک کی جانب رخ کر کے کہا یا الہی اغثنی! یہ سن کر آپ کا بیٹا زمین پر گر پڑا اور فوراً جان دے دی۔ وہاں پر موجود سائے ارادت مند یہ دیکھ کر سخت حیران و پریشان ہوئے پھر ان کے دریافت کرنے پر حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ جب میں بچے سے ہم آغوش ہوا تو وہ فوراً جذبات اور پدرانہ عقیدت کے باعث میں بیتاب ہو گیا تھا مگر اسی وقت غیب سے یہ ندا آئی۔ ”ابراہیم! ہم سے دوستی کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور دوسروں

کو دوست بھی رکھتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! یا تو میری جان لے لے یا میرے لڑکے کی جان لے لے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا قبول ہو گئی اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرے تو میرا جواب یہ ہے کہ ایسا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تیرے خیر نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ایک رات حضرت جنیدؒ کے پاؤں میں سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ جب درد آپ کی برداشت سے باہر ہو گیا اور کسی صورت ضبط نہ رہا تو سورد فاتحہ پڑھ کر جو پاؤں پر پھونکا تو درد تو غائب ہو گیا مگر ساتھ ہی آواز آئی کہ اے جنید! حیرت ہے تو نے اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کیا۔ یہ سن کر آپ اس قدر نادام ہوئے کہ تمام عمر ایسا فعل نہ کیا اور خدا سے کچھ نہ مانگا، یہی کہا کرتے رب العزت! جیسا تو چاہتا ہے وہ کرنے میں ہی میرے عاقبت منور قی ہے اور مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے۔

پانچ صدقہ حقائق | شفیق بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے سات سو علماء سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا تمام نے ایک ہی جواب دیا۔

۱) میں نے پوچھا مائل کون ہے؟ سب نے یہی جواب دیا کہ مائل وہ شخص ہے جو دنیا سے محبت نہیں رکھتا۔  
۲) میں نے پوچھا کون دانا اور ہوشیار کون شخص ہے؟ جواب ملا جسے دنیا دھوکہ نہ دے سکے۔  
۳) میں نے پوچھا غنی کون ہے؟ جواب دیا جو اپنے لیے اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جائے۔  
۴) میں نے پوچھا فقیہ کون ہے؟ جواب ملا جو زیادہ کی طلب نہیں رکھتا۔

۵) میں نے پوچھا بخیل کون ہے؟ جواب ملا جو شخص اپنے مال سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا۔  
حضرت ابراہیم اہمؒ نے ایک بار اپنی التجا اور دعا میں فرمایا تھا کہ اے میرے

رضائے الہی | معبود حقیقی! تو میرے مال کو خوب جانتا ہے کہ میرے نزدیک اب جنت اور اس کی فضیلتیں اور نعمتیں مجھ کے پر کی اہمیت اور وقعت نہیں رکھتیں کیونکہ بارالہا! تو نے مجھے اپنی معرفت سے سرفراز رکھا ہے اب تمہاری محبت میرے دل میں اس قدر شدت سے موجزن



اور جلوہ گر ہے کہ میرا ہر عمل اور غور و فکر سب تمھارے ہی لیے اور تیری ہی طلب میں ہے۔ میں جنت کے مقابلے میں تیری عبادت اور خوشنودی کو قبول کرتا ہوں، اگر میں عبادت الہی کے بجائے جنت قبول کروں تو یہ بشری اور بدنی ضرورت ہوگی لیکن میں تو عبادت حق میں معرفت الہی کی جانب سفر کرتا رہوں گا کیونکہ اے میرے پروردگار! معرفت الہی کی راہ میں کوئی ملاح نہیں ہوتا اس میں صرف رضا الہی ہوتی ہے اور بندہ اس رضائے الہی کے سامنے سزنگوں ہوتا ہے۔

### حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا واقعہ | ایک دن حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں درویشوں نے عرض کیا کہ آپ کے

صاحبزادہ صاحب فائقے کی وجہ سے قریب المرگ ہیں، اگر کوئی چیز عنایت فرمائیں تو ہم انھیں کھلا دیں۔ فرمایا اس وقت کوئی چیز نہیں ہے کسی سے قرض لے لو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہمیں کوئی آدمی قرض نہیں دیتا۔ فرمایا تو پھر کوئی حرج نہیں، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ تھوڑے وقت کے بعد خبر آئی کہ صاحبزادہ صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ فرمایا اس کی تجہیز و تکفین کر دو۔ درویشوں نے عرض کیا، نہ تو کپڑا ہے اور نہ نقدی ہے جس سے ہم کفن تیار کریں۔ فرمایا میت کے اوپر نیچے گھاس پیٹ کر دفن کر دو، چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ سبحان اللہ! کاملان حق امکان اور اختیار کے باوجود دنیا کے دنی کو چھوڑ کر یاد الہی میں مشغول رہتے ہیں۔

## باب

## حُسنِ ادب

اچھا ادب انسانی اخلاق کا ایک روشن پہلو ہے خصوصاً اللہ کے بندوں کا اخلاقی و سفت ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں کیونکہ ادب کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ جس نے اللہ کو پایا بزرگوں کے ادب ہی سے پایا، اچھے ادب سے مراد یہ ہے کہ دوسروں سے ملنے جلنے، بیٹھنے اٹھنے، لینے دینے میں اچھے طریقے سے پیش آیا جائے۔ ہر ایک کی اس کے مقام کے لحاظ سے عزت کی جائے۔ روزمرہ کے کاموں میں اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تاکہ کام عمدہ طریقے سے سرانجام پائیں اور دوسروں کے لیے تکلیف اور ناگواری کا باعث نہ بنیں یہی اصول اور عمدہ طریقے آداب کہلاتے ہیں۔ ان آداب میں اچھائی اور لطافت کو مدنظر رکھنا حسنِ ادب کہلاتا ہے۔ حسنِ ادب سے انسانی تہذیب و تمدن میں اچھا ماحول اور وقار پیدا ہوتا ہے جو اہل معاشرہ کے لیے سکون کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگر زندگی میں حسنِ ادب کو قائم نہ رکھا جائے گا تو دوسروں کی حق تلفی ہوگی۔ آپس میں دکھ دینے والی باتیں پیدا ہوں گی انسان کی عزت مجروح ہوگی اس لیے اللہ والوں نے حسنِ ادب کو اختیار فرمایا اور دوسروں کو حسنِ ادب اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ سلف صالحین کے اخلاق میں سے یہ خوبی بڑی نمایاں ہے۔

## ارشادِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:



مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ لَقَدْ  
رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۚ

دیکھی ہیں۔ (پ ۲۷، نجم ۷، اتما ۱۸)

صوفیاء نے اس آیت سے بارگاہ رب العزت کے حضور میں ادب کو محفوظ خاطر رکھنا مراد

لیا ہے۔

معراج النبی کے واقعہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ آپ بڑے ادب شناس کی طرح مؤدب رہے۔

## حسن ادب کا مثالی نمونہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس حسن ادب کا مثالی نمونہ ہے، تعلیم ادب آپ ہی نے امتِ مسلمہ کو دی ہے اور فرمایا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ادب کو اپنا ڈٹاکہ سیرت و کردار کے لحاظ سے اچھے انسان ثابت ہو سکو۔

**بہترین تحفہ** حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے فرزند کو ادب سکھانا، ایک صاع مقدار میں صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ مزید ارشاد ہے کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو ادب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں دے سکتا (بیٹے کو ادب سکھانا بہترین تحفہ ہے)۔

**بیٹے کا باپ پر حق** حضرت عائشہؓ نے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹے کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اس کو اچھی طرح سے رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔

**فرمانِ نبوی** ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز ادا کریں۔ آپ

**حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حسن ادب**  
 کے پاس عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کوئی اور نہ تھا آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور نماز میں اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی نیت کر کے پہلی تکبیر کہی تو عبداللہ بن عباسؓ (آپ کے احترام کے خیال سے) اپنی جگہ سے ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑ دی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنے برابر کھڑا کیا۔ اور نماز شروع کر دی، عبداللہ بن عباسؓ پھر اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک دوبارہ اسی طرح کیا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم پیچھے کیوں ہٹ جاتے ہو؟ عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ میری کیا مجال کہ رسول رب العالمین کے برابر کھڑا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا یہ حسن ادب پسند آیا اور ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا **اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ**۔ (اے اللہ! اسے دین میں تفقہ اور سمجھ دے)

صحابہ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ دین کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

**بڑوں کا ادب کرو**  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہمارے گروہ سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر

رحم نہ کرے اور ہمارے بزرگوں کا ادب نہ کرے (ترمذی شریف)  
 حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
**بے ادب کون ہے؟** تین آدمیوں کی توہین سوائے منافق کے کوئی نہیں کرتا، بڑھے

مسلمان کی، عالم کی اور امام عادل کی۔ (ترغیب و ترہیب)  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی جوان کسی بڑھے شخص کی اس کی کبریٰ کی



وجہ سے عزت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس جوان کے بڑھاپے میں ایسا شخص پیدا کر دیتا ہے جو اس کی عزت کرے۔ (ترمذی شریف)

**حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان** | آپ کا قول ہے کہ فقیر کے سامنے عاجزی اور ادب کے ساتھ صدقہ پیش کرنا چاہیے کیونکہ خوشدلی سے صدقہ دینا قبولیت کی نشانی ہے۔

**حضرت علیؓ کا قول** | حضرت علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر عارفِ الہی وہ ہے جو اہل کلمہ کی زیادہ تعظیم کرے۔

## اقوالِ ادب

رفزمرہ زندگی میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے کے لیے صوفیاء نے بہت زور دیا ہے ان کی تعلیمات حسب ذیل ہیں :-

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ عمل میں ادب کا لحاظ رکھنا قبولِ عمل کی دلیل ہے۔  
حضرت عبداللہ بن مبارکؓ فرماتے ہیں کہ لوگ ادب کے متعلق بہت کچھ کہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ادب نفس کی معرفت کا نام ہے۔

حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ عارف باللہ کا ادب ہر قسم کے ادب سے بلند ہے۔ کیونکہ جس سے اس کی جان پہچان ہے یعنی حق تعالیٰ، وہی اس کے دل کو ادب سکھانے والا ہے۔  
حضرت سید الطائفہ شیخ بنیہؒ فرماتے ہیں جو نفس کو اس کی خواہش پوری کرنے میں مدد کرتا ہے وہ اس کے قتل میں شریک ہے کیونکہ بندگی کے لیے ادب ضروری ہے اور سرکشی بے ادبی میں داخل ہے۔

حضرت سونہی بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ جیب عارف باللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھے تو سمجھ لو کہ وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہو گیا۔

حضرت ابو علی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو شخص ادب کا لحاظ رکھے بغیر بادشاہ کی صحبت میں بیٹھے گا تو اس کی جہالت اسے قتل کروائے گی۔

حضرت ابو بکر شبلیؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کرتے ہوئے شرم و حیا کو ترک

کر دینا بے ادبی ہے۔

حضرت شیخ حریریؒ فرماتے ہیں کہ بیس سال ہو گئے تنہائی میں بھی میں نے اپنے پاؤں نہیں

پھیلائے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب اختیار کرنا افضل و اول ہے۔

حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ ادب کے ترک کر دینے سے انسان دستکار اجاتا

ہے لہذا جس نے بساط ادب پر سو ادبی کی اسے دروازے کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے

اور جس نے دروازے پر بے ادبی کی اسے دھکیل کر جانوروں کی دیکھ بھال پر مقرر کر دیا جاتا ہے

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ جس نے آداب خداوندی کا لحاظ رکھا وہ ان لوگوں

میں سے ہو گیا جن سے اللہ کو محبت ہے۔

حضرت شیخ جلال بصریؒ فرماتے ہیں، کہ

**شرعیات کے لیے ادب ضروری ہے | توحید ایمان کے لیے ضروری ہے جس**

میں توحید نہیں اس میں ایمان نہیں، ایمان شریعت کے لیے ضروری ہے لہذا جہاں شریعت

نہیں ہے وہاں نہ ایمان ہے اور نہ توحید ہے اور شریعت کے لیے ادب ضروری ہے پس

جہاں ادب نہیں وہاں نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے نہ توحید۔

کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ ادب کو ظاہر و باطن میں اختیار کرو اگر کسی نے ظاہراً

بے ادبی کی تو اس کو ظاہراً سزا ملے گی اور جس نے باطن میں بے ادبی کی اس کو باطن میں سزا

بھگتنا ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جو ادب سے

**ادب سے غافل نہ رہو | غفلت برتنا ہے اس کو یہ سزا ملتی ہے کہ وہ سنتوں سے**



محروم ہو جاتا ہے اور جو سنتوں سے غفلت برتتا ہے اس کو فریق سے سزا، محروم کر دیا جاتا ہے اور فرائض سے سستی و غفلت برتنے والے کو معرفت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

**حضرت ابن مبارک کا قول** | حضرت ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہمیں زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلہ میں تھوڑا سا

ادب حاصل کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

**حضرت شیخ ابوعلی دقاقؒ** | شیخ ابوعلی دقاقؒ کے غلام نے کہا ہے کہ ایک دن میں ایک امر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس حال میں شیخ

دقاقؒ نے مجھے دیکھ لیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم کو اس فعل کی ضرورت ملے گی خواہ وہ کئی سال میں ملے چنانچہ مجھے دس سال کے بعد یہ سزا ملی کہ میں قرآن حکیم پھول گیا۔

**تین خصائل** | ولید بن عقبہ نے بیان کیا کہ ابن مبارکؒ کہتے تھے کہ ہم نے ادب کی تلاش اس وقت کی جب سکھانے والے گزر چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تین خصلتوں کے ہونے ہوئے انسان اجنبی نہیں معلوم ہوتا (۱) مشکوک لوگوں سے کنارہ کشی (۲) حسن ادب (۳) کسی کو ایذا نہ پہنچانا۔

**ادب سے علم کا حاصل ہونا** | شیخ یوسف بن الحسین فرماتے ہیں کہ ادب سے علم کا فہم ہوتا ہے، علم کے ذریعہ عمل درست ہوتا ہے اور

عمل کے ذریعہ حکمت حاصل ہوتی ہے اور حکمت کے ذریعہ زہد و ترک دنیا حاصل ہوتا ہے۔ زہد سے آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور آخرت کے شوق سے اللہ تعالیٰ اپنی قربت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

**سوفیاء سے ادب سیکھو** | حضرت منصور بن خلف مغربی کا فرمان ہے کہ کسی صوفی کو کسی نے بے ادب کہا۔ اس پر اس نے جواب دیا کہ

میں بے ادب نہیں ہوں۔ اس پر سوال ہوا کہ تجھے کس نے ادب سکھایا؟ جواب دیا صوفیاء نے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ کا ارشاد ہے کہ صوفیاء نے  
**حضرت سہل بن عبد اللہ کا قول** | اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہنے کے لیے اللہ

ہی سے مدد طلب کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے آدابِ خداوندی پر ثابت قدم رہے ہیں۔  
شیخ ابن عطاءؒ کہتے ہیں کہ ادب یہ ہے کہ تو اچھے کاموں پر لگا رہے  
**ادب کیلئے** | کسی نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ  
ظاہر و باطن میں ادب سے پیش آئے۔ جب تو ایسا ہوگا تو خواہ تو مخفی کیوں نہ ہو، ادیب  
کہلائے گا۔

حضرت جلال بصریؒ کا قول ہے کہ توحید ایسا موجب  
**حضرت جلال بصریؒ کا قول** | ہے جس سے ایمان (بالرسالت) واجب ہو جاتا ہے

لہذا جس کا ایمان نہیں اس کی توحید بھی نہیں، اور ایمان ایسا موجب ہے جو شریعت کو واجب  
قرار دیتا ہے لہذا جس کی شریعت نہیں اس کا نہ ایمان ہے نہ توحید اور شریعت ایسا موجب  
ہے جس سے ادب واجب ہوتا ہے لہذا جس کے پاس ادب نہیں اس کی نہ شریعت ہے  
نہ ایمان اور نہ توحید۔

شیخ ابو حسین غوری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندہ کے لیے کوئی ایسا  
**آداب شریعت** | مقام روحانی حالت (یا کیفیت) یا کوئی ایسا علم نہیں ہے جو آداب  
شریعت کو ساقط کر دے بلکہ اس کے برخلاف شرعی آداب ظاہری حالت کا زیور ہے اس  
لئے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ انسان اپنے اعضاء کو محاسن آداب سے  
غیر آراستہ رکھے۔

شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات درود پڑھنے میں مصروف تھا اور  
**حکایت** | میں نے اپنے پاؤں محراب کی طرف پھیلائے ہوئے تھے پس کسی نے پکار کر  
مجھ سے کہا کہ جس طرح مٹی ہو کیا اس طرح بادشاہوں کے سامنے بیٹھ سکتے ہو؟ پس



میں تے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور پھر میں نے کہا الہی: تیری عزت و جلال کی قسم اب میں کبھی پیر نہیں پھیلانوں گا۔ شیخ جنید فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد وہ ساٹھ سال زندہ رہے لیکن اس مدت میں انھوں نے اپنے پاؤں کبھی نہیں پھیلائے، نہ رات میں (سوتے میں) نہ دن میں۔

**نفع بخش ادب** | حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا گیا کہ سب سے نفع بخش ادب کونسا ہے؟ فرمایا دین میں سمجھ حاصل کرنا، دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے پر اللہ تعالیٰ کے حقوق معلوم کرنا۔

**حضرت سہل بن عبد اللہ کا قول** | حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا کہ جس نے ادب کے ساتھ اپنے نفس کو مغلوب کر لیا اس نے اعلان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

مشائخ کے ساتھ با ادب رہنا بھی ادب ہے اس لیے کہ جو شخص مشائخ کرام کے دلوں کی رعایت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر مودی کئے مسلط کر دے گا۔

**روحانیت ادب اختیار کرو** | حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان العارفين بايزيد قدس سرہ کے مقام کی سیر

کی اور ان کی سیر کی انتہا تک پہنچا، شیخ جنید شیخ منصور حلاج قدس اللہ اسرارہم کے مقامات کی سیر کی جہاں تک یہ بزرگ پہنچے تھے میں بھی وہاں تک پہنچا جہاں تک کہ ایک بار گاہ بزرگ مجھ کو ملی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بار گاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ میں نے گستاخی نہ کی اور نہایت ادب سے تعظیم و نیاز کا سر آپ کے آستانہ عزت و احترام پر رکھا۔ شیخ بايزيد قدس سرہ جب اس بار گاہ تک پہنچے تھے تو انھوں نے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں سیر کریں اس لیے ان کے منہ پر اس گستاخی کا طمانچہ لگا پس جوں سے غلطی ہوئی تھی میں نے اس سے پرہیز کیا اور ادب و ادب اختیار کی۔

**حکایت** | کہا جاتا ہے کہ جب شیخ ابو حفص عراقیؒ میں پہنچے تو شیخ جنید ان کے پاس آئے

تواضعوں نے دیکھا کہ ان کے مریدین ادب سے سیدھے کھڑے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی غلطی کا مرکب نہیں ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت جنیدؒ نے کہا اے ابو حفص! تم نے اپنے اصحاب (مریدین) کو ایسا موڈ بتایا ہے جیسے بادشاہوں کی حضورؐ میں ہوتا ہے یہ سن کر ابو حفص نے فرمایا اے ابوالقاسم! کنیت حضرت جنیدؒ (بیشک ادبِ ظاہری، ادبِ باطنی کا عنوان ہے۔

شیخ ابن عطا کا قول ہے کہ نفس بے ادبی کا عادی ہے اور اس کی

## نفس کی بے ادبی

فطرت ہے مگر بندہ حق کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ادب اختیار کرے

نفس اپنی طینت اور سرشت کے ساتھ مخالفت پر آمادہ ہے (مخالفت کے میدان میں کامزن ہے) اور بندہ اپنی کوشش سے اس کو حسنِ ادب کی طرف پھیرتا ہے اور جو جدوجہد سے ایسا نہیں کرتا، وہ اپنے نفس کو مطلق العنان بنا دیتا ہے اور اس کی نگہداشت نہیں کرتا تو گویا اس طرح اس کی سرکشی اور مطلق العنانی میں اس کی مدد کی۔ اور جس نے اس کی مدد کی وہ اس کا شریکِ کار سہل۔ ابوعلیٰ کسی چیز کا سہارا لے کر نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ مجمع میں تشریف فرما

## حکایت

تھے میں نے ان کی پیٹھ کے پیچھے تکیہ رکھنا چاہا تاکہ وہ اس کے سہارے سے بیٹھ جائیں مگر وہ تکیہ سے ہٹ گئے۔ مجھے خیال گزرا کہ چونکہ تکیہ پر کوئی خرقہ یا سجادہ بچھا ہوا نہیں اس لیے تکیہ لگانے سے گریز کیا ہے لیکن انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ میں سہارا لینا نہیں چاہتا۔ چنانچہ جب میں نے اس بات پر غور کیا تو مجھے یاد آیا کہ واقعی وہ کبھی سہارا نہیں لیتے ہیں۔

شیخ ابو عبیدہ قاسم بن سلام کا ارشاد ہے کہ جب میں

## شیخ ابو عبیدہ قاسم کا ارشاد

مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو میں اکثر خانہ کعبہ کے سامنے

بیٹھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ میں لیٹ جاتا اور اپنے پاؤں پھیلا دیتا تو عائشہؓ تکیہ رکھ کر ایک ولیہ اور غدار سیدہ خاتون تھیں) میرے پاس تشریف لائیں اور مجھ سے فرمایا کہ تمہارے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تم اہل علم ہو پس میری یہ بات مانو کہ یہاں (خانہٴ خدا میں) ادب کے ساتھ بیٹھو ورنہ تمہارا نام بارگاہِ خداوندی کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔



## حکایت

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ سالحین میں سے ایک شخص جمعہ کے دن میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے ساتھ ایسے فقیر کو بھیجیے جو مجھے خوش کرے اور میرے ساتھ کچھ کھائے۔ میں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ایک فقیر کو میں نے فاقہ کی حالت میں دیکھا اور اسے بلا کر کہا اس شیخ کے ساتھ جاؤ اور اسے خوش کرو۔ وہ چلا گیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ وہ شخص آگیا اور کہا اے ابوالقاسم! اس فقیر نے تو صرف ایک لقمہ کھایا اور نکل گیا۔ میں نے کہا کہ تم نے کوئی گستاخی کا کلمہ کہا ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو اسے کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو نظر دوڑائی تو فقیر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ تم نے اس کی خوشی پوری نہیں کی، کیا وجہ ہے؟ فقیر نے کہا اے میرے آقا! میں کوہ سے نکل کر بغداد پہنچا اور اس عرصہ میں میں نے کچھ نہیں کھایا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ فاقہ کی وجہ سے مجھ سے آپ کی موجودگی میں کوئی بے ادبی ہو جائے۔ جب آپ نے خود ہی مجھے بلایا تو مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے ہی پہل کی۔ لہذا میں چلا گیا۔ حالانکہ میں اپنی فاقہ کی حالت کے بدلے جنت پر بھی راضی نہ تھا۔ جب میں اس کے دسترخوان پر بیٹھا تو اس نے ایک لقمہ میرے لیے بنایا اور کہا کھاؤ، یہ ایک لقمہ میرے نزدیک دس ہزار درہم سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ جب میں نے اس کے یہ الفاظ سنے تو میں سمجھ گیا کہ وہ دونوں ہمت انسان ہے اس لیے میں نے اس کے ساتھ کھانا کھانے سے اجتناب کیا۔ یہ سنکر حضرت جنیدؒ نے کہا کہ میں نے تو تجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم نے اس کے ساتھ بے ادبی کی ہوگی اس شخص نے اس پر کہا کہ اے ابوالقاسم! میں تو یہ کرتا ہوں اس پر ابوالقاسم نے اسی فقیر کو پھر اس کے ساتھ جانے اور اسے خوش کرنے کو کہا۔

## اللہ کے قرب والے آداب

کسی نے ابن سیرین سے پوچھا کہ کون سے آداب بندے کو اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو جاننا، اس کی اطاعت گزاری کرنا، خوشی پر اس کا شکریہ ادا کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا۔

کسی صوفی کا قول ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ جس شخص کو میں نے  
**ادب کا لحاظ رکھو** اپنے اسما و صفات میں غور و فکر کرنے پر لگائے رکھا اسے میں  
 تے ادب کا لحاظ رکھنے کا بھی حکم دیا مگر جس کے لیے میں نے اپنی ذات کی حقیقت کھول دی  
 میں نے اس کے لیے ہلاکت لازم قرار دے دی۔ اب تم ان میں سے جو چاہو اختیار کرو خواہ  
 ادب یا عطب (ہلاکت)

حضرت ابوالنضر سراج کا قول ہے کہ ادب کے اعتبار سے لوگ  
**تین قسم کے لوگ** تین قسم کے ہیں۔ (۱) اہل دنیا۔ ان کے بیشتر آداب فصاحت و  
 بلاغت، علوم اور یاد شاہوں کے ناموں اور عربوں کے اشعار کا یاد رکھنا ہیں (۲) اہل دین۔  
 ان کے بیشتر آداب، ریاضتِ نفس، تادیبِ جوارح، حدود اللہ کی محافظت اور ترکِ الشهوات  
 ہیں (۳) اہل خصوصیت، ان کے بیشتر آداب دلوں کو پاک رکھنا، رازِ ملئے الہیہ کا لحاظ، عہد  
 کی وفا، حفظِ وقت، خواطر کی طرف عدم توجہ، طلب اور التجا کے مواقع، اوقاتِ حضور (بدرگاہ  
 رب العزت) اور قربت کے مقامات پر حسنِ ادب۔

حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ جو شخص جس کا  
**حضرت جنید بغدادی کا ارشاد** ساتھی اور دوست ہوتا ہے اسی حوالے سے  
 پہچانا اور جانا جاتا ہے، شیطان کا ساتھی کمتر، حقیر اور رذیل ہوتا ہے لیکن جو اللہ کا ساتھی  
 دوست بن جاتا ہے اللہ اسے عزیز رکھتا ہے اسے عزت بخشتا ہے اس کا مقام و مرتبہ  
 بلند فرماتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر طالب کبھی مطلوب سے ایک لمحہ کے لیے بھی بے ادب  
 اور لاپرواہ ہو جائے اور یہ کیفیت مطلوب پر بھی ظاہر ہو جائے تو پھر اس مقام پر طالب کے لیے  
 مصائب اور ابتلا کا دور شروع ہو جاتا ہے کیونکہ ناطقِ حقیقی کی جانب پیش رفت کرنے کے بعد  
 کسی دوسرے کی جانب توجہ ہونا ایک گمراہی ہے۔ ایک کیفیت ادب و آلام ہے اس لیے  
 لازم ہے کہ اپنے عمل سے غیرتِ الہی کو محفوظ رکھا جائے، اپنے پروردگار اور خالق و مالک کی



جانب شروع کیے ہوئے سفر کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس سبیل اللہ سے بھٹکنے والے کے لیے خرابی بسیار ہے اور اللہ تعالیٰ توجاہ و چشم اور عظمتِ اعلیٰ پر قائم اور دائم ہیں۔

**علومِ تربت ادب پر موقوف ہے** | علماء کا اتفاق ہے کہ علومِ تربت زیادتی اور ادب پر موقوف ہے اور ادب فی الاصل اپنے

میں نقص دیکھنے اور دوسرے کو باکمال سمجھنے کا نام ہے، برعکس بے ادب کے کہ اس میں یہ صفت نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کا اپنے دوست کو تیز نظر سے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

**حضرت فضیل بن عیاض کی نصیحت** | لوگوں نے فضیل بن عیاضؒ کے سامنے ایک آدمی کی تعریف کی اور بیان کیا کہ وہ کھجور اور

گھی کا مالیدہ نہیں کھاتا۔ انھوں نے کہا کہ اس کے پھوڑے سے کیا ہوتا ہے بلکہ اس کی صلہ رچی کی طرف غور کرو اور اس کے غصہ پینے اور ہمایوں، بیواؤں اور یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے کو دیکھو اور دوستوں کے ساتھ اس کے حسنِ خلق پر غور کرو۔

**فرشتوں کا لعنت کرنا** | حضرت سعید بن عامرؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی انسان کو کسی ایسی صفت کے ساتھ موصوف کرتا ہے جو اس

میں نہیں ہوتی تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز ایک نادان نے ان کو ”یا املح“ (اد گنجے) کہہ کر پکارا تو انھوں نے اسے کہا اے دوست! تجھے کو فرشتوں کی لعنت کی ضرورت نہ تھی۔

**بری قوم کی علامت** | حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں وہ قوم نہایت بُری ہے جس میں اگر مسلمان مالدار ہوں تو ان کی تعریف کریں اور ناگہ

تنگ دست ہوں تو ان کو ذلیل جانیں، کوئی کم عمر کسی عمر رسیدہ کے آگے ہو کر نہیں چلتا، سولے اسکے کہ اس کو نیکی سے محروم ہونے کی سزا دی جائے۔

حضرت حاتم امم کا قول | حضرت حاتم امم فرماتے تھے کہ لوگوں نے اخلاق میں تین باتیں چھوڑ دیں۔ دوستوں کے حسن اخلاق کی قدر کرنا۔ ان کے

عیوب کو پوشیدہ رکھنا اور ان کی تکالیف کا برداشت کرنا۔

حضرت شیخ ابوعلی فارمدی طوسی فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے جوانی میں طلب علم حکایت کے لیے نیشاپور گیا میں نے سنا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر مہنسہ سے آئے ہیں اور مجلس میں ارشاد فرما رہے ہیں میں بھی آپ کی خدمت میں گیا کہ زیارت کروں۔ جب میری نگاہ آپ کے جمال پر پڑی میں آپ کا شیدا ہو گیا اور گردہ صوفیہ کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں ایک روز مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا، دیدار کی تمنا میرے دل میں پیدا ہوئی اور وہ شیخ کے باہر آنے کا وقت نہ تھا۔ میں نے صبر کرنا چاہا مگر ہونہ سکا۔ میں اٹھا اور باہر آیا اور چوراہہ پر بیٹھا تو شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے ملے۔ میں بھی بے اختیار شیخ کے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک جگہ جا کر ٹھہر گئے اور میں بھی ایک کونہ میں ایسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں سے شیخ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

شیخ سماع میں مشغول ہوئے تو آپ کو کیت ہوا اور وجہ عظیم طاہر ہوا اور تین چار ڈال جب شیخ سماع سے فارغ ہو گئے تو اس قسب کو آمار دیا اور اپنے شیخ کے سامنے اسے کھڑے کھڑے کر دیا گیا۔ شیخ نے ایک آستین مع دامن اس میں سے نکال کر علیحدہ رکھ لی اور آواز دی اے ابوعلی طوسی! تو کہاں ہے؟ میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور یہ سوچا کہ شیخ اس وقت نہ مجھے دیکھ رہے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں۔ شاید آپ کے مریدوں میں سے بھی کسی کا نام ابوعلی ہوگا۔ شیخ نے دوبارہ آواز دی اور میں خاموش رہا۔ شیخ نے جب تیسری بار پکارا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ آپ ہی کو طلب فرما رہے ہیں۔ میں اٹھا اور شیخ کے سامنے گیا۔ شیخ نے وہ دامن اور آستین مجھے دی۔ اور کہا کہ جاؤ اور اسے محفوظ رکھو کہ تم ہمارے نزدیک مثل اس آستین اور دامن کے ہو۔ میں نے وہ کپڑے لیا اور ادب و تواضع بجالایا اور ایک عزیز جگہ اس کو لے جا کر رکھا۔



مجھ کو شیخ کی خدمت میں ادب سے رہنے کے بڑے فوائد حاصل ہوئے اور تقوڑے ہی عرصہ میں میری روحانی کیفیات میں خاصا اضافہ ہوا۔

**اولاد کو ادب سکھاؤ** | ایک بزرگ حضرت مدینہ کا قول ہے کہ اولاد کو ادب کا درجہ سکھا جانا مال کی وراثت سے بہت بہتر ہے کیونکہ ادب سے مال، عزت اور دوستوں کی محبت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس سے دنیا و آخرت کی خوبیاں جمع ہو سکتی ہیں لیکن مال بہت جلد ضائع ہو جاتا ہے اور اولاد نہ دنیا کی رہتی ہے نہ آخرت کی۔ ہم نے اس مال کا جو لوگوں کو میراث میں ملتا ہے، اکثر تحریروں پر کیا ہے کہ اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ وارث کا کیا ہوا نہیں ہوتا اور بسا اوقات موت اس کو وارث وغیرہ پر صرف کرنے میں نخل بھی کرتے ہیں۔ (اخلاق صالحین)

**حکایت** | حضرت وہب بن تہیہ فرماتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بکثرت سوال کرتے شروع کیے اور ان کو پریشان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی تعظیم کے لیے ایک ہی دن میں ایک ہزار نبیوں پر وحی نازل فرمائی تاکہ وہ موسیٰ کی تکریم کے لیے ان کے مددگار ہوں۔ پس تمام لوگ ان نبیوں کی طرف مائل ہو گئے۔ اس سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں غیرت کی تو اللہ تعالیٰ نے تمام کو ایک ہی دن میں مار ڈالا (میں کہتا ہوں) انبیاء علیہم السلام کی غیرت بھی محمود ہے کیونکہ انبیاء اپنی عصمت کے ساتھ حفظ نفسانی سے بری ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ان انبیاء کو مارتا عذاب کے طور پر نہ تھا بلکہ محض تقدیر کے مطابق تھا کہ موسیٰ کی امداد کے بعد ان کی اجل پوری ہو جائے گی۔ (اخلاق صالحین)

**حکایت** | حضرت خواجہ عبدالحق سلسلہ نقشبندیہ کے اولیاء کبار سے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ کی خدمت میں سدر سعید کی ارادت کا باعث یہ ہوا کہ ایک روز انہوں نے اپنے علاقہ کے ایک شخص کو غنہ وان بھیجا تاکہ اوقات کو نبیلا کرے۔ اس سرکردہ نے صبح کی نماز حضرت خواجہ کی مسجد میں ادا کی اور قیومی دیر بٹھا، اس نے دیکھا کہ ایک درویش

محراب میں سر جھکاٹے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس اثنا میں ایک مسافر آیا اور بلا سلام کیے آپ کے پیچھے بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر توقت کر کے چلا گیا، پھر ایک اور مسافر آیا وہ بھی بلا سلام کے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ پھر ایک اور مسافر آیا اور بغیر سلام کے بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور پوچھا کہ اب وہ چھت کیسی ہے؟ مسافر نے جواب دیا کہ تعمیر ہو رہی ہے۔ وہ شخص معنی سر کردہ بیان کرتا ہے کہ میں بھی اس مسافر کے پیچھے باہر نکلا اور اس سے پوچھا کہ یہ درویش کون ہیں اور تم لوگ کون ہو، تم میں سے ہر ایک آتا ہے اور بغیر سلام کیے بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بلا سلام کیے اٹھ جاتا ہے اور تم نے بھی ایسا ہی کیا مگر تم سے ان کی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ فرمائیے اس میں کیا راز ہے؟

اس مسافر نے کہا کہ ان شیخ صاحب کا نام خواجہ عبدالخالق ہے یہ ہمارے پیر ہیں۔ اور استاد شام میں ہیں۔ ملک شام میں جب ہم پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں اور آپ کو دل سے سلام کرتے ہیں اور دل سے ہی آپ کے سوال کو دریافت کرتے ہیں اور قلبی طریقہ سے سلام کا جواب اور مسئلہ کا حل آپ سے سن لیتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں۔ سر کردہ نے کہا کہ چھت کے متعلق جو حضرت خواجہؒ نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ مسافر نے کہا کہ دمشق کی مسجد کی چھت مخدوش ہو گئی تھی اس کے متعلق آپ نے پوچھا تھا۔ پھر وہ چلا گیا اور صدر سعید سے سارا واقعہ بیان کیا، صدر نے کہا کہ افسوس ہے کہ ایسے اولیاء اللہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم کو خبر نہیں۔ ایک پروانہ لکھ کر اس لیے اسی سر کردہ کے حوالہ کیا کہ اوقاف غجدون کا محاصل حضرت خواجہ کی خانقاہ میں لے جا کر پہنچا دیا جائے۔ محاسب نہایت فرحت اور خوشی کے ساتھ پروانہ لے کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو دیکھا اور پھر اسی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ صدر سے کہو کہ آپ کی حکومت تو ان حدود کے اندر اندر ہے اور میری حکومت مشرق سے مغرب تک ہے۔ مجھ کو اس کا قبول کرنا نامناسب ہے۔ وہ سر کردہ، صدر کے پاس واپس ہو گیا اور پورا واقعہ بیان کیا، صدر حضرت خواجہ کے نہایت نیاز مندی اور ادب کے



سابقہ معتقد ہوئے اور آپ کے خدام میں داخل ہوئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ صدر سعید نماز صبح سے نماز چاشت تک حضرت خواجہ کی خدمت میں کھڑے رہتے۔ ایک روز خادم نے خیال کیا کہ حضرت خواجہ کے مراقبہ سے فاسخ ہونے میں ابھی دیر ہے۔ حالت مراقبہ میں حضرت سے اس نے عرض کیا کہ صدر سعید بہت دیر سے آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اس لیے توقف کیا تاکہ ان لوگوں کا کفارہ ہو جائے جو دن بھر صدر سعید کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔

**مسلمان کی تعظیم کرو** | حضرت یحییٰ بن معاذؓ نے ایک آدمی کی نسبت سنا کہ وہ مال کا

آرزو مند ہے۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو مال کو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ مفلسوں کو بخش دوں گا۔ انھوں نے فرمایا کہ مفلسوں کا بوجھ خدا ہی پر رہنے دے تاکہ تو ان کو اچھا سمجھتا ہے۔ ورنہ جب ان کا بوجھ تجھ پر ہوا تو تو ان کو برا جاننے لگے گا۔ اور وہ تیرے دل پر بھاری معلوم ہوں گے۔ نیز فرمایا تیرا اپنے مسلمان بھائی کی تعظیم کرنا یہ ہے کہ جب کسی دوسرے شہر میں اس کا کوئی ماتم ہو جائے تو تو اس کی تعزیت کو سفر کرے۔ ابو معاویہ الاسود شام سے مکہ منظر میں فضیل کے بیٹے علی کی تعزیت کو لے کر اور اس سفر سے ان کو نہ حج کرنا مقصود تھا نہ عمرہ۔

**حکایت** | حضرت خواجہ محمد سماسی بڑے صاحب تصرف بزرگ گزے ہیں آپ ایک کافل سماس کے رہنے والے تھے اس لیے سماسی کہلاتے ہیں۔ یہ گاؤں بخار کے قریب واقع ہے۔ آپ کے روحانی تصرف کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ شاہ نقشبندؒ کی ولادت سے پہلے جب کو شک بندوان سے گزرتے تو فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے اور بہت جلد کو شک بندوان قصر بن جائے گا۔ جب یہ وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ ہو گئی ہے، غالباً وہ مرد خدا پیدا ہو گیا ہے اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ کی وراثت و تہن روزگار کے تھے آپ سے حدیث آپ و حضرت خواجہ بابا قدس سرہ

کی نظر کیمیا اثر میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی  
 زندگی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو  
 ہم نے سونگھی تھی اور عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال  
 قدس سرہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاء الدین کی تربیت کرنے میں اگر تم کوئی  
 کمی کرو گے تو میں تم کو معاف نہ کروں گا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو گئے  
 اور نہایت ادب سے ہاتھ سینہ پر باندھ کر عرض کیا کہ اگر میں ان کی تربیت میں کمی کروں گا  
 تو میں مرد نہیں ہوں۔ (حضرات القدس)

**حضرت امیر کلال کا ارشاد** | مریدوں میں خواجہ بہاء الدین نقش بند اور مولیتا  
 عارف دیگ گرائی کے مثل کوئی نہیں ہے یہ دونوں سب سے آگے چلے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ  
 نقشبند قدس سرہ حضرت امیر کلال قدس سرہ سے خلافت پانے کے بعد سات سال مولانا  
 عارف کی صحبت میں رہے اور مولانا کی تعظیم و تکریم میں مصروف رہ کر انھیں کے ساتھ سلوک طے  
 کیا۔ چنانچہ آپ یوقت طہارت نہر کے کنارے پر مولانا سے بلند مقام پر ہرگز نہ بیٹھتے، اور  
 راستہ چلتے وقت بھی مولانا کے برابر نہ چلتے تھے اور ہمیشہ آپ کا اتباع کرتے تھے۔ کیونکہ  
 حضرت مولانا کو حضرت امیر کلال قدس سرہ کی صحبت میں حضرت پر سبقت تھی اور حضرت خواجہ  
 سے برسوں پہلے آپ حضرت امیر کلال کی تربیت میں درجہ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت خواجہ  
 قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذکر حقیقی میں مشغول ہوئے اور ہم میں شان آگاہی پیدا ہوئی تو  
 ہم اس کی اصل کے طالب ہوئے۔ اور تیس برس تک اصل کی تلاش اور جستجو کرتے رہے۔ دو  
 مرتبہ سفر حجاز کیا۔ ہر ایک گوشہ اور زاویہ میں پھرے۔ اس تلاش میں مولانا عارف کے مثل کوئی  
 شخص بھی مل جاتا تو ہم ہرگز واپس نہ آتے ایسا شخص چاہیے جو ہم زانو ہوا اور سیر میں آسمانوں سے  
 آگے بڑھ گیا ہوا اور ظاہر و باطن میں دیں مشغول ہو۔ (حضرات القدس)



**حضرت سفیان ثوری کا قول** | حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے کہ آدمی جب کلام اللہ پڑھتا پڑھتا لغو گفتگو کرتا ہے اور

پھر اسے پڑھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تجھے میرے کلام سے کیا تعلق ہے؟ (میں کہتا ہوں) اسی لیے سیدی علی خواصؒ جب تلاوت کرتے تو ان کے ساتھ اگر کوئی شخص ضرورت سے بات کرتا تو وہ اپنے دل میں کہتے اے اللہ! اجازت ہو تو میں فلاں شخص سے بات کر لوں۔ اس کے بعد اس شخص سے گفتگو کرتے۔

**مقام احسان** | حضرت محمد بن واسع کا فرمان ہے کہ بندہ مقام احسان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ اپنے ہر ایک دوست سے احسان نہ کرے۔ خواہ ان کی صحبت ایک ساعت ہی ہو۔ یہاں تک کہ جب وہ بکری کو فروخت کرتے تو خریدار کو اس کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور کہتے کہ یہ کچھ عرصہ ہمارے پاس رہی ہے۔

**حکایت** | حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے والد عبدالعزیز مصر کے گورنر تھے انھوں نے اپنے لڑکے عمر کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لیے مدینہ میں حضرت صالح بن کیسان کی نگرانی میں دے دیا۔ یہ صالح بن کیسان کا فیضانِ تربیت تھا کہ بنی امیہ کے فائزادے میں وہ ”فاروق ثانی“ پیدا ہوا جس نے خلافت راشدہ کو از سر نو زندہ کر دیا۔ صالح بن کیسان نے کس انتہام سے ان کی تربیت کی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نماز میں دیر کر دی تو نندہ پرست استاد نے باز پرس کرتے ہوئے پوچھا کہ تم نے آج نماز میں دیر کیوں کر دی؟ شاگرد نے ادب سے جواب دیا کہ بال سنوار رہا تھا اس لیے ذرا دیر ہو گئی۔ شفیق استاد نے ڈاٹتے ہوئے کہا کہ اچھا اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہو گیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے۔

اس کے بعد ان کے استاد نے ان کے والد کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔ عبدالعزیز کو یہ معلوم ہوا

تو اسی وقت ایک آدمی کو مصر سے مدینہ روانہ کیا جس نے آکر سب سے پہلے ان کے سر کے بال مونڈے اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔ عمر کے والد کا یہی حکم تھا۔  
 حسن تربیت کا یہی اہتمام تھا جس نے اموی خاندان کے ایک ناز پروردہ شہزادے کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بنا دیا۔ جس کے متعلق امام احمد بن حنبل کی رائے ہے کہ وہ پہلی صدی کے مجدد تھے۔ (یاد ماضی ص ۲۵)

**حکایت** | ہمارے امام اعظم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ کبھی تنگے سر نہ رہتے تھے۔ چنانچہ داؤد طائی فرماتے ہیں کہ میں بیس برس تک حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے جی اس عرصہ میں آپ کو تنہائی میں اور جماعت میں نہ دیکھا کہ آپ تنگے سر بیٹھے ہوں یا پاؤں پھیلے ہوں۔

حضرت داؤد طائی نے ایک روز حضرت امام سے پوچھا کہ اے امام دین! اگر آپ تنہائی کی حالت میں سر تنگہ کریں یا پاؤں پھیلائیں تو اس میں کیا برائی ہے؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ تنہائی کی حالت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ادب رکھنا اور اس کی ذات پاک کا لحاظ رکھنا بہت اچھی بات ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵)

**راز کو فاش کرنا خلافتِ ادب ہے** | حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت کی جاتی ہے کہ رانھوں نے جی کلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ اے صاحب عقل لوگو! تم اپنے کلام میں اس بدمرد اور تنگدستی کے طایفہ طیب کی مانند ہو جاؤ کہ جو ہر مرض میں مریض کے مزاج اور طبیعت کے مطابق شافی دوا میں بھی دیتا ہے اور کچھ ضروری پرہیز بھی تجویز کرتا ہے۔ عقلمندی کی بات یہی ہے کہ کوئی بات کرنے سے پہلے یہ جان لو کہ کس طرح اور کس سطح کی بات کس کے ساتھ کی جائی ہے۔ جس سے بات کرنا مقصود ہے کیا وہ بات کی کٹہہ تک پہنچ سکے گا یا نہیں؟ کیا وہ مختار مخاطب مختاری بات کو سمجھ بھی سکے گا یا نہیں؟ اگر مخاطب سے اس کی قدرت اور استطاعت کے مطابق بات نہ کی جائے تو یہ سراسر منظم ہوگا



اسی طرح ہر لفظ کو راند ہی رکھنا چاہیے۔

## عارفوں کے آداب گفتگو

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ گفتگو کے آداب اور قرینے ہوتے ہیں۔ گفتگو میں لفظوں کا استعمال اپنی قدر و قیمت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود کم گوئی بھی ایک نعمت ہے۔ جو جتنا زیادہ بولتا ہے اسی قدر زیادہ فروگزاشت کرتا ہے۔ حقوڑا لیکن بامقصد اور غور۔ نومن سے بولنا بدرجہا بہتر ہے۔ اسی طرح گفتگو میں موقع محل کی بھی پابندی ہوتی ہے، بے موقع گفتگو اکارت جاتی ہے، بے سوچے سمجھے بے موقع اور اپنے مخاطب کا خیال رکھے بغیر بولنے والا کلام کی روح سے عاری ہوتا ہے۔ اس کا اصل مقام گنگے بہرے اور اندھے پن کا ہوتا ہے۔

اور ارشاد ہوا کہ جس طرح کلام میں لفظوں کی حرمت اور شوکت ہوتی ہے اسی طرح کلام کی بھی تکریم و توقیر ہوتی ہے۔ کلام کی تعظیم و تقدیس کو ملحوظ رکھنا گفتگو میں روح پیدا کرنا، ہر طرح کے کلام میں مخاطب ہی محترم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کا کلام اور گفتگو مخاطب کے لیے بہوتی ہے اس لیے اس امر کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے کہ آپ کس سے مخاطب ہیں اور پھر اسی مخاطب کے پیش نظر ہی انداز کلام اور اسلوب پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ بھی گفتگو کے آداب میں سے ہے۔ اہل معرفت کے ساتھ گفتگو معرفت کے معیار پر ہو اور راند کی سہ وقت حفاظت اور پاسداری کی جائے۔

## ادب کی تلقین

حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی اپنے سے بڑے کو دیکھو تو اس کی تعظیم کرو اور سمجھو کہ اس نے اسلام لانے اور نیک عمل کرنے میں تم سے سبقت کی ہے اور تم کسی اپنے سے چھوٹے کو دیکھو تو بھی اس کی تعظیم کرو۔ اور سمجھو کہ تم نے اس سے پہلے گناہوں میں سبقت کی ہے۔ اور جب لوگ تیری تعظیم کریں تو سمجھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور تم اس کے مستحق نہیں ہو۔ اور اگر لوگ تیری امانت کریں، تو جان لو کہ یہ تمہارے کسی گناہ کے باعث ہے اور اگر تم نے اپنے پردی کے کتے کو بھڑا رہا تو گویا

تو اپنے پڑوسی کو اذیت پہنچائی۔

**لوگوں کو نیکی سکھلاؤ** | حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو نیکی سکھائے اور ان کو روادارِ راست پر لائے اس کی مثال اس شخص کی سی

ہے جس نے چند آدمی مزدوری پر مقرر کیے ہوں جو اپنے جسم اور مال سے اس کے کام کو رات دن اس کی زندگی میں اور اس کی موت کے بعد بھی انجام دیتے ہیں۔

**آدابِ شاہی کو ملحوظ خاطر رکھو** | حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ تم جس کیفیت یا حالت میں ہو اس سے ادنیٰ یا اعلیٰ

کی آئندہ نہ کرو۔ جب تم شاہی محل کے دروازے پر ہو تو اپنے آپ کو پاسباں سمجھو اور ہمارے خود اس میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرو، جب تک غیر اختیاری صورت میں تمہیں اس میں داخلے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ یعنی تمہیں سخت حکم یا تاکید کے ذریعے اندر نہ بلایا جائے، صرف داخلے کے اذن پر انحصار نہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے یہ اجازت محض فریب اور دھوکہ ہو یا صرف تمہارا امتحان مطلوب ہو۔ اس وقت تک سبر و تحمل کا مظاہرہ کرو جب تک تمہیں اندر داخل ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے اور تمہارا داخلہ سراسر حکم شاہی سے ہو۔ جب بادشاہ کے اجازت نامے سے ایسا ہو گا تمہیں سزا کا مستحق نہیں گردانا جاسکے گا نیز اتنا ہی صورت میں ہوگی جبکہ تمہارا یہ فعل ذاتی ہو اور حرص، بے صبری، بے ادبی اور اپنی موجودہ حالت پر راضی نہ ہونے کی کیفیت کے باعث ہو۔

جب تم حکم شاہی پر قصر شاہی میں داخل ہو جاؤ تو اسے سعادت اور خوش بختی پر محمول کرو مؤدب، سرنگوں اور فرمانبردار بن کر جان و دل سے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو جاؤ اور ترقی مراتب کی خواہش نہ کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہم نے دنیا کے جو ظاہری اموال و اسباب کفار کو دے رکھے ہیں آپ ان کی طرف نظر بھر کے نہ دیکھیے۔ کیونکہ یہ تو ان کو فتنہ و امتحان میں مبتلا کرنے کے لیے ہیں اور آپ کے رب کا عطا کردہ رزق آپ کے



لیے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ اس قول خداوندی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے لیے حفظ حال، صبر و شکر اور عطا کردہ نعمتوں پر راضی رہنے کی تلقین کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر، منصب نبوت، علم، قناعت، توحید و معرفت، جہاد، صبر، ولایت اللہ فتوح غیبی وغیرہ جو چیزیں دین کے متعلق حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہیں، وہ انکی ذات کے لیے مخصوص ہیں۔ دنیا کے مال اور سامان عشرت سے بہتر اور دائمی حیثیت کی ہیں اور مکمل خیر کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا کی رضا پر راضی ہو کر اپنے حال کی حفاظت کی جائے اور فانی چیزوں کی طرف متغافل نہ ہوتا ہی شکیوں اور برکتوں کی اصل ہے، دنیا کی تمام اشیاء کو خدا تعالیٰ نے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔

کوئی بھی چیز یا تو تمھاری قسمت ہے یا کسی غیر کی یا وہ کسی کے لیے بھی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو کسی آزمائش و ابتلا کے لیے پیدا کیا ہے اگر مشیت میں وہ تمھارا مقدر ہے تو تمھیں بہر حال ضرور ملے گی، تم چاہو یا نہ چاہو۔ لیکن یہ بات غلط ہے کہ اس سلسلے میں تمھاری طرف سے غفلت گستاخی یا سوئے ادب کا اظہار ہو اور اگر وہ چیز کسی دوسرے کی قسمت میں ہے تو اس کے حصول کے لیے تردد کرنا نامناسب اور بے سود ہے اور اگر وہ سلامتی اور خیر کے ساتھ کسی کی بھی قسمت میں نہیں ہے بلکہ صرف فتنہ یا آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے تو کوئی صاحب عقل خواہ مخواہ فتنوں، آزمائشوں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بننا کہاں پسند کرے گا۔ اس سے نہایت ہو گیا کہ بھلائی اور سلامتی حفظ حال ہی میں ہے۔ چنانچہ اگر تم قصر شاہی میں داخلے کے بعد میٹرھیاں چڑھتے ہوئے چھت اور بالا خاتے تک پہنچ جاؤ تو بھی پہلے کی طرح مؤدب، خاموش اور سرتنگوں سے ہو بلکہ پہلے سے زیادہ آداب شاہی کو ملحوظ رکھ کر خدمت میں مشغول ہو جاؤ۔ کیونکہ قرب شاہی میں خطرات زیادہ ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی تلقین ادب | ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی

مجلس میں ادب کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو جہاں خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے کیونکہ آئندہ جگہ بھی اس کی دی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ دعا گواجمیر میں شیخ معین الدین حسن سجری کی خدمت میں مولانا صدر الدین کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولانا صدر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور اصحاب ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے ایک نے اس حلقہ میں جگہ پائی وہ وہیں بیٹھ گیا دوسرا جس نے اس حلقہ سے باہر جگہ دیکھی وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اور تیسرے نے جب جگہ نہ پائی تو واپس چلا گیا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حلقہ میں جگہ پائی ہے اس کو ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا اور جو حلقے سے پیچھے بیٹھا ہے ہم اس سے بہت شرمندہ ہیں اور قیامت کے دن ہم اسے رسوا نہیں کریں گے اور تیسرا جو چلا گیا ہے وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا اور محروم رہا۔ قاضی حمید الدین ناگوری نے عرض کی کہ جو شخص چلا گیا اگر وہ نہ چلا جاتا تو کیا کرتا۔

خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مجلس میں جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے اور اسی جگہ بیٹھا ہے کیونکہ آئندہ جگہ بھی وہی ہوتی ہے یا حلقہ کے پیچھے بیٹھ جائے لیکن ہر حال میں دائرہ کے درمیان نہ بیٹھے۔

خواجہ بایزید بسطامیؒ کا خطاب سلطان العارفين تھا۔ چنانچہ ایک رات ادب کا صلہ نصف شب کے وقت اٹھ کر مکان کی چھت پر آکر خلقت کو سو یاد کیا۔ اور کسی شخص کو جاگتے ہوئے نہ پایا تو خواجہ صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ افسوس! ایسی با عظمت درگاہ میں بیدار اور مشغول کیوں نہیں ہیں۔ چاہا کہ خداوند تعالیٰ سے ساری خلقت کے جاگنے اور مشغول ہونے کی دعا کریں۔ پھر دل میں خیال آیا کہ یہ شفاعت کا مقام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے مجھے کیا مجال کہ ایسی درخواست کروں۔ جو تہی دل میں یہ خیال پیدا ہوا غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید اسی قدر ادب جو تو نے ملحوظ رکھا۔ میں نے تیرا نام خلقت میں سلطان العارفين رکھا۔



## حکایت

حضرت توکل شاہ انبالوی نقشبندی کا ارشاد ہے کہ ایک دفعہ کوئی اہل علم شخص جو کسی بزرگ کامرید تھا، جوشِ محبت میں کہنے لگا کہ چادرِ امام تو میں گمراہ چھوڑاں امام اب اس وقت میرا پیر ہے حضور نے فرمایا کہ اس طرح نہیں کہنا چاہیے یہ بے ادبی ہے۔ مگر وہ نہ مانا بلکہ اسی پراڑا رہا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ پیر سے منحرف ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا پیر ہی نہیں ہے اور میں اس کامرید ہی نہ تھا اور اس کو فقیری وغیرہ کچھ نہیں آتی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تیری بے ادبی کا نتیجہ ہے، تو اپنے سیر کو ائمہ مجتہدین کے برابر بناتا تھا اور پیر کے ساتھ اعتقاد رکھتا تھا امام کی شان بہت عالی ہوتی ہے اور اپنے دل میں جو محبت یا جس قدر عقیدہ ہو پوشیدہ رکھ۔ لوگوں کے سامنے نہ کہہ۔ اس طرح دین میں فتنہ برپا ہوتا ہے۔ مذاہبِ اربعہ کی امامت ختم ہو چکی ہے۔ کسی ائمہ دین کی برابری دینے میں ان کی بے ادبی ہے یہ ان کی ارواحِ طیبہ کی غیرت ہے یہ درست نہیں۔ باقی عقیدہ جس قدر محبت ہو اپنے پیشوا کو سمجھے اور ظاہر وہی الفاظ ہوں جو شریعت کے موافق ہوں۔ اگر ایسا کرے تو تمام اولیاء اللہ خاص کر خواجگان نقشبندی بہت ہی ناراض ہوتے ہیں کیونکہ اس میں شریعت کا التزام بہت ضروری ہے اور اعلیٰ درجہ کا ہے۔

—:—

## باب

## خاموشی

خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ فضول اور بیجا باتوں سے اجتناب کیا جائے۔ خاموشی بھی اعمالِ تصوف سے ہے۔ صوفیاء نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کیونکہ خاموش رہنے سے تصور اور مراقبہ کی پرواز تیز ہو جاتی ہے اور منازلِ سلوک طے کرنے میں بے پناہ آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ خاموشی کی ابتدائی منازل میں تو خاموشی بہت ضروری ہے۔ بعض صوفیاء نے تو طویل عرصہ کے لیے خاموشی اختیار کی مگر بعض خاموش تو یہ ہے لیکن ضرورت کے مطابق بات چیت کر لیتے۔ خاموشی خواہ طویل عرصے کے لیے ہو یا تھوڑے وقت کے لیے ہو، اس کے فوائد بے پناہ ہیں۔ اور خصوصاً استقامتِ حال میں بہت مدد دیتی ہے۔

قوتِ گویائی اللہ تعالیٰ کا ایک انمول عطیہ ہے اور اس کے اظہار کا ذریعہ زبان ہے۔ اس قوتِ گویائی کی قدر صرف وہی شخص جانتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہے اس لیے اللہ کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بولنے کی قوت عطا فرمائی ہے، لہذا اس قوتِ گویائی سے ہر وقت اچھی بات کہنی چاہیے اس سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنی چاہیے۔ ضرورت کے مطابق زندگی میں لین دین کی بات کی جائے۔ غرضیکہ قوتِ گویائی کو نیکی اور اچھائی کے لیے استعمال کیا جائے اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر خاموشی کی راہ اختیار کرنی چاہیے یعنی لغو باتیں نہ کی جائیں۔ یعنی ضرورت کے مطابق بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ ہمارے ارد گرد ہر جگہ ایسا ماحول ہوتا ہے جہاں لوگ خواہ مخواہ بیجا باتوں میں ملوث رہتے ہیں ان سے بچنے کے لیے خاموش رہنا بہتر ہے۔ خاموشی کا فائدہ قرآن پاک کی اس آیت سے عیاں ہوتا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ



”جب کوئی شخص بات کرتا ہے تو اس کو میرے مقرر کردہ نگران لکھ لیتے ہیں۔“ یعنی جو بات انسان منہ سے نکالتا ہے اسے اللہ کے فرشتے جوں کی توں بطور ریکارڈ محفوظ کر لیتے ہیں اور آخرت میں ان باتوں کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اس لیے انسان کو خبردار رہنا چاہیے کہ بات کرتے وقت صرف مقصد کی بات کرے، خاموش رہنے کے بعد جو بات کی جاتی ہے وہ سچائی کی دلیل بھی بن جاتی ہے جیسا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب اللہ کے حضور حصول اولاد کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمانے کے بعد ایک نشانی بتائی کہ تو تین دن تک خاموش رہے گا یعنی کسی سے کلام نہ کر سکے گا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی کو پروردگار نے کسی بات کو سچا کرنے کی دلیل بھی ٹھہرایا ہے۔

الغرض خاموشی کا مطلب یہی ہے کہ زبان سے برسی باتیں نہ نکالی جائیں اور نہ کوئی ایسی بات کی جائے جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو کیونکہ جو فضول یا بُری بات زبان سے نکالی جاتی ہے وہ گناہ میں شمار کر لی جاتی ہے اور قیامت کے روز ان بُرے الفاظ کی بنا پر انسان کو سزا دی جائے گی اور سزا سے بچنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کو ترجیح دی ہے اور اس بات کی ترغیب دی ہے کہ فضول باتوں کی بجائے خاموشی اختیار کر لینا بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضرورت کے مطابق بھی بات چیت نہ کی جائے بلکہ ضرورت کے مطابق بات چیت کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ زبان کی قوت گویائی اللہ کی عظیم نعمتوں سے ہے۔

زبان دیکھنے میں تو ایک گوشت کا ٹوٹھرا ہے مگر اس کا اثر جو کچھ کائنات میں ظاہر و پوشیدہ ہے سب پر ظاہر ہے اور وہ عقل کی نائب ہے کوئی چیز عقل سے باہر نہیں۔ عقل کے ذریعہ سے وہم و خیال کو بھی تعبیر کرتے ہیں اور زبان کی ولادت تمام مملکت جسم میں جاری ہے اور دل اس کا بادشاہ ہے اور یہ وزیر ہے۔ چونکہ وہ دل کے مقابلے میں ہے اس سے باتیں لے کر اس کا ارادہ ظاہر و آشکار کرتی ہے۔ اگر غم کا اثر ہے تو دل سے رقت و سوز کا اثر لے کر فوج کرتی ہے اور جب دل میں سرور ہے تو اس سے ویسے ہی ترانے گاتی ہے اور جب حق بات کہتی ہے منجانب اللہ

دل روشن ہوتا ہے اور حیب دروغ کہتی ہے دل اس سے اندھا ہوتا ہے پس دل کی راستی و کجی، زبان کی راستی و کجی کے تابع ہے۔

حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو شخص حق بات کہنے سے خاموش رہا وہ گونگا شیطان ہے اور خاموشی بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونے کے آداب میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔  
 جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔  
 اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنوں کے حاضر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا  
 جب حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے خاموش رہنے کو کہا۔

۔۔۔

نیز فرمایا:

وَحَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ  
 اللہ تعالیٰ کے سامنے (ادب کی وجہ سے) آوازیں  
 فَلا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا۔  
 پست ہو گئیں، اب سوائے دھیمی آواز کے کچھ بھی نہ  
 سُنو گے۔

۔۔۔

حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ خاموشی سلامتی ہے۔ چونکہ حیب خاموش نہ رہنے پر شریعت نے زجر کیا ہے، اس وقت خاموشی ندامت کا سبب ہے لہذا ضروری ہے کہ خاموش رہنے میں احکام شریعت اور امر و نہی کا لحاظ رکھا جائے، اپنے وقت پر خاموش رہنا مردانِ خدا کی صفت ہے، جس طرح اپنے محل پر بولنا بہت شریف خصلت ہے۔



## فضیلت خاموشی

**خاموشی میں نجات ہے** | حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا وہ نجات پاگیا

(احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی)

حضرت عقیہ بن عامرؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا کہ اپنی زبان قبضے میں رکھو، تمھارے لیے تمھارا گھر کافی ہے اور لہتی خطاؤں پر رو دیا کرو۔ (احمد، ترمذی)

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت** | عبداللہ بن سقیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے اسلام میں کوئی ایسی خوبی بتادیں کہ پھر مزید پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپؐ نے فرمایا کہ کہہ میں ایمان لایا، پھر اس پر قائم ہو جا۔ پھر انھوں نے عرض کی کہ میں کس چیز سے بچوں؟ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس سے بچو۔ (ابن ماجہ)

**جنت کی ضمانت** | حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبریل کے درمیان ہے اور اس کی ضمانت دے جو دونوں ملائکوں کے درمیان ہے۔ میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

**زبان کے شر سے حفاظت** | ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بیٹ، شرمگاہ اور زبان کے شر سے محفوظ رکھا وہ سب برائےوں سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انہی تین شہوتوں سے تباہ

ہوتے ہیں۔ (کیمیائے سعادت)

**تقویٰ اور خوش خلقی** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جنت

میں داخل کرے گی؟ وہ اللہ کا تقویٰ اور خوش خلقی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جہنم میں داخل کرے گی؟ وہ دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ ہیں۔ (ترمذی)

**خاموشی افضل عمل ہے** | حضرت معاذؓ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے اپنی زبان نکال کر اس پر

انگلی رکھی یعنی خاموشی افضل الاعمال ہے۔

**تکمیل ایمان کے اجزاء** | حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کہ

اس کا دل درست نہ ہو اور اس کی زبان درست نہ ہو اور جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (بیہقی در شعب الایمان)

**خاموشی میں سلامتی ہے** | حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سلامتی سے رہنا چاہے تو اسے

چاہیے کہ خاموشی اختیار کرے۔ (طبرانی)

**جسم کے اعضاء کا مطالبہ** | حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو جسم

کے سب اعضاء زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں ذرہ خدا کا خوف رکھنا۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تو درست نہ رہے گی تو ہم بھی بکڑ جائیں گے۔ (ترمذی)

**زبان کو تاکید** | حضرت ابن مسعودؓ کوہ صفا پر چڑھے تو یوں فرمایا کہ اے زبان اچھی بات کہہ تاکہ غنیمت ملے اور خاموشی اختیار کر سلامت رہے گی پہلے اس سے



کہ شرمندہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ یہ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ میں نے حضورؐ کو ایسے ہی فرماتے سنا ہے۔

**بے کار باتوں کو چھوڑ دو** | حضرت علی بن حسینؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبیوں سے بے کار باتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ (مالک، احمد)

**زبان کی حفاظت کرو** | حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ لازم پکڑو کہ یہ تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔ اور جہاد کو لازم پکڑو کہ یہ اہل اسلام کی رہبانیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تلاوت قرآن پاک کی پابندی کرو کہ یہ تیرے لیے زمین میں نور ہوگا۔ اور آسمان میں تیرے تذکرہ کا باعث ہوگا۔ اور کلمہ خیر کے سوا اپنی زبان کی حفاظت کر کہ اس کی بدولت تو شیطان پر غلبہ پالے گا۔

**ایمان کا تقاضا** | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے ہمسایہ کا اکرام کرنا چاہیئے، اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیئے۔ نیز کوئی اچھی بات ہو تو کمرے در نہ چُپ رہے۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام کے تھپیڑ مارتا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں، اور جو شخص غصہ پی لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ فرمائیں گے۔ جو شخص اپنے رب کی بارگاہ میں عذر خواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرماتے ہیں۔

**اسلام کی خوبیاں** | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لائینی باتوں کو چھوڑ دے۔

**چار چیزیں** | حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چار چیزیں مومن کے لیے عبادت کی جڑ ہیں۔ خاموشی، تواضع، اللہ کا ذکر اور برائی سے بچنا۔

**زبان کی احتیاط** | ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں منافق میں نہیں ہوتیں، ایک دین کی سمجھ، دوسرے زبان کی احتیاط تیسرے چہرے کا تبسم، چوتھے قلب کا نور یا پنجویں مسلمانوں سے محبت۔

**مبارکباد کے لائق شخص** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ وہ شخص مبارکباد کے لائق ہے جو اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے اور گھر کی چار دیواری میں رہتا ہے اور اپنی خطاؤں پر روتا ہے۔

**ابراہیمی صحیفے** | حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ابراہیمی صحیفوں میں کیا مضامین تھے؟ فرمایا ان میں حکمت، شائیں اور عبرت آموزہ محاورات تھے۔ ایک عقل مند کو لائق ہے کہ جب تک اس کی عقل کام کرتی ہے وہ اپنی زبان کی نگہداشت کرے، اپنے اوقات کی قدر کرے، اپنے حالات پر پورے دھیان سے نظر رکھے کہ جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرنے لگتا ہے تو پھر وہ بامقصد کلام ہی کرتا ہے۔

**خاموشی اچھی چیز ہے** | ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک نماز دین کا ستون ہے مگر خاموشی افضل ہے، یہ سچ ہے کہ مدد و خیرات اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے لیکن خاموشی بہتر چیز ہے۔ ایسے ہی یہ بھی



حقیقت ہے کہ روزہ دوزخ کی آگ سے نجات پانے کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے مگر یہ چودہ باتوں کی بجائے خاموش رہنا بہت اچھی چیز ہے۔

**بُری بات نہ کہو** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا وہی ہے (یعنی بُری بات کہنے کی بجائے خاموشی بہتر ہے)۔ (مسلم شریف)

**دو عادتیں** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! رضاکیا میں تمہیں ایسی دو عادتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکی اور مینارک میں بھاری ہیں؟ میں عرض گزار ہوا کہ کیوں نہیں۔ فرمایا کہ لمبی خاموشی اور سُبحِ اخلاق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، مخلوق نے ان جیسا کوئی عمل نہیں کیا۔ (بیہقی)

**یا تو فی کی مذمت** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو یا تو فی ہوتا ہے اس کی گفتگو میں اکثر غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ایسا شخص بڑا گنہگار ہوتا ہے۔ اور جو بڑا گنہگار ہو، جہنم کی آگ اس کے لیے اولیٰ ہے۔

**خاموشی کی ترغیب** | عمران بن حطانؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوذرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھیں ایک سیاہ کمل لپیٹے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے ابوذرؓ! یہ تنہائی کیسی؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے، اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے۔ اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموش رہنا بُری بات کہنے سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

**خاموشی پر قائم رہو** | حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ سال کی

عبادت سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

**حضور کی وصیت** | حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

ماضی ہوا۔ پھر لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں عرض گزار ہوں یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے کاموں کو عزت دے گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو، تو آسمانوں میں تمہارا چہرہ چا اور زمین میں تمہارے لیے نور ہوگا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ لمبی خاموشی کو اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی اور دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ زیادہ بہنسنے سے بچنا کیونکہ یہ دل کو مردہ کرتا اور چہرے کے نور کو دور کر دیتا ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا حقیقات کہتا اگرچہ وہ کڑوی ہو۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا۔ عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ وہ برائی تمہیں لوگوں سے روکے جس کو تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر موجود ہے۔ (زیہتی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی خاموشی اور باوقار مسلمان دیکھو تو اس سے تقرب حاصل کرو۔ کیونکہ ایسا شخص صاحبِ حکمت ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عاقل آدمی کی فکر اور تقسیم اوقات

آدمی کو صرف تین باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیے، کسبِ معاش کی طرف، آخرت کے لیے کیسوٹی کی طرف اور جائز لذتوں کی طرف۔ نیز فرمایا کہ دن بھر میں عقلمند آدمی کے لیے چار گھڑیاں ہونی چاہئیں۔ ایک ایسی گھڑی جس میں اپنے ربِ کریم سے مناجات کرے، ایک ایسی گھڑی جس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک ایسی گھڑی جس میں اہل علم کے پاس جائے جو دین و دنیا کی بصیرت کا اس کو سبق دیں۔ اور اس کی خیر خواہی کریں، ایک ایسی گھڑی جس میں اپنے نفس کو طلال اور جائز لذتوں اور خواہشوں کے تہے ذرا آزاد چھوڑ دے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ عاقل کو اپنے احوال میں



غور کرتے رہنا چاہیے، اپنے ہم معروں سے غافل نہ رہے، اپنی زبان اور شرکاء کی حفاظت کر۔

**حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت معاذ کو نصیحت** | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم

بننا کر بھیجا تو وہ عرض کرنے لگے کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی زبان کی حفاظت کا بہت خیال رکھنا۔ حضرت معاذؓ نے اسے معمولی سمجھ کر پھر درخواست کر دی کہ کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تیری ماں تجھے گم پائے لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل اسی زبان کے رطب و یابس ہی نے تو گرایا ہے۔

**خاموشی حکمت ہے** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خاموشی حکمت ہے مگر اس پر عمل کرنے والے

کم ہیں۔ (نسہ ہقی)

**خاموشی کا فائدہ** | حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے تو اس نے یادتی کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو

آزاد کرے اور جس شخص نے اپنے غصے کو روکا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب سے بچائے گا۔ اور جو اپنے پروردگار کے سامنے معذرت اور توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی معذرت کو قبول فرمائے گا۔ اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھیلے گا اور جو شخص زیادہ خاموش ہے گا لوگ اس کے ہر قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو شخص باتیں زیادہ کرے گا اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے اس کا دل مرجائے گا۔ اور جس کا دل مرجائے گا وہ داخل جہنم ہوگا۔

**خاموشی کا اجر جنت ہے** | حضرت انسؓ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں سے ایک وفات پائے تو ایک شخص نے کہا کہ آپ کو جنت مبارک ہو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس نے کوئی بیکار بات کی ہو یا ایسی چیز میں نخل

کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔ (ترمذی)

## حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی

حضرت سماکؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! مگر آپ بہت زیادہ خاموش رہا کرتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت ابومالک اشجعیؓ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور ہم بچہ تھے۔ میں نے کسی آدمی کو حضورؐ سے زیادہ خاموش رہنے والا نہیں دیکھا۔ جب آپ کے اصحاب کثرت سے بات چیت کرتے تو آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر نکلے اور اپنی سواری پر چلے اور آپ کے اصحاب آپ کی معیت میں تھے، کوئی ان میں سے آپ کے آگے نہیں چل رہا تھا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ پاک سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارا دن (یعنی وفات) آپ کے دن (یعنی وفات) سے پہلے کرے۔ آپ فرمائیے اگر ایسا ہو گیا کہ ہم آپ کے بعد رہیں اور خدا ہمیں یہ دن نہ دکھلائے، تو کونسا عمل آپ کے بعد ہم کریں۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے یہ دریافت کیا اور خوب ہی کہا، کیا وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی اچھی چیز ہے اور دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی لوگوں کے ساتھ عادت ڈالنا اس سے بھی زیادہ افضل ہے، حضرت معاذؓ نے کہا کیا روزہ و صدقہ؟ آپ نے فرمایا روزہ اور صدقہ بھی اچھی چیز ہے اور لوگوں کے ساتھ دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی عادت ڈالنا اس سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ حضرت معاذؓ ہر خیر کا جس کو وہ جانتے تھے اسی طرح



یکے بعد دیگرے) تذکرہ کرتے رہے اور ہر مرتبہ آپ ہی فرماتے رہے کہ دین کی سب سے زیادہ تقویت دینے والی چیز کی لوگوں کے ساتھ عادت ڈالنا زیادہ افضل ہے۔ تو حضرت معاذؓ نے کہا یا رسول اللہ میں لوگوں کے ساتھ دین کی زیادہ تقویت دینے والی چیز کی عادت ڈالوں، کیا یہ ان سب سے افضل ہے؟ تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا خاموشی (زیادہ افضل ہے) مگر بھلی بات سے نہیں۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا کیا ہم سے جو کچھ زبان سے ہم کہتے ہیں اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا؟ تو آپ نے حضرت معاذؓ کی سان پر ہاتھ مارا اور فرمایا، تجھے تیری ماں گم کرے یا اسی جیسا اور جو کچھ کہ اللہ نے چاہا آپ نے کہا اور فرمایا کہ لوگ اپنے ہتھنوں کے بل جہنم میں کسی اور وجہ سے نہیں، محض اپنی زبان کی گویائی کی وجہ سے اوندھے کر کے ڈالے جائیں گے۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے، بھلی بات کہے اور نہیں تو شر سے چپ لگا جائے۔ تم بھلی بات کہا کرو، غنیمت جمع کر لو گے اور شر سے خاموشی برتو، محفوظ رہو گے۔ (طبرانی)

## صحابہ کرامؓ کی خاموشی

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسرؓ طویل خاموش رہنے والے اور طویل حزن و ملال والے تھے اور اکثر ان کا کلام یہ ہوتا کہ وہ فتنہ سے اللہ پاک کی پناہ پاہتے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ صفا پہاڑی پر چڑھے اور اپنی زبان کو کپڑا اور زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بھلی بات بولا کہ غنیمت جمع کر لے گی، شرارت سے سکوت کر محفوظ رہے گی اس سے قبل کہ تجھے لہجہ جان ہونا پڑے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اولاد آدم کی زیادہ تر خطائیں زبان سے ہوتی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا گیا۔ اس نے دعا مانگی اور اس نے کہا اے میرے شہید! راوی کہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا رک!

تجھے کیا پتہ کہ وہ شہید ہے، شاید کہ وہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی چیزیں بخل کرتا ہو جس سے اس کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف بھانکا اور یہ اپنی زبان پکڑ پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اسی نے تو مجھ کو ہلاکت کے مقاموں میں ڈالا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تبسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو تیزی زبان کا شکوہ نہ کرتا ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص یوم اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا ان کی ماں نے ان کے چہرہ پر سنی پونچھی اور کہا اے میرے بیٹے! تجھے جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا علم، شاید کہ وہ لایعنی باتوں میں لگتا ہو اور ایسی چیز سے منع کرتا ہو جس میں اس کا نقصان نہ ہو۔

حضرت سعید حبیری کی روایت میں ہے ایک راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی زبان کی نوک پکڑی اور آپ کہہ رہے تھے تجھ پر بڑا افسوس ہے، بھلی بات بولا کہ غنیمت جمع کر لے گی، شرارت سے خاموشی اختیار کر محفوظ رہے گی، یہ دیکھ کر اس آدمی نے کہلائے ابن عباسؓ! یہ کیا بات ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر اس طرح کہہ رہے تھے؟ فرمایا مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بندہ قیامت کے دن اپنی کسی شے پر اتنا غصہ نہ ہوگا جتنا کہ اپنی زبان پر ہوگا۔

حضرت ابو ادیس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا، میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ اللہ کے لگے دو دانٹ طاہر تھے، بڑی خاموش طبیعت کے انسان تھے اور کچھ لوگ ان کے ساتھ تھے جب ان میں سے کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو ان کے سامنے پیش کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے۔ میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو بیان کیا گیا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔



حضرت ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس نے ایک دن اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی سے کہا دسترخوان لاؤ کہ ہم اس میں مشغول ہوں (یعنی کھانے پینے میں لگیں) یہ سن کر ایک آدمی نے آپ کے ساتھیوں میں سے کہا کہ میں نے آپ سے اس جیسا کلمہ جب سے آپ کے ساتھ ہوں، نہیں سنا، تو حضرت شداد بن اوس نے فرمایا کہ میرے منہ سے کبھی کوئی کلمہ جب سے کہ میں حضورؐ سے جدا ہوا ہوں بغیر گام اور تکمیل چڑھائے ہوئے نہیں نکلا (یعنی جو کلمہ نکلا نیا نکل نکلا) اور خدا کی قسم! بس یہی ایک کلمہ ایسا نکلا ہے۔

حضرت سلیمان بن موسیٰؒ سے روایت ہے کہ حضرت شداد بن اوس نے ایک دن کہا دسترخوان لاؤ ہم اس سے کھیل کریں۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے اس کلمہ کی ان پر گرفت کی، سلیمان بن موسیٰؒ نے کہا ابو یعلیٰؒ سے جو بات سرزد ہوئی ہے کہو۔ (جب ان سے پوچھا گیا) تو حضرت شداد بن اوس نے فرمایا اے میرے برادر زادہ! جب سے میں نے حضورؐ سے بیعت کی ہے کوئی کلمہ اس پر بغیر تکمیل اور گام چڑھائے ہوئے اس سے پہلے میں نے نہیں کہا۔ آؤ میں تم سے بیان کروں اس کو چھوڑو اور اس سے بھلا لو۔

اے میرے اللہ! ہم تجھ سے امور میں ثابت رہنے کا سوال کرتے ہیں اور تجھ سے نچتہ ہدایت طلب کرتے ہیں اور تجھ سے تیری نعمت کا شکر کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے ایسے دل کے طلبگار ہیں جو درست ہو اور ایسی زبان طلب کرتے ہیں جو سچی ہو اور تجھ سے اس بھلائی کا سوال کرتے ہیں جو توجہ جانتا ہے اور تیری پناہ طلب کرتے ہیں اس شر سے جس کو توجہ جانتا ہے۔

اس کو لو اور اس کو چھوڑ دو۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت شداد بن اوسؒ

نے فرمایا کہ اس کلمہ کو تم یاد نہ رکھنا اور مجھ سے وہ چیز یاد کر لو جس کو میں کہتا ہوں۔ پس بیشک میں نے حضورؐ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ جمع کر میں تم کثرت سے ان کلمات کو کہا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے کام میں ثابت قدمی کا اور ہدایت میں نچنگی کا سوال کرتا ہوں۔“ اوپر والی دعا جیسی ذکر کی مع اس اضافہ کے:-

وَأَسْتَغْفِرُكَ يَا تَعْلُو رَاتِكَ  
أَنْتَ عِلْمُ الْغُيُوبِ۔

اور میں تجھ سے تیری ان باتوں سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کو تو جانتا ہے۔ بیشک تو ہی غیبوں کا

جانتے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ بن عقیقہؑ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، روئے زمین پر کوئی جرم طویل قید کا زبان سے زیادہ مستحق نہیں۔  
طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو فضول کلام سے ڈراتا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے اتنا کلام کافی ہے کہ حاجت پوری ہو جائے۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بروز قیامت زیادہ خطا کا انسان وہ ہوگا جو لوگوں میں سے سب سے زیادہ بیکار بات میں لگتا ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ زبان تمام بدن کو درست کرنے والی ہے۔ جب زبان درست ہوتی ہے تو تمام جواسح یعنی اعضاء درست ہوتے ہیں اور جب زبان مضطرب ہوتی ہے تو پھر اس کے لیے کوئی عضو درستگی پر نہیں رہتا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اپنے آپ کو اس طرح چھپا کہ تیرا تذکرہ نہ کیا جائے اور خاموشی اختیار کر کہ تو محفوظ رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ خاموشی کو اس طرح پر سکھو جس طرح تم گویائی کو سیکھتے ہو خاموشی بہت بڑی براداری ہے اور بات کرنے سے زیادہ سننے کا حربہ ہو جا اور کسی ایسی



شے کے بارے میں بات مت کر جو تیرا مقصود نہ ہو اور بغیر تعجب کے سننے والامت ہو اور غیر حاجت کی طرف چلنے والامت بن۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ مومن میں کوئی بوٹی ایسی نہیں جو اللہ کو زیادہ محبوب ہو سوائے اس کی زبان کے جس کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور کافر میں کوئی ایسی بوٹی نہیں جو اللہ کو بہت بُری لگے سوائے اس کی زبان کے جس کے ذریعہ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ بندہ کی زیادہ پاک رکھے جانے کے قابل اس کی زبان ہے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بندہ پر سبیزگار نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے (جس طرح نوزلے کی حفاظت کی جاتی ہے)

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے ایک **تین ثنوں سے بچو** | نوجوان کو دیکھا تو فرمانے لگے اے نوجوان! اگر تو تین چیزوں کے شر سے بچ جائے تو جوانی کے شر سے محفوظ ہو جائے گا۔ ایک زبان کا شر، دوسرے شر مگاہ کا شر، تیسرے پیٹ کا شر۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ | حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ ہے کہ وہ کعبہ اللہ کے پاس کھڑے ہو کر فطنے لگے کہ جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں جناب بن جنادہ ابوذر غفاریؓ ہوں ایک ہمدرد و مہربان بھائی کے پاس آ جاؤ۔ لوگ آس پاس جمع ہو گئے تو فرمانے لگے لوگو تم میں سے کوئی شخص جب دنیا میں سفر کا ارادہ کرتا ہے تو زادِ راہ کے بغیر سفر نہیں کرتا، تو وہ شخص کیسا ہے جو آخرت کا سفر بلا زادِ راہ کرنا چاہتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوذرؓ! ہمارا زادِ سفر کیا ہونا چاہیے، فرمایا رات کی تاریکی میں دو رکعت نماز قبر کی وحشت کے لیے، اور سخت گرمی کے روزے قیامت کے دن کے لیے، اور مساکین پر صدقہ کرنا، تاکہ تمہیں سخت دن کے عذاب سے نجات ملے اور دوسرے بڑے بڑے امور کے لیے حج کرنا، اور دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر لو۔

ایک حصہ طلبِ دنیا کے لیے اور ایک حصہ طلبِ آخرت کے لیے، اس کے علاوہ تیسرا حصہ بنانا 'مضر بے مفید' نہیں۔ اسی طرح اپنی کلام بھی دو طرح کی بناو، ایک وہ جو تمھاری دنیا میں کام دے۔ دوسرے وہ جو آخرت میں کام آئے اور تیسری 'مضر بے مفید' نہیں، پھر فرمانے لگے آہ! مجھے اس دن کے غم نے ہلاک کر دیا ہے جس کی میرے پاس کوئی تلافی نہیں۔ عرض کیا گیا وہ کیسا ہے؟ فرمایا میری امیدیں میری عمر سے بھی تجاوز کر گئیں اور میں اپنے عمل سے ناقل ہو گیا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو خاموشی میں ہیں اور ایک حصر یہ ہے

## عبادت کے دس حصے

کہ جاہلوں کی صحبت بے انسان دور ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے کہ کم بولنا حکمت ہے اور کم کھانا صحت ہے کم سونا عبادت ہے اور عوام

## حضرت عمر فاروقؓ کا قول

سے کم ملنا عافیت ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب زبان اصلاح پذیر ہو جاتی ہے تو قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔

## حضرت عثمانؓ کا فرمان

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

## فرمودات حضرت علیؓ

نیز فرمایا کہ عقلمند آدمی اگر خاموش رہے تو قدرتِ الہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

نیز فرمایا جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے تب تک تو اس کا مالک ہے، جب زبان سے نکال دی تو وہ تیری مالک ہوگی۔

نیز فرمایا کہ احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقل مند کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔



نیز فرمایا کہ جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو تو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔

نیز فرمایا کہ جو شخص جلدی سے برہات کا جواب دے دیتا ہے وہ ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا۔

نیز فرمایا کہ جس طرح جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں اسی طرح حق سے چپ رہنے میں کوئی نیابتی نہیں۔

نیز فرمایا کہ اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو اس کے جواب میں ”میں نہیں جانتا“ کہنا نصیحتِ علم ہے۔

نیز فرمایا کہ اپنی لاعلمی کے اظہار کو کبھی بُرا نہ سمجھو۔

**بُری بات سے اعراض کرو** | حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب تم کوئی بُرا کلمہ سُنو تو اس سے اعراض کرو اور اس کا جواب نہ دو۔ کیونکہ اس کے پاس اور بھی بہت سے ایسے کلمات ہیں جنہیں وہ جواب میں تمہیں کہے گا۔

**حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول** | اگ جلا ف تو اس سے بہتر ہے کہ ایک چیز جو واقع ہو گئی ہو اس کو میں کہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

**حضرت ابن عباسؓ کا قول** | علم کہتے ہیں (۱) علم کی بات سننا (۲) اس کو یاد رکھنا (۳) اس پر عمل کرنا (۴) اس کو لوگوں میں پھیلانا (۵) خاموشی اختیار کرنا۔

**زبان کو مقید رکھو** | حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، زبان سے بڑھ کر کوئی چیز دیر تک مقید رکھنے کی حقدار نہیں۔

**لوگوں سے کم باتیں کرو** | حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا

لوگوں سے کم اور اللہ سے زیادہ باتیں کرو، شاید کہ تمھارا دل اللہ کو دیکھ لے۔

## ارشاداتِ اولیاء

**خاموشی خالی از فکر کی مذمت** | حضرت خواجہ حسن بھری نے فرمایا ہے کہ جو قول

مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شر پہاں ہوتا ہے

اور جو خاموشی خالی از فکر ہو اس کو لہو و لعب اور غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض نے ایک مرتبہ فرمایا کہ

**حضرت فضیل بن عیاض کا فرمان** | میری خواہش صرف اس غرض سے طویل ہوجانے

کی ہے کہ باجماعت نماز ادا نہ کرنی پڑے اور کسی کی تشعل تک نظر نہ آئے کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی کی صورت نظر نہ پڑے اور میں ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ تو مجھے سلام کرے اور نہ مزاج پرسی کو آئے کیونکہ لوگوں سے میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتے ہیں اور جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو لغو اور بے سود ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اس کی زبان گنگ ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے۔

حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے

**حضرت بہاء الدین ذکریا کا ارشاد** | کہ انسان کو چاہیئے کہ بات کرتے وقت سمجھے کہ

اللہ سے سنتا ہے اور خاموشی کے وقت خیال کرے کہ وہ میرے دل کے راز سے واقف ہے یعنی میرا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرتا سب کچھ اس کے سامنے ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کا مسلسل بیس برس تک

**حضرت ربیع بن خثیم کا معمول** | یہ معمول رکھا کہ زبان سے کسی کے ساتھ ایک

لفظ تک نہ بولتے تھے، صبح سویرے اٹھ کر قلم دوات رکھ لیتے اور محبوباً کوئی بات کہنا بھی پڑ جاتی



تو اسے نگہ لیتے تھے اصوات کو ان کی روشنی میں محاسبہ کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر فارسی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے خاموشی کو اپنا وطن بتایا وہ خاموش ہی کیوں نہ رہے، بیکار کام کر رہا ہے۔

**حضرت امام غزالی کا قول** | حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ خاموشی کو یہ سب فضیلتیں اس لیے حاصل ہیں کہ زبان کی آفتیں ہمیشہ

ہیں اور نوک زبان سے (بلا ضرورت) نکلنے والی باتیں اکثر و بیشتر بیہودہ اور لغو ہوتی ہیں جن کا کہنا نہ صرف آسان ہوتا ہے بلکہ بڑی بھلی بھی معلوم ہوتی ہیں، لیکن بھلی اور بری کی تمیز اس زبان کو کیا ہوگی جو بلا ضرورت لغو گوئی سے باز نہیں رہ سکتی صرف خاموشی ہی وہ چیز ہے جو اس آفت سے بچا سکتی ہے۔

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ میری زبان دندہ ہے اگر کھلی چھوڑ دوں تو مجھے چٹ کر جائے۔

**حضرت شیخ سعدی کا قول** | حضرت شیخ سعدیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیسے گزرتی ہے؟ کہا کہ منہ نعمتِ حق کھانے میں اور زبان

نشاط کرنے میں۔

**انسان پر تعجب** | حضرت حسن بھریؒ فرماتے ہیں کہ انسان پر تعجب ہے کہ کراٹا کا تہن اس کے پاس ہیں، اس کی زبان ان کا قلم ہے اور اس کا لہجہ

دہن ان کی سیاہی ہے پھر بھی وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ زبان سے سر کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

**ضروری بات** | حضرت ابوبکر فارسیؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان کوئی ضروری بات یا ایسی بات کہہ رہا ہو جس کے کہنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تو وہ

خاموش ہی خیال کیا جائے گا۔

**حضرت حسن بصری کا فرمان** | تھی کہ دانا آدمی کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ لوگوں میں یہ بات مشہور  
وہ کچھ کہتا چاہے تو دل سے رجوع کرتا ہے، مفید ہو تو کہتا ہے ورنہ چپ رہتا ہے اور جاہل  
کا دل اس کی زبان کی نوک پر ہے کہ ادھر رجوع کرنے کی نیت ہی نہیں آتی بلکہ جو زبان پر آتا  
ہے کہہ گزرتا ہے۔

**حضرت لقمان کی نصیحت** | بیٹے کو فرمایا اے بیٹے! جو شخص بُرے آدمی کا رفیق بنتا

حضرت لقمان حکیمؑ سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے  
ہے اسے سلامتی نہیں ملتی اور جو بُری جگہ پر جاتا ہے وہ متہم اور بدنام ہو جاتا ہے اور جو اپنی زبان کی  
حفاظت نہیں کرتا وہ نادام ہوتا ہے۔

**حضرت امام اوزاعی کا مقولہ** | کم اور کم زیادہ کرتا ہے مگر منافق کام کم اور کلام

زیادہ کرتا ہے۔  
**کلام کی درستگی کا اثر** | حضرت یحییٰ بن اکثمؒ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کا کلام درست ہو جائے

تو اس کے آثار اس کے تمام اعمال میں ظاہر ہوتے ہیں اور جب  
کسی کا کلام فاسد ہوتا ہے تو اس کے فاسد آثار اس کے تمام اعمال میں نمایاں ہوتے ہیں۔

**حضرت لقمان سے سوال** | تک کیسے پہنچے؟ فرمانے لگے کہ صداقت و امانت کی وجہ سے۔

اور لایینی باتوں کو ترک کرنے کی وجہ سے۔

**خاموشی سلامتی ہے** | کسی شاعر کا کلام ہے ”کہ علم زمینت ہے اور خاموشی سلامتی ہے“

اور جب بونا پڑے تو زیادہ نہ بولو۔ تو نے خاموشی پر کبھی بھی  
ندامت نہیں اٹھائی ہوگی مگر کلام کر کے بہت دفعہ پشیمان ہو اہوگا۔ مشہور مقولہ ہے کہ خاموشی



عالم کی ذہنیت اور جاہل کا پردہ ہے۔

**زیادہ کلام، زیادہ غلطیاں** | حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس کا کلام زیادہ ہوگا اس کی غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی اور جس کا مال کثیر ہوگا اس کے گناہ کثیر ہوں گے اور جس کے اخلاق برے ہوں گے وہ مبتلائے عذاب ہوگا۔

**حضرت سفیان ثوریؒ کا قول** | حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ اگر میں کسی کو تیر کا نشانہ بناؤں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ اسے اپنی زبان کا نشانہ بناؤں۔ کیونکہ تیر کا نشانہ تو کبھی خطا بھی ہو یا تلبہ مگر زبان کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔

**خاموشی معرفت کی جان ہے** | حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے دلیل العارفین میں فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر شبلیؒ سے ایک شخص نے محبت کے بارے میں یہ بات دریافت کی کہ محبت میں بد بختی کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا نا فرمانی بد بختی کی دلیل ہے، کیونکہ محبت کا دعویٰ کرے اور ساتھ نا فرمانی کرے تو محبت کے تقاضے کے یہ بات خلاف ہے۔ پھر اس نے سوال کیا، عارفوں میں وہ کونسی امتیازی خصوصیت ہے جس کی بنا پر انھیں معرفت حاصل ہوتی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ خاموش رہتے ہیں اور اللہ کی طلب میں غمزدہ رہتے ہیں۔

حضرت مضاف الدینوریؒ کا قول ہے کہ حکماء خاموشی اور تفکر ہی سے حکمت کے واسطے جیتے ہیں۔

**عارف کی خاموشی** | کہا جاتا ہے کہ جاہل کی زبان اس کی موت کی گنجی ہے نیز کہتے ہیں کہ عاشق خاموش ہو جائے تو مر جاتا ہے اور عارف اگر خاموش ہے تو اپنے اوپر قابو پالیتا ہے۔

**خاموش رہنا سیکھ** | کسی صوفی کا قول ہے کہ جس طرح تو کلام کرتا سیکھتا ہے اسی طرح خاموش رہنا سیکھ۔

خاموش رہنا بھی سیکھ، کیونکہ اگر کلام تجھے راستہ بتاتا ہے تو خاموشی تجھے بچاتی ہے۔  
کسی نے کسی صوفی سے کلام کرنے کو کہا تو فرمایا کہ میری زبان ہی نہیں کہ بولوں۔ پھر اسے  
کہا گیا زہنیہ، تو کہا کہ مجھ میں سننے کی جگہ ہی نہیں کہ سن سکوں۔

کسی عاقل نے کہا ہے کہ بعض اوقات زبان کی لغزش آدمی کی موت کا  
**زبان کی لغزش** | سبب ہو جاتی ہے۔ حالانکہ پاؤں کی لغزش سے نہیں مرتا کیونکہ

زبان کی لغزش اس کے سر کو تن سے جدا کر دیتی ہے اور پاؤں کے پھسلنے سے فقط تھوڑی  
جسمانی تکلیف پہنچتی ہے۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ جس شخص نے خاموشی کو غنیمت نہ جانا وہ جب بولے گا تو  
یہودہ باتیں کرے گا۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ خاموشی عالم کے لیے باعث  
**خاموشی باعث زینت ہے** | زینت اور جاہل کے لیے پردہ ہے۔ نیز فرمایا کہ جس

کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے اسے مختصر کر دے کہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی  
ہے۔ نیز فرمایا کہ جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام کم ہو جاتا ہے

خاموشی صرف زبان کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی بلکہ  
**خاموشی اور دل کا تعلق** | دل اور تمام جوارح کے لیے بھی خاموش رہنا ضروری

ہوتا ہے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ انسان کو ایک زبان، دو کان اور دو  
**ایک حکیم کا قول** | آنکھیں اس لیے دی گئی ہیں کہ وہ کلام کرنے کے تقابذ میں زیادہ

سنے اور زیادہ دیکھے۔

کہا گیا ہے کہ عوام کی خاموشی زبان سے  
**عوام اور عارفین کی خاموشی میں فرق** | ہوتی ہے اور عارفین کی خاموشی دل سے،



اور مجہدین کی خاموشی ان کے باطن کے خیال سے۔

**خاموشی زبان کی پارسائی ہے** | کہا گیا ہے کہ خاموشی زبان کی پارسائی ہے۔  
یوں بھی کہا گیا ہے کہ زبان ایک دزدہ ہے۔

اگر تو اسے جکڑ کر نہیں رکھے گا تو یہ تجھ پر حملہ کر دے گا۔

**راز کی خاموشی** | کسی نے ابو بکر فارسی سے راز کی خاموشی کے متعلق دریافت کیا۔  
فرمایا کہ راز کی خاموشی یہ ہے کہ تو ماضی اور مستقبل میں خاموش

رہنا چھوڑ دے۔

**زبان کے چار دروازے** | علی بن بکار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دروازے  
بنائے ہیں مگر زبان کے چار دروازے بنائے ہیں، چنانچہ

دونوں ہونٹ دو چوکھٹ ہیں اور دانت دو چوکھٹ ہیں۔

**حضرت داؤد طائی کا طریقہ** | کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد طائیؑ امام ابو حنیفہؒ کے  
شاگرد تھے۔ انھوں نے جب اپنے گھر کے اندر خلوت

گزین ہوئے گا ارادہ کیا تو پہلے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہونے کا عزم کیا۔ چنانچہ وہاں  
جا کر اپنے ساتھی علماء میں بیٹھ رہتے مگر کسی مسئلہ میں گفتگو نہ کرتے۔ جب ایک سال تک اس  
عادت کو نچتہ کر لینے پر کامیاب ہو گئے تب جا کر اپنے گھر میں خلوت گزین ہو گئے۔

**حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی عادت** | حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی یہ عادت تھی کہ جب  
کوئی مضمون کہتے اور اس کے الفاظ انھیں

اچھے معلوم ہوتے تو وہ اپنی نوشت کو پھاڑ ڈالتے اور اسے نوبت بارت کہتے۔

**حضرت ابو علی دقاق کا فرمان** | حضرت ابو علی دقاقؒ نے فرمایا ہے کہ میں ایک بار  
مرو میں بیمار پڑ گیا۔ میری خواہش ہوئی کہ نیشاپور

لوٹ جاؤں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے تو اس شہر سے نہیں نکل سکتا۔

کیونکہ کچھ جتنوں کو تمہارا کلام پسند آگیا ہے اور وہ تمہاری مجلس میں آتے ہیں، ان کی خاطر آپ کو یہاں ٹھہرنا ہوگا۔

حضرت ذوالنون مصریٰ سے کہا گیا کہ وہ کونسا شخص ہے جو سب سے  
**نفس کی حفاظت** زیادہ اپنے نفس کی حفاظت کرتا ہے؟ فرمایا وہ شخص جو اپنی زبان پر  
 سب سے زیادہ قابو رکھتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا  
**حضرت سہل بن عبد اللہؒ کا قول** خاموش رہنا اس وقت درست ہو سکتا ہے،  
 جب خلوت میں رہنے کو اپنے لیے لازم قرار دے اور تو یہ بھی اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب  
 اپنے خاموش رہنے کو لازم قرار دے۔

حضرت شبلیؒ جب اپنے حلقہ میں بیٹھتے اور شاگرد سوال نہ  
**حضرت شبلیؒ کا طرز عمل** کرتے تو یہ آیت پڑھتے:۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا  
 فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ۔  
 ان کے ظلم کی وجہ سے ہمارا حکم ان پر واجب ہو  
 گیا یہی وجہ ہے کہ وہ اب بول نہیں سکتے۔

حضرت بشر بن المہارثؒ کا قول ہے کہ جب تمہیں  
**حضرت بشر بن المہارثؒ کا قول** اپنا کلام پسند آئے تو خاموش رہو اور جب

خاموشی پسند آئے تو کلام کرو۔

کسی کا قول ہے کہ خواہ تو اپنی زبان کو بھی بند کیوں نہ کرے تو اپنے دل کے کلام سے چھٹکارا  
 نہیں پاسکتا۔ اور تیری ہڈیاں بوسیدہ کیوں نہ ہو جائیں پھر بھی تو نفس کی گفتگو سے خلاصی  
 نہیں پاسکتا اور تو کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے تمہاری روح تم سے ہم کلام نہیں ہوگی، اس  
 لیے کہ وہ تو اسرار کو چھپانے والی ہے۔



**خاموشی افضل یا کلام؟** | کسی نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ ولی کے لیے خاموشی افضل ہے یا کلام کرنا؟ فرمایا اگر بولنے والے کو معلوم ہو جائے کہ کلام کرنے میں کیا آفت ہے تو توح کی عمر جتنی عمر بھی خاموش رہے۔ اور اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ خاموش رہنے میں کیا آفت ہے تو وہ اللہ سے توح جتنی دو عمریں مانگے گا کہ وہ بول سکے۔

**حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ** | کہتے ہیں کہ ابو حمزہ بغدادی بہت عمدہ گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ابھیں غیب سے آواز آئی، تم بولے اور اچھا بولے۔ اب یہ باقی رہ گیا کہ خاموش رہو اور وہ بھی اچھی خاموشی ہو۔ اس کے بعد مرتے دم تک انھوں نے بات نہیں کی۔ اسی حالت میں تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

**حضرت غوث الاعظمؒ کا قول** | حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا وعظ خالصۃً لبدک ورنہ تیرا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔ فرمایا کہ تیرا کلام بتا دے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے۔

نیز فرمایا کہ کوشش کر گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہو کرے۔ اور تیرا کلام جواب بنا کرے۔ نیز فرمایا کہ گونگا پن اپنی عادت، گنما می اپنا لباس اور مخلوق سے گریزا پن مقصود بنالے اور اگر تجھ سے ہونے کے تو زمین میں سزنگ کھود کر اس میں بیٹھ جا اور یہ عادت اس وقت تک رکھ جب تک تیرا ایمان بالغ اور جوان نہ ہو جائے۔ فرمایا خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں جلوت میں خاموشی نہ۔

**حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد** | حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ شعر خوانی اور قصہ گوئی بد بختوں کے نصیب کر

اور اپنے لیے خاموشی سرمایہ بنا۔

**ایک صوفی کا قول** | ایک صوفی کا قول ہے کہ تیس سال میری یہی حالت رہی کہ میری زبان جو کچھ سنتی، دل کی طرف سے سنتی۔ اس کے بعد تیس سال ایسے گزرتے کہ دل جو کچھ بھی سنتا، زبان کی طرف سے سنتا۔

**خاموش رہنے کی وجوہات** | بعض اوقات متکلم کے لیے خاموش رہنا اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مجلس میں ایسا شخص موجود ہے جو بولنے کا اس سے زیادہ حقدار ہے۔

بعض اوقات متکلم کو منزل کے طور پر چپ رہنے کو کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس نے کسی بات میں بے ادبی کی ہوتی ہے۔

بعض اوقات متکلم پر سکوت اس لیے طاری ہو جاتا ہے کہ حاضرین میں سے کسی میں خرابی ہوتی ہے یعنی ان میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو اس کلام کو سننے کے اہل نہیں ہوتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس خیال سے کہ مبادا اس کلام کو کوئی نا اہل سن لے۔ متکلم کی زبان کو محفوظ رکھتا ہے۔

بعض اوقات متکلم کے خاموش رہنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حاضرین میں ایسے اشخاص موجود ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس کی حالت ایسی ہے کہ اگر وہ اس شخص کا کلام سن لے گا تو وہ اس کے لیے فتنہ کا سبب ہو گا کیونکہ بات وہ یہ سمجھے گا کہ یہ اس کا وقت ہے۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں۔ یا یہ کہ وہ اپنے ذمے ایسی بات لگا دے گا۔ جس کی برداشت کی اس میں طاقت نہیں۔ لہذا اللہ اس پر رحم فرماتے ہوئے اس کے کانوں کو اس کلام کو سننے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس طرح اس کو محفوظ کر لیتا ہے یا غلطی سے بچا لیتا ہے۔

بعض اہل طریقت مشائخ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات خاموشی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مجلس میں ایسے جن ہوتے ہیں جو کلام کو سننے کے اہل نہیں ہوتے کیونکہ صوفیاء کی مجالس میں جنات بھی حاضر ہوتے ہیں۔



**خاموشی کا فائدہ** | زبان کے نقصانات بہت ہیں۔ زبان کی نوک سے بالعموم یہودہ بات نکلتی ہے جس کا کہنا آسان ہوتا ہے لیکن نیک و بد میں تمیز کرتا دشوار ہوتا ہے اور خاموشی میں آدمی اس کے وبال سے بچ جاتا ہے۔ ہمت جمع رہتی ہے اور ذکر کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

**چار بادشاہوں کے مقولے** | ابو بکر بن سیاشؓ سے منقول ہے کہ چار بادشاہوں نے ایک ایک بات کہی مگر ایسی گویا کہ ایک ہی کمان سے نکلے ہوئے تیر ہیں۔ کسریٰ کا مقولہ ہے کہ جو بات میں نے کہی نہ ہو اس پر کبھی ندامت نہیں ہوئی۔ البتہ کہی ہوئی بات پر کبھی ندامت بھی ہوتی ہے۔ شاہ چین کا کہنا ہے کہ جب تک میں نے کوئی بات نہیں کہی وہ میرے قابو میں ہے مگر جب کہہ دی تو اب وہ مجھ پر غالب ہے۔ میرے بس میں نہیں۔ قیصر روم کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بات پر جوتہ کہی ہو، کرنے کی طاقت ہے مگر جو کہہ چکا اس کے رد کرنے کی طاقت نہیں۔ شاہ ہند کا مقولہ ہے کہ ایسے شخص پر تعجب ہے جو ایسی بات کرتا ہے کہ اگر اس کا چرچا کیا جائے تو اسے نقصان دے اور اگر اسے عام نہ کیا جائے تو اسے کچھ فائدہ نہ ہو۔

**جاہل کی پہچان** | ایک دانا کا قول ہے کہ چھ باتیں ایسی ہیں جن سے جاہل پہچاناجاتا ہے۔ ایک غضب سے یعنی ہر خلاف طبع بات پر غضب ناک ہو جائے خواہ وہ کسی انسان کی طرف سے پیش آئے یا کسی جالود وغیرہ کی وجہ سے دوسری بے فائدہ کلام۔ عقلمند کو لائق نہیں کہ بے فائدہ گفتگو کرے بلکہ اسے مفید بات ہی کرنی چاہیے۔ خواہ دنیا کے فائدہ کی ہو یا آخرت کے فائدہ کی۔ تیسری بے محل مال صرف کرنا یعنی یہ بھی جہالت کی علامت میں سے ہے کہ مال ایسی جگہ لگائے جہاں پر کوئی اجر یا فائدہ حاصل نہ ہو۔ چوتھی علامت یہ ہے کہ ہر کسی کے پاس راز کی بات کہتا پھرے۔ پانچویں یہ کہ ہر کسی پر اعتماد کرے، چھٹی یہ کہ اپنے دوست اور دشمن میں امتیاز نہ کر پائے۔ یعنی مناسب تو یہ تھا کہ آدمی اپنے دوست کو

پہچان کر اس کی موافقت اختیار کرے اور دشمن کو پہچان کر اس سے بچنے کی کوشش کرے اور انسان کا اولی دشمن تو شیطان ہے لہذا کسی بات میں بھی اس کا کہا نہ مانے۔

حضرت ابولیت ثمر قندیؒ نے فرمایا ہے کہ تقویٰ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع فرمایا

**حضرت ابولیت ثمر قندیؒ کا قول**

ان سے پرہیز کرے اور جن کاموں کا حکم فرمایا ہے ان کی پابندی کرے۔ ایسا کر لیا تو گویا تم نیکیاں اور بھلائیاں جمع کر لیں اور زبان کی حفاظت سے یہ مراد ہے کہ کہو تو کوئی کلمہ خیر کہو جس سے فائدہ حاصل ہو یا پھر چپ رہو تاکہ آفات سے بچے رہو کیونکہ چپ رہنے میں سلامتی ہے اور یہ بھی جان رکھو کہ شیطان پر غلبہ بھی خاموشی کی بدولت ہی حاصل ہوتا ہے لہذا مسلمان کو چاہئے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے تاکہ شیطان سے بچا رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی پردہ پوشی ہوتی رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے

کہ جو کلام بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی ہے

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد**

لغو ہے۔ اور جو خاموشی فکر سے خالی ہے وہ غفلت ہے اور جو نگاہ عبرت سے خالی ہے وہ فغول اور اہو ہے۔ وہ شخص مبارک ہے جس کے کلام میں اللہ کا ذکر ہے، جس کی خاموشی میں فکر اور سوچ ہے، جس کی آنکھ میں عبرت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے

کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کوئی کلام

**کثرت کلام سے دل سخت ہو جاتا ہے**

کثرت سے نہ کرو کیونکہ اس سے تمھارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ سے بعید ہوتا ہے لیکن تمھیں اس کا علم نہیں۔ کسی صحابی کا ارشاد ہے کہ جب تو اپنے دل میں سختی محسوس کرے اور بدن میں کمزوری محسوس کرے اور رزق میں محرومی دیکھے تو یقین کر لے کہ تو نے کوئی بے فائدہ کلام کیا ہے۔



**اللہ کی شناخت کی علامت** | حضرت ذوالنون مصریٰ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ خاموش رہے اور خلقت سے دور بھاگے۔

**خاموشی حکمت ہے** | حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ لقمان حکیم حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ زرد بنا رہے تھے۔ لقمان دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور ایک بار تو پوچھنے کا عزم کر ہی لیا کہ کیا بناتے ہیں، اور کس مقصد کے لیے؟ مگر حکمت نے سوال سے منع کیا اور چپ رہے حتیٰ کہ حضرت داؤد علیہ السلام بنا کر قارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر زرد پہنی اور فرمانے لگے کہ لڑائی کے لیے بہترین چیز ہے۔ اور بنانے والا بھی کیا خوب ہے! لقمان کہنے لگے کہ خاموشی بھی حکمت ہے مگر اسے اپنانے والے بہت کم ہیں۔

**خاموشی کے فائدے** | کسی دانا کا قول ہے کہ خاموشی میں سات ہزار فائدے ہیں۔ جو سات کلمات میں جمع ہیں اور ہر کلمہ ہزار فائدے پر مشتمل ہے۔ پہلا کلمہ یہ ہے کہ خاموشی بلا مشقت عبادت ہے، دوسرا یہ کہ بلا زور کے زینت ہے۔ تیسرا یہ کہ بلا سلطنت کے ہدایت ہے، چوتھا یہ کہ بلا دیواروں کے قلعہ ہے، پانچواں اس میں کسی ایک کے پاس معذرت نہیں کرنا پڑتی۔ چھٹا اس میں کراگا کا تبین کی راحت ہے، ساتواں یہ کہ انسان کے عیوب کے لیے پردہ ہے۔

**جسم کے تین حصے** | ایک دانا کا قول ہے کہ ابن آدم کے بدن کے تین حصے ہیں، ایک قلب، دوسرا زبان، تیسرا باقی اعضاء، اور اللہ تعالیٰ نے ہر حصہ کو کوئی نہ کوئی شرف بخشا ہے۔ چنانچہ قلب کو اپنی معرفت اور توحید کا شرف بخشا، اور زبان کو لا الہ الا اللہ کی شہادت اور اپنی کتاب کی تلاوت کا شرف بخشا اور باقی اعضاء کو نماز، روزہ، اور دیگر عبادات سے مشغول فرمایا اور ہر ایک حصہ بدن پر ایک محافظ اور نگران مقرر فرمایا مگر دل کی

حفاظت و نگرانی بنفس نفیس فرمائی چنانچہ بندہ مکے مافی الضمیر کو ذات باری کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کی زبان پر محافظ مقرر فرمائے۔ چنانچہ ارشاد ہے،

مَا يَلْتِظُ مِجَّ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ  
وہ کوئی لفظ منہ سے نکالتے نہیں پاتا مگر اس کے  
رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔

اور اعضا، پر امر و نہی مسلط فرمائے۔ پھر وہ ہر حصہ سے وفا چاہتے ہیں۔ سودل کی وفایہ ہے کہ ایمان پر قائم ہے، حسد، خیانت اور مکر وغیرہ نہ کرے۔ زبان کی وفایہ ہے کہ غیبت نہ کرے، جھوٹ نہ بولے۔ بے فائدہ گفتگو نہ کرے۔ اعضاء کی وفایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچائیں۔ پھر جو قلبی وفائیں کمی کرے گا وہ منافق ہے۔ جو زبان والی وفائیں کمی کرے گا وہ کافر ہے اور جو اعضاء والی وفائیں کرے گا وہ عاصی ہے۔

کہتے ہیں کہ لقمان حکیم حبشی  
بدن کا سب سے عمدہ اور سب سے بُرا حصہ | غلام تھے۔ پہلی پہلی حکمت

جوان کی طاہر ہوئی یہ تھی کہ آقا نے کہا اے غلام یہ بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین ٹکڑا ہمارے پاس لاؤ۔ آپ دل اور زبان لے آئے۔ ایک بار آقا نے پھر کہا کہ بکری ذبح کرو، اور گوشت کا بدترین حصہ کاٹ لاؤ۔ آپ پھر وہی دل اور زبان لے آئے۔ آقا نے وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا کہ یہ دونوں درست ہو جائیں تو پورے بدن میں ان سے بڑھ کر اور کوئی حصہ عمدہ نہیں۔ اور اگر یہی خراب ہو جائیں تو ان سے بڑھ کر بدن کا اور کوئی حصہ خبیث نہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا  
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قول | ہے کہ جب عارف خاموش ہوتا ہے

تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے اور جب آنکھیں بند کرتا ہے  
یعنی سوتا ہے تو اس واسطے سر نہیں اٹھاتا کہ شاید اسرافیل صُور نہ پھونکے۔



## حکایت

ایک امیر نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے معلم بٹھایا اس نے لڑکے کو پڑھانا لکھانا اور ادب دنیا شروع کیا۔ ایک عرصہ کے بعد لڑکے نے اپنے استاد سے کہا ایسی کوئی بات بتائیے کہ سب دولت دنیا کے ویاں اور عقبی کے بکھڑے سے نجات ہو جائے۔ استاد نے کہا خاموشی میں دونوں جہان کی سلامتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو چپ رہا، سلامت رہا۔ اور جو سلامت رہا پس تحقیق سب بلا سے بچا۔ اور نبی کریمؐ کا دوسرا ارشاد ہے کہ سب خرابی گویائی سے آتی ہے۔ اگر کوئی بات بے دینی کی کہی ایمان میں نقصان آیا اور جو کسی آدمی کو برا بھلا کہا مار کھائی، آبرو کھوئی۔

لڑکے نے استاد کی یہ دونوں باتیں مان کر خاموشی اختیار کی۔ شدہ شدہ یہ خیر امیر تک پہنچی، امیر یہ سن کر بہت بے قرار ہوا۔ ہر طرف آدمی دوڑائے، طبیب بلائے کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ ایک روز جنگل کے سیر و شکار کو نکلا۔ ناگاہ کوئی پرندہ بولا۔ بولتے ہی کسی نے نشانہ لگایا پھر لڑکے کے آگے لایا وہ دیکھتے ہی جوش میں آگیا اور دریا سا ابل گیا، بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ کیوں بولا جو مارا گیا۔ یہ سنتے ہی سب خوشی سے پھول گئے۔ سارے کام بھول گئے۔ عرصہ سے جو امیر پشمرہ تھا نہایت خوش ہوا۔ ہر ایک کو زرو مال سے خوشحال اور مال مال کر دیا۔ پھر جب اس سے اور کلام کیا تو اس نے جواب نہ دیا، امیر اپنے آپ سے نکل گیا اور آتش غضب سے سلگ گیا کہ ہمارے کلام کا جواب نہ دیا اور بے زباتوں سے کلام کر کے خواہ مخواہ اپنی موت کا سامان کرتا ہے۔ پس کوڑا لا ڈا اور جلا د کو بھی بلاؤ۔ اول کپڑے اتار کر اس کی جلا ڈاؤ۔ بعد اس کو قتل کر دو۔ لڑکا عاجز ہو کر کہنے لگا، سچے تی نے سچے کہا ہے جو چپ رہا، سلامت رہا اور جو بولا مارا گیا۔

حضرت ابن سناک کا ارشاد ہے کہ شاہ کرمانی اور یحییٰ بن معاذ کے درمیان دوستی تھی۔ اتفاق سے ایک ہی شہر میں دونوں آ موجود ہوئے مگر شاہ کرمانی یحییٰ بن معاذ کی مجلس میں نہیں پہنچے کسی نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا کہ

## حکایت

کہ صحیح یہی ہے کہ میں ان کی مجلس میں نہ جاؤں۔ لوگ ان سے اصرار کرتے رہے تا آنکہ وہ ایک دن ان کی مجلس میں جا پہنچے اور ایک طرف ہو کر اس طرح بیٹھ گئے کہ یحییٰ بن معاذ کو ان کا علم نہ ہوا۔ مگر جب یحییٰ بن معاذ کلام کرنے لگے تو خاموش ہو گئے اور فرمایا یہاں کوئی ایسا آدمی موجود ہے جو مجھ سے زیادہ کلام کرنے کا حقدار ہے اور وہ بول نہ سکے۔ اس پر شاہ کرمانی نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ درست یہی ہے کہ میں ان کی مجلس میں نہ جاؤں۔

**حکایت** | ابراہیم بن ادھم ایک دعوت میں مدعو تھے۔ جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھے تو انہوں نے غیبت کرتی شروع کر دی۔ ابراہیم نے کہا کہ ہمارے ہاں تو روٹی گوشت سے پہلے کھائی جاتی ہے اور ہم نے شروع ہی گوشت کھانے سے کیا ہے۔ آپ کا اشارہ اللہ کے اس فرمان کی طرف تھا:

آيَحْيٰ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّيَا كُلَّ  
لَحْمًا اَخِيهِ مِمَّا فَاكَرَهُمْ مَّوَدَّةً

کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ ملینے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، (اگر تمہیں دیا جائے تو تم) اسے ناپسند کرو گے۔

کسی کا قول ہے کہ خاموشی علم کی زبان ہے۔

**حضرت بایزید بسطامیؒ کی خاموشی** | عبادت کے اوقات میں آپ کو یہ خوف لاحق رہتا کہ کہیں کسی کی آواز سے میری عبادت میں خلل واقع نہ ہو جائے۔ اس لیے مکان کے تمام سوراخ بند کر دیے تھے۔ عیسیٰ بسطامی کا قول ہے کہ میں تیس سال آپ کے ساتھ رہا لیکن کبھی آپ کو بات کرتے نہیں دیکھا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ زانو میں سر پیے رہتے اور جب سر اٹھاتے تو پھر فوراً ہی سر آہ کھینچ کر زانو پر سر رکھ لیتے اور حضرت سہلی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بسطامی نے جیسا بیان کیا کہ وہ قبض کی کیفیت ہوگی۔ ویسے آپ حالت بسط میں لوگوں سے باتیں بھی کرتے اور فیض بھی پہنچاتے تھے۔



**حکایت** | حضرت داؤد طائیؑ کے تائب ہونے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ کسی گویے نے آپ کے سامنے یہ شعر پڑھا:

با ی خدیگ تبدی البلا      وبا ی عینک ما ذا سالا  
کونسا چہرہ خاک میں نہیں ملا      اور کونسی آنکھ زمین پر نہیں برسی!

یہ شعر سن کر عالم بخودی میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا پورا واقعہ بیان کر کے کہا کہ میری طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو چکی ہے اور ایک نامعلوم سی شے قلب کو مضطرب کیے ہوئے ہے۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کر لو۔ چنانچہ اسی وقت سے آپ گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر و ضبط سے کام لو۔ چنانچہ ایک برس تک تعمیل حکم میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال سے بہرہ ور ہوئے لیکن خود ہمیشہ خاموش ہی رہتے تھے۔

**حکایت** | حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ نے فرمایا ہے کہ ایک کامل کا قول ہے کہ بولنے اور تقریر کرنے کے لیے بہت عقل اور حکمت درکار ہے۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ انسان انتہائی درجہ کمال تک جب پہنچتا ہے تو تب جا کر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا اور اسی بنا پر چپ ہو جاتا ہے تو یہ کیفیت اس کے اہل علم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انسان کی تکمیل اسی میں نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں مکمل ہو گیا بلکہ وہ ہمیشہ مکمل ہونے کی جستجو میں رہے تو یہ بات اس کے درجات میں بلندی پیدا کرتی ہے۔ تکمیل کر لینے یا مکمل ہو جانے کا دعویٰ تکبر اور سرکشی کو ظاہر کرتا ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کو تکبر و سرکشی بالکل پسند نہیں ہے اور انکسار و عجز وہ منازل ہیں جن کو سر کر لینا انسان کو اوج کمال تک پہنچا دیتا ہے، جبکہ تکبر و سرکشی انسان کو تحت الشری میں دھکیل دیتے ہیں۔

**حکایت** | ایک دفعہ سفیان ثوریؒ کا ہمسایہ وفات پا گیا۔ آپ اس کی تعزیت اور نماز جنازہ

کے یہ تشریف لے گئے جنازہ پڑھنے کے بعد مرحوم کے لواحقین اور دیگر احباب اس کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے تھے۔ حالانکہ سب جانتے تھے کہ مرنے والا سخت قسم کا گنہگار اور بدکار انسان تھا۔

سفیان ثوریؒ نے تمام احباب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو منافقت سنت ناپسند ہے۔ تم جس شخص کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ سخت قسم کا بدکار اور گنہگار شخص تھا اور کل تک تم اس کو سخت ناپسند کرتے تھے آج بعد از موت اس کی بھوٹی تعریف کر کے جھوٹ اور منافقت کا ارتکاب کیوں کرتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت! مرنے والا تو اب دنیا میں موجود نہیں تو اس کی برائی کا کیا مذکور، اب اس کی اچھائی اور تعریف جو کہ بلاشبہ سچی ہے کر دینے میں کیا حرج ہے؟

سفیان ثوریؒ نے جواب دیا کہ بے شک تم اس کی برائیوں اور گناہوں کا ذکر مت کرو۔ اور یاد نہ کرو لیکن بھوٹی تعریفیں بھی نہ کرو۔ بلکہ احسن ترین عمل خاموشی ہے، وہ تم اختیار کرو۔ جس میں تمہاری فلاح ہے۔

**حکایت** حضرت مالک بن دینار فرماتے تھے کہ میں نے ایک نوجوان کو احرام باندھے ہوئے دیکھا کہ وہ خاموش ہے۔ میں نے کہا اے نوجوان تلبیہ کیوں نہیں کہتا؟ اس نے کہا یا شیخ! مجھے تلبیہ کیا فائدہ دے گا، کیونکہ اس سے پیشتر مجھ سے بہت سے گناہ اور جرائم اور برائیاں سرزد ہو چکی ہیں۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ اگر بیک کہوں تو مجھے یوں نہ کہا جائے لَا بَتَّيْلَقَ وَلَا سَعْدَيْكَ کہ ہم تیری بات نہیں سنتے اور نہ تیری طرف دیکھتے ہیں۔ حضرت مالکؒ کہتے ہیں کہ میں نے اسے کہا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کریم اور غفور ہے۔ اس نے پوچھا، کیا آپ مجھے تلبیہ کہنے کی صلاح دیتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اس نے اپنا ایک پہلو زمین پر ٹکایا اور بیک کہا۔ پھر اس نے ایک آہ کھینچی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ رحمتی علیہ۔



## خاموشی کے متعلق اشعار

وہ بندہ جو جھوٹ اور غیبت سے بچنے کی خاطر خاموش رہتا ہے اس کے اور اس شخص کے درمیان جو دبدبے والے بادشاہ یعنی اللہ کی ہیبت سے خاموش رہتا ہے اس قدر فرق ہے۔ اسی سلسلے میں یہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں:-

أَفَكِرُ مَا أَقُولُ إِذَا انْتَرَقْنَا      دَا حَكْمُ دَا إِيَّابًا رَجَّحِ الْمَقَالَ  
فَانْسَاهَا إِذَا نَحْنُ التَّقِيْنَا      نَا نَطِقَ حِينَ نَطِقَ بِالْمَحَالِ

جب ہم بدبو جاتے ہیں تو جو کچھ مجھے کہنا ہے اس کو سوچتا ہوں اور بڑی کوشش سے گفتگو کے دلائل کو مضبوط بناتا ہوں مگر جب درحقیقت ملاقات ہوتی ہے تو میں ان تمام دلائل کو بھول جاتا ہوں اور جو کچھ بولتا ہوں وہ سب اوٹ پٹانگ ہوتا ہے

نیز:-

يَا لَيْلُ كَوْمِنْ حَاجَةٍ لِي مُهِمَّةٍ      إِذَا جِئْتُكَ لَوَادِرِ يَالَيْلُ مَا هِيَ

امیری بہت سی اہم حاجتیں ہوتی ہیں مگر اے لیل! جب تمہارے پاس آتا ہوں تو سب کچھ بھول جاتا ہوں اور مجھے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ حاجتیں کیا تھیں

نیز:-

وَكَمْ حَدِيثٍ لَكَ حَشَى إِذَا      مَكْنَتُ مِجْ لُقْيَاكَ أَنْسِيْتُ

دلے محبوب! تمہیں کہنے کا بہت سی باتیں ہوتی ہیں مگر جب تمہاری ملاقات میسر ہوتی ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہوں

نیز:-

رَأَيْتُ الْكَلَامَ بَزِينُ الْفَتَى      وَلَلصُّمْتُ خَيْرٌ لَّنْ قَدْ صَمْتُ

دکھ میں حروفِ تجرّو الخشوف      دہی ناطق وَا أَنْ لَوْ سَكَتُ

میں دیکھتا ہوں کہ جو انہر ذکر یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کہے مگر خاموش رہنے والے کے لیے خاموشی اچھی ہے بہت سی باتیں موت کا سبب بنتی ہیں اور بہت سے بولنے والے (بولنے کے بعد) یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ خاموش رہتے)

خاموشی کی دو قسمیں ہیں، ظاہری خاموشی اور دل و ضمیر کی خاموشی۔ چنانچہ ایک متوکل انسان رزق کا تقاضا کرنے سے خاموش رہتا ہے مگر عارف کا دل اللہ تعالیٰ کے احکام کی موافقت کی خاطر خاموش رہتا ہے۔ چنانچہ پہلا (یعنی متوکل) اللہ تعالیٰ کی غایات پر کلی اعتماد رکھتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر قناعت کرتا ہے۔

شاعر نے اسی معنی کو ادا کرتے ہوئے کہا ہے:-

تَجَرُّیْ عَلَیْكَ صُرُوفُهُ وَهُمُومٌ سِرِّكَ مُطْرِقُهُ  
محبوب کی گردشیں تم پر چلتی رہتی ہیں (مگر اس کے باوجود) تمہارے اسرار کے غم سر جھکائے پڑے رہتے ہیں)

بعض اوقات فی البدیہہ کہنے کی حیرانی خاموشی کا باعث بنتی ہے کیونکہ جب کشف اچانک حاصل ہو تو تمام عبارتیں گنگ ہو جاتی ہیں لہذا اس وقت نہ کوئی بیان ہوتا ہے اور نہ گویائی اور تمام شواہد ماند پڑ جاتے ہیں لہذا نہ کسی قسم کا علم ہوتا ہے اور نہ حسیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ تَقُولُ  
مَاذَا أُجِيتُ قَالُوا لَا عِلْمَ  
لَنَا  
جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو اکٹھا کریں گے اور پوچھیں گے کہ تمہاری امتوں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ ارباب مجاہد نے خاموشی کو کیوں اختیار کیا ہوا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ کلام کرنے سے کیا کیا آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مزید برآں کلام میں نفس کو حفظ حاصل ہوتا ہے اور نفس چاہتا ہے کہ مدح کی صفات کا اظہار کرے اور یہ کہ وہ



اپنے ہم مرتبہ لوگوں میں امتیازی حیثیت حاصل کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے اور یہ ان امور میں سے ایک ہے جن کا شمار مخلوق کی آفتوں میں ہوتا ہے۔

**حکایت** روایت ہے کہ حضرت داؤد طائیؑ اپنی بیماری کی حالت میں اپنے حجرہ کے اندر ہی خاموشی کے ساتھ گوشہ تنہائی میں بیٹھ گئے۔ وہ نہ تو اپنی بیماری کا کسی سے حال کہتے اور نہ کسی سے کچھ طلب کرتے۔ لوگوں نے اس زمرے میں کچھ طلب کرنے کے بارے میں زور دیا تو حضرت داؤد طائیؑ نے فرمایا کہ میرے لیے یہ بات بے حد ندامت اور قعر مذلت میں گرنے کی ہوگی کہ میرا مالک میرا پروردگار مجھے کسی دوسرے کے سامنے سائل کی صورت میں دیکھے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا عارف کے شیوہ معرفت کے عین خلاف ہے۔ عارف کو یہ کسی بھی صورت میں زیب نہیں دیتا کہ اپنی صیانت کی دیواروں میں شکاف پڑنے لے۔

لوگوں نے پھر عرض کی کہ اس مرحلے پر اپنی بیماری کے حوالے سے آپ اپنے اللہ سے تو دعا فرما سکتے ہیں نا! لیکن یہاں پر بھی حضرت داؤد طائیؑ نے بڑا مسکت جواب دیا کہ میرے لیے یہ بھی ناممکن اور محال ہے کہ اپنے اس رب سے دعا کروں کہ جس نے خود میرے اندر یہ بیماری پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مرض اپنے کمال لطف و کرم، مہربانی اور ظاہری و باطنی علوم کے باوجود بھی مجھے دیا ہے تو میں اللہ کا کس طرح کا بندہ کہلاؤں گا کہ جو اللہ کے اختیار پر اپنی صحت کی خاطر اپنی مرضی حاصل کرتا ہوں۔ میں اپنے حال کے محرم سے کس طرح شفا کی درخواست کروں کیونکہ یہ مرض اور بیماری اسی اللہ کے حکم سے ہے۔ میں اس حکم کو روکنے کی خاطر کسی حیلے یا سہارے کو کام میں نہیں لانا چاہتا۔ بیماری عطا کرنا بھی پروردگار کا کام ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس کرم پر سراپا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس لائق سمجھ کر یہ کرم فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کو ہر طرح کی حمد و ثناء زیادہ ہے۔ بندوں پر صرف احکام الہی کی بجا آوری لازم ہے۔

ملاقاتیوں سے اس پر بھی نہ رہا گیا تو کہا کہ یا حضرت! اس مرن میں آپ اپنے حجرے سے باہر آکر دھوپ ہی تپ لیا کریں تاکہ جسم کو سکون ہی مل سکے۔ لوگوں کی اس تجویز اور خواہش پر

بھی حضرت داؤد طائیؑ نے ایک بار پھر اپنی عالی ہمتی کا ثبوت فرمایا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طرح کے عمل سے بھی مجھے شرم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ بندہ اپنے نفس کی آسودگی اور سکون و خوشی کے لیے اب سو دن اور ہوا کا سہارا حاصل کر رہا ہے اور میرے نزدیک اس طرح کی حیلہ سازیاں بھی معرفت الہی کے اصولوں کے سراسر خلاف ہیں اور انہیں اختیار کرنے والا اپنے محبوب و مطلوب کے ساتھ سچا اور وفادار نہیں ہے۔

**حکایت** | حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے مریدوں میں سے ایک شخص خیر محمد انگوی تھا جو بڑا زاهد و عابد تھا کہ اس کا کوئی وقت بھی ذکر و فکر اور دوسری طرح طرح کی عبادتوں سے خالی نہ جاتا ایک دن اس نے ایک مرد کامل کے ذریعے حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں سلام کا تحفہ بھیجا۔ وہ حضورؐ کی آدمی جب بارگاہ رسالت میں پہنچا تو اس نے عرض کیا کہ فلاں شخص آپ کی خدمت میں سلام بھیجتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مسجد میں دنیا کی باتیں بہت کرتا ہے۔ جب خیر محمد نے یہ بات سنی تو اس نے فوراً توبہ کی اور پھر مسجد میں کبھی دنیا کی بات نہ کی اور بقیہ تمام عمر خاموشی میں گزار دی۔ اس کا روزمرہ کا وظیفہ تقریباً ایک ختم اور پچیس پائے مقرر ہوا۔

**عارفوں کی خاموشی اور کلام** | حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ایک عارف سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کب خاموشی میں بھی بولتا ہے

اور کب غائب ہوتے ہوئے بھی حاضر ہوتا ہے اور کب غائب ہوتے ہوئے بھی انسانوں میں موجود ہوتا ہے۔

عارف نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب عارف زبانِ قال سے خاموش ہوتا ہے تو وہ زبانِ حال میں گفتگو کرتا ہے۔ اس کی گفتگو حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ حق کے سوا کلام میں وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ خاموشی کی گفتگو جو عارف کرتا ہے وہ زیادہ پُر اتمہ ہوتی ہے۔ اسی طرح عارف اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ قلب پر معرفت کی واردات شروع



ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ عارف غائب ہو جاتا ہے۔ غائب ہونے کے لیے بارگاہ الہی میں اس کی حاضری ہو جاتی ہے۔

جب عارف کو اپنی واردات قلبی کے دوران میں اللہ کے اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں تو وہ مرد عارف بن جاتا ہے۔ اس صورت میں اس عارف کی زبان خاموش ہوتی ہے لیکن اس کا حال ہی اس کی زبان بن جاتا ہے۔ جب عارف زبان حال میں کلام کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، اس کی زبان حال زیادہ فصیح ہوتی ہے۔ اس عارف نے اپنے اسی بیان میں مزید اضافہ فرمایا کہ وہ عارف زیادہ وقیع اور معتبر ہوتا ہے کہ جب اس سے اس کے مطلوب یعنی اللہ کے بارے میں کچھ دریافت کیا جائے تو وہ اس امر کا جواب زبان حال یعنی بول کر دینے کے بجائے زبان حال سے اظہار کرے۔

ایک عارف سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ اس سوال پر اللہ کے عارف نے بتایا کہ اگر عارف اپنا حال بیان کرے تو اس کی ہلاکت ہے اور اگر وہ اپنا حال بیان نہ کرے تو اس خاموشی میں بھی اس کے لیے جہنم و جان کو جلا ناری ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ وہ جب بھی حال میں ہو اسی میں مشغول اور مست رہے۔

اسی طرح جب اسی عارف سے اس کے اللہ اور محبوب کے بارے میں سوال کیا گیا تو عارف نے بتایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں عارف کو چاہیئے کہ وہ زبان حال کے بجائے زبان حال ہی استعمال کرے کیونکہ اپنے محبوب کے بارے میں عارف کی زبان حال ہی بہتر ہوتی ہے اس زبان حال میں عارف کے لیے نہ تو ہلاکت ہے اور نہ نپستی کا خدشہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کم

بولنے اور خاموش رہنے میں کونسی چیز افضل ہے؟ فرمایا علماء کے لیے بولنا اچھا ہے اور درویش کے لیے خاموش رہنا بہتر ہے کیونکہ قیامت کے دن ہر ایک سے اس کے اعمال کی پرسش ہوگی۔

علماء سے علم اور صوفیاء سے پردہ پوشی اور خاموشی کے متعلق پوچھا جائے گا۔

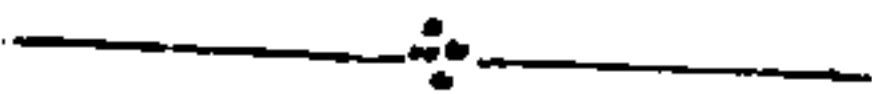
حضرت محبوب عالم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
خاموشی فتنوں سے بچنے کا ذریعہ ہے

خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور آدمی اس میں کس طرح رہ سکتا ہے کہ اس کو نہ دنیا کی تنگی رہے نہ اس کا بدخواہ ہو نہ دین کو کسی طرح کا ضرر ہو؛ فرمایا کہ ان تین چیزوں کے واسطے تین ہی چیزوں کی احتیاط رکھنا چاہیے (۱) تہ بند کو مضبوط باندھنے سے دنیا کی تنگی جاتی رہے گی (۲) زبان کو بند رکھنے سے لوگوں کے فتنوں سے بچے رہو گے (۳) ہاتھ کو روکنے سے دین محفوظ رہے گا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور یہ تینوں کس طرح قابو ہوں؟ فرمایا حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی کے بدن میں ایک مضغہ گوشت ہے وہ اگر درست ہو جائے تو جسم کے تمام اعضاء ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ مضغہ گوشت بگڑ جائے تو تمام بدن کے اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ سو وہ دل ہے۔ آدمی اس کی اصلاح کر لے تو پھر سارے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور! دل کی اصلاح کیونکر ہو۔ فرمایا ذکر الہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:-

أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ قُلُوبًا تَقْلُوبُ ۝ خدا کے ذکر کے ساتھ دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

ذکر الہی مرد کامل کی تلقین سے حاصل ہوتا ہے اور معرفت الہی کا بھی یہی دروازہ ہے۔

اور یہ محکمہ تصوف کا اصلاحِ قلب ہی کے واسطے ہے۔





## باب ۹

## غور و فکر

پروردگار عالم اپنی ذات میں صاحبِ جلال، صفات میں صاحبِ کمال اور شان میں صاحبِ جلال ہے۔ حیات میں ازلی وابدی، علم میں بے مثل، عزم میں خود مختار، اختیارات و اقتدار میں یکتا ہے۔ رحمت و رافت میں سب سے بہتر اور قوت و جبروت میں سب پر غالب ہے۔ اور حاکمیت و ملکیت میں واحد، عطا و قضا میں بے نیاز، قدرت اور نزاعیت میں صاحبِ عظمت ہے۔ ربوبیت اور کفالت میں سب سے افضل ہے۔ بصیرت و لطافت میں اکمل ہے، بندگی میں جلیل و کریم ہے۔ غرضیکہ اس جیسا نہ کوئی ہے اور نہ ہوگا۔

جس طرح اس کی ذات یکتا و بے مثل ہے ایسے ہی اس کی ہر تخلیق جامع، اکمل اور پر حکم ہے۔ اس کی ذات اور اس کی تخلیقات کو معلومات میں لا کر ان کے مقصد کا کھوج لگانا غور و فکر کہلاتا ہے۔ فکر دراصل ذہن کی وہ قوت ہے جو علم کو معلوم کی طرف لے جاتی ہے۔ اور تفکر کا مطلب عقل کے مطابق اس قوت کو بہترین انداز میں پرہان چڑھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کا یہ عطیہ ہر انسان کو عطا کر رکھا ہے۔ مگر اس کو ترقی دینا انسان کے اختیار میں دیا ہوا ہے تاکہ وہ غور و فکر کے ذریعے حقیقت کا سراغ لگا سکے کہ اسے کس نے پیدا کیا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانا ہے۔ اس کی محبت اور چاہت کا حقدار کون ہے؟ غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ اللہ نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے بنایا ہے، لہذا صرف اللہ کی ہی عبادت کی جائے۔ دنیا کی کسی چیز کو اس کے مد مقابل نہ سمجھا جائے غرضیکہ انسان جب تک صحیح سمت کی طرف غور و فکر نہیں کرے گا اصل مقصد کو پانے میں کامیاب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کی صحیح سمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمائی ہے لہذا جو شخص حضور کی اتباع میں راہ ہدایت کی طرف غور و فکر کرے گا وہی فلاح پائے گا لہذا جو لوگ فطرت اور کراہی میں بٹک رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے دین حق پر غور و فکر کر کے اسے قبول نہیں کرتے، ابتدائے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جن لوگوں نے غور و فکر کیا، ان کی عقلوں نے اس بات کی گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو بات کہتے ہیں وہ حق ہے۔ آپ جو پیغام دیتے ہیں وہ بندے کا کلام نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ ہی کا کلام ہے اور اسی تفکر کے نتیجے میں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور نور ایمان سے اپنے دلوں کو منور کیا۔ لہذا یہ بات بالکل عیاں ہے کہ جو صحیح غور و فکر کرتے ہیں وہی اللہ کو پاتے ہیں۔

اللہ سے دوستی یعنی حصول ولایت کے لیے تفکر بھی ان بنیادی اوصاف میں سے ہے جن سے انسان راہ معرفت میں گامزن ہوتا ہے۔ ایسے صوفی خام رہ جاتے ہیں جو غور و فکر سے کام نہیں لیتے، تفکر کثرت ذکر اور مراقبہ سے جنم لیتا ہے لہذا جو شخص ولی اللہ بننے کا طالب ہو اسے ابتدا ہی میں ذکر الہی اور مراقبہ میں بہت کثرت کرنی چاہیے اس سے تفکر مضبوط ہو جائے گا اور معرفت کی راہیں کھل جائیں گی۔

اچھا فکر طاعت اور عبادت کی بنیاد ہے اور جن کو فکر رہتا ہے وہی اعمال میں استقامت حاصل کرتے ہیں۔ فکر عقل مندی کی بھی دلیل ہے۔ چونکہ اہل فکر ہی سے علم و حکمت کے چشمے چھوٹتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی صحبت سے بھی تفکر پیدا ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے سوچ کی راہیں کھلتی ہیں اور راہ حق خود بخود منکشف ہونے لگتا ہے لہذا طالبوں اور سالکوں کو تفکر پر خوب محنت کرنی چاہیے اور پھر اللہ سے توفیق مانگنی چاہیے کہ وہ صحیح فکر عطا فرمادے۔



## دعوت فکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بہترین انداز میں اپنی تخلیقات کی اہمیت اور فوائد بیان کرتے ہوئے انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ان چیزوں کی حقیقت کے پیش نظر ان کے خالق کی پوجا کرو کیونکہ عبادت کے لائق صرف اسی کی ذات ہے۔

**قرآن پاک میں غور کرو** | قرآن پاک پر غور و فکر کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ  
اور اے محبوب! آپ کی طرف یہ قرآن نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اسے لوگوں میں بیان کر دیں جو ان پر نازل ہوا ہے تاکہ وہ غور کریں۔ (پ ۱۴، نخل ۴۴)

قرآن پاک کی عظمت اور حقانیت کی وضاحت کے بارے میں ارشاد باری ہے:-  
لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَائِشًا مُّتَصِدًّا عَاثِمًا خَشِيبًا  
اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خند کے خوف سے پھٹ جاتا اور یہ مثالیں  
اللہ! وَاذْكُرْ آلَمَثَالَ تَضَرَّعَ النَّاسِ  
ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ تفکر کریں۔ (پ ۲۸، حشر ۲)

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ بہت سے علماء اور مطالب قرآن میں غور و فکر کرنے والے اس آیت کریمہ کے حقیقی معانی کا ادراک نہیں کر پاتے کہ ”اللہ ہر دن نئی شان میں ہے“ اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ تمام مخلوقات، خواہ وہ کسی نوع سے تعلق رکھتی ہوں بہر کیف فانی اور زوال پذیر ہے اور ایک عارضی و مہنگامی حیات و قرار رکھتی ہے لیکن مخلوقات کے برعکس خالق کائنات کی یہ شان ہے کہ وہ حی القیوم ہے، دائمی و ابدی ہے اور نہ صرف ذات سے بلکہ اپنی صفات سے بھی ہمیشہ باقی و پائندہ ہے۔ اس کی حیات اور قوت و اختیار

میں ہر دن فروغ و ارتقا تو ہے لیکن زوال و تنزل ہرگز نہیں، اسی طرح اس کے احکام، اور  
 ادا کے روز بروز قوت و اثر اور دوام تو حاصل کرتے ہیں لیکن ان میں ضعف واقع نہیں ہوتا  
 پس جب اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کی مطلوب چیزیں اسے عطا کرتا ہے تو  
 اس سے اللہ کا ارادہ نہیں ٹوٹتا اور نہ اس کی مشیت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ مخلوق  
 کے لیے جو مقدرات ازل سے معین ہیں، علم الہی کے مطابق ان کے حصول کا وقت آنے پر وہ  
 حاجات پوری ہو جاتی ہیں اور بندہ کی مراد برآتی ہے۔ بہر کیف دعا کرنے والوں کی ضروریات و  
 حاجات کا پورا ہونا بھی مشیت الہی اور دستور ازل کے تحت ہوا کرتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ  
 عقیبی میں بندہ کا داخل بہشت ہونا بھی علم الہی اور کرم خداوندی کے تحت ہی ہے۔  
 (فتوح الغیب)

## غور و فکر کا ایک اور رخ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بارے میں غور و فکر

بارے میں سوچنا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:  
 وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ  
 فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِمَّا  
 كَلَّمَ الشَّجَرِ جَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ  
 اثْنَيْنِ يُغْشَى الْأَيْلَ النَّهَارَ  
 إِنِّي فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ  
 يَتَفَكَّرُونَ  
 اور وہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا یا اور  
 اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کیے اور ہر طرح  
 کے میوؤں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو  
 دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے  
 لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔  
 (پ ۱۳، رعد ۳)

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:-  
 إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ  
 أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ  
 دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اس کو  
 آسمان سے برسایا پھر اس کے ساتھ سبزہ جیسے آدمی



تَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ  
وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ  
الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازِيدَتْ وَطْنَهَا  
أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِ رُؤِنَ عَلَيْهِمَا  
آثَرُهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا  
حَمِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ  
لُفِّصَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

مزید فرمایا ہے کہ:

أَيُّوهُ أَحَدًا لَّمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ  
بِحَبَّةٍ مِّنْ تَخْيِيلٍ وَ أَصَابَ  
تَجْرِي مِّنْ تَحِيَّتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ  
فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ  
الْكَبَرُوكُ ذُرِّيَّتُهُ ضِعْفًا مِّنْ  
فَاصِبِهَا إِعْصَارُ فِيهِ نَارُ  
فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ  
لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَنَبَذْنَا  
أَخْلَادَ إِلَى الْأَرْضِ وَ أَتَّبَعْهُ هَوَاهُ  
فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا  
تَعْمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرُكُهُ

اور جانور مل کر کھاتے ہیں، نکلا۔ یہاں تک کہ زمین سبز  
سے خوشنما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے  
خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں، رات  
کو ناگہاں ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس کو ایسا کاٹ  
ڈالا گویا کل وٹاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرتے  
والے ہیں ان کے لیے ہم اسی طرح کھول کھول کر  
نشانیاں بیان کرتے ہیں۔ (پ ۱۱، یونس ۲۴)

بھلا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں  
اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہ رہی ہوں  
اور اس میں اس کے لیے ہر قسم کے میوے موجود ہوں  
اور اسے بڑھاپا آپکڑے اور اس کے ننھے ننھے بچے  
بھی ہوں، تو اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولا چلے  
اور وہ جل جائے۔ اس طرح خدا تم سے اپنی آیتیں  
کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو۔

(پ ۳، بقرہ ۲۶۶)

اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس کے درجے  
کو بلند کر دیتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور  
اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے کی  
سی ہوگئی کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یہ وہی

يَلَهْفُ ذَلِكُمْ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَاقْصُصْ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۚ

چھوڑ دو تو بھی ربان نکالے یہی مثال ان لوگوں کی  
جسے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ تو ان سے  
یہ قصہ بیان کرو و تا کہ فکر کریں۔ (پ ۹، اعراف ۱۷۶)

پھر فرمایا ہے کہ:-

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد  
کرتے اور آسمان زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں  
(اور کہتے ہیں) اے پروردگار! تو نے اس مخلوق کو  
بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو قیامت  
کے دن ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

پ ۴، آل عمران ۱۹۱

## فضیلت غور و فکر

انجام پر غور کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی جب کوئی بات کہتا ہے اور اس کے انجام  
پر غور نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے حالانکہ وہ اس سے اتنی دور تھی جتنی کہ  
مغرب سے مشرق۔ (بخاری شریف)

اللہ کی مخلوق پر غور کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے  
میں فکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر غور و فکر کرو۔ اس کی فائدت  
کے بارے میں تم کیا غور و فکر کر سکتے ہو اس کی تم میں طاقت ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قدر  
پہچاننے پر تم قادر ہو۔ (کنز العمال)



**غور و فکر کی اہمیت** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک ساعت کا فکر سال بھر کی عبادت سے

(افضل ہے۔ (ابن حبان)

**تنقیدی فکر نہ کرو** | حضرت عمرو بن مروثؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند لوگوں کے قریب سے گزرے وہ غور و فکر

کر رہے تھے آپؐ نے پوچھا تم بولتے کیوں نہیں؟ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں فکر کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا بس ایسا ہی کیا کرو اور اللہ کی ذات کے بارے میں غور و فکر مت کرو کہ یہاں سے قریب ایک سفید زمین ہے جس کی روشنی سفید ہے اور سفید روشنی مغرب کی طرف چالیس روز کی راہ پر ہے۔ (اس میں خدا کی مخلوق میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ دم بھر کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! شیطان ان لوگوں سے کدھر رہتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو معلوم بھی نہیں کہ شیطان ہے کہ نہیں۔ انھوں نے عرض کی، کیا وہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ آدمؑ پیدا ہوئے بھی ہیں کہ نہیں۔ (احیاء العلوم ج ۴)

**گھڑی بھر کے تفکر کی فضیلت** | حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ

خیر کو پھیلانے والے ہوتے ہیں اور برائیوں کو روکنے والے ہوتے ہیں ان کو اس کا اجر ملے گا۔ اور کچھ لوگ برائی کو فروغ دینے والے اور بھلائی کو روکنے والے ہوتے ہیں ان کو اس کا بہت گناہ ہوگا۔ خوش نصیب اور مبارک کے قابل ہیں وہ لوگ جو بھلائی کو عام کرتے اور برائی کو روکتے ہیں ان کا گھڑی بھر کا تفکر رات بھر کے قیام سے افضل ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

**غور و فکر کی حد** | حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شیطان ایک آدمی سے آکر کہتا ہے کہ آسمانوں کو کس نے بنایا ہے

وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر پوچھتا ہے کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ ملعون پھر پوچھتا ہے کہ اللہ کو کس نے بنایا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہاں تک بات پہنچ جائے تو یہ کہا کر وہ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں (تبیئہ الغافلین)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آنکھوں کو عبادت میں سے ان کا حصہ دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ عبادت میں سے ان کا حصہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو پڑھنا اور اس میں فکر کرنا اور اس کے عجائبات سے عبرت حاصل کرنا۔ (ابن ابی الدیاء)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کرو | صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے۔ اور رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں روتے ہیں جبکہ آپ کے گناہوں کی معافی حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مل چکی ہے؟ فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ آیت مجھ پر نازل ہو اور میں نہ روؤں:-

إِنِّي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَخْتَلَاكِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا ۚ  
بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آتے جانے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (پہم، آل عمران ۱۹۰)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس اس شخص پر جو اس آیت کو پڑھ کر اس کے مطلب پر غور و فکر نہ کرے۔ (کیمیائے سعادت)

عطاء بن ابی رباحؓ سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن عمرؓ اور عبید بن عمرؓ کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے سلام عرض کیا، آپ نے جواب میں فرمایا کون ہیں؟ ہم نے



عبداللہ بن عمرؓ اور عبید بن عمرؓ کا نام لیا۔ آپؐ نے مرحبا کہا۔ پھر فرمایا عبیدؓ! کیا بات ہے تو ملاقات کو نہیں آتا؟ حضرت عبیدؓ نے درختا نزد دُحُبَا کا جملہ حباب میں عرض کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فرمایا تھا۔ حاصل یہ کہ ملاقات کچھ وقفہ اور دیر کے بعد ہونی چاہیے اس سے محبت بڑھتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ ان باتوں کی بجائے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی بات سنائیے جو آپ کی نظر میں زیادہ عجیب ہو۔ حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ یوں تو آپ کی ہر بات ہی عجیب تھی البتہ ایک رات آپ میرے بستر پر لیٹ گئے۔ آپ کا بدن مبارک میرے بدن سے چھوتا تھا۔ پھر فرماتے گئے اے عائشہؓ! کیا اجازت ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کر لوں؟ میں نے عرض کیا بخدا مجھے آپ کا قرب بہت محبوب ہے مگر آپ کی خواہش اس سے بھی بڑھ کر محبوب ہے۔ چنانچہ آپ ایک مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے، وضو کر کے اپنے رب کے حضور کھڑے ہو گئے، اور بحالت قیام ہی اس قدر روئے کہ آنسو آپ کی گود تک پہنچ گئے۔ پھر دائیں پہلو پر ٹیک لگا کر لیٹ گئے۔ دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے تھا اور اس حالت میں بھی روتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے زمین پر ٹپکتے ہوئے آنسوؤں کو بھی دیکھا۔

حضرت بلالؓ فجر کی اذان کے بعد حاضر ہوئے آپؐ کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے بلالؓ! کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور اس کے علاوہ رونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج رات ہی مجھ پر اَنَّا فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ... سے... قَتَلْنَا عَذَابَ النَّارِ تک کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا بربادی ہے اس شخص کے لیے جو ان آیتوں کو پڑھ کر ان میں غور و فکر نہیں کرتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جو شخص ستاروں کو دیکھتا اور ان کی حالت عجیبہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور و فکر کرتا ہے اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سِوَا عَذَابِ النَّارِ تک بھی

پر محتاج ہے تو اس کے لیے آسمان کے ہر ستارہ کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔  
(تنبیہ الغافلین)

**تفکر کا مقام** | تفسیر ابی اللیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ طلبِ آخرت کی وجہ سے اپنی گزشتہ زندگی پر غور و فکر کرتا ہے تو یہ تفکر اس کے دل کے لیے غسل کا کام دیتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ لہذا ہر عقلمند کے لیے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں کی مغفرت طلب کرے جن چیزوں کا اقرار کرتا ہے ان میں تفکر کرے اور قیامت کے دن کے لیے توشہ بنائے۔ امیدوں کو کم کرے، توبہ میں جلدی کرے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، حرام چیزوں سے اعراض کرے اور نفس کو صبر پر آمادہ کرے، خواہشاتِ نفسانی کی اتباع نہ کرے کیونکہ نفس ایک بُت کی طرح ہے۔ جو نفس کی اتباع کرتا ہے وہ گویا بُت کی عبادت کرتا ہے اور جو اخلاص سے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے نفس پر جبر کرتا ہے۔

**تین چیزوں میں بھلائی ہے** | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں بھلائی ہے، بولنے، دیکھنے اور چپ رہنے میں۔ جس کا بولنا ذکرِ خدا نہیں وہ بولنا لغو ہے، جس کا دیکھنا عبرت کی نگاہ نہیں وہ دیکھنا سہو و نسیان ہے اور جس کی خاموشی اپنے انجام پر غور کرنے کے لیے نہیں اس کی خاموشی بے کار ہے کیونکہ تفکر ہی سے دنیاوی میلان ختم ہوتا ہے پسندیدہ چیزوں کی تمام جھجھکاوتیں اور انسان غور و فکر کا عادی ہو جاتا ہے۔

**فکر کا نتیجہ** | ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے تھے کہ سفیان ثوریؒ نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر آسمان کی طرف دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا۔ دلائلِ معجزانہ ہیں کہ یہ محض آسمان کی طرف دیکھنے سے نہیں ہوا بلکہ قیامت کے احوال میں فکر کرنے کا نتیجہ تھا۔



**تلاوت قرآن کا اثر** | حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطابؓ ایک روز سورہ کورت پڑھ رہے تھے جب وَاِذَا الصُّحُفُ نُفِثَتْ۔

(جب اعمال نکلے کھولے جائیں گے) پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور بہت دیر تک زمین پر تر پڑتے رہے۔

ربیع بن خثیمؓ نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے سنا: اِذَا رَأَوْهُمُ قِيَّامًا يَمْشُونَ بِمُغِبِّاتٍ سَمِعُوا لَهُمْ تَغِيْظًا وَزَفِيْوًا (جب دوزخ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ اس کا جوش و خروش سنیں گے) تو غش کھا کر گر پڑے، پھر اٹھا کر گھر پہنچائے گئے اور ان کی ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں قضا ہو گئیں، مروی ہے کہ یہ قاری اپنے محلہ میں امام تھے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھی تھی۔

**کاملین کے علوم فکر سے مستنبط نہیں** | میں نے سیدی علی خواصؒ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام اولیاء کو

تلاوت کے وقت قرآن مجید کے معانی محض اپنی بخشش سے عطا نہ کرتا تو وہ ایک رات میں تمام قرآن مجید کے ختم کرنے پر کبھی قادر نہ ہوتے۔ اس لیے کہ کاملین کے علوم جو قرآن مجید سے متعلق ہیں وہ فکر سے مستنبط نہیں اور نہ امعان نظر کا نتیجہ ہیں۔ وہ تو محض اللہ کی بخشش ہے جو تلاوت کے وقت اللہ ان کو عنایت کرتا ہے۔ سوال کی تلاوت ہی معانی کا عین ہے۔ لیکن جب معانی تلاوت الفاظ کے بعد حاصل ہوں تو وہ فکر کا نتیجہ ہوں گے۔

**تفکر کی اہمیت** | حضرت سید احمد کبیر فاضلؒ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! یاد رکھو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل فکر ہے۔ فرض عبادت

مقرر ہونے سے قبل آپ کی تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اس کی مخلوق میں تفکر تھا۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عبادات لازم ہوئیں۔ ثم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و نشانات پر غور کرو اور نصیحت حاصل کرو۔ اور اگر فکر نصیحت سے خالی ہو تو یہ صرف دوسو

اور خیال ہمارہ جائے گا۔ اور اگر اس سے نصیحت حاصل ہو تو یہ وعظ و حکمت ہے۔ اپنے اعمال کو تفکر کے بعد درست کرو اور اپنے اخلاق کو اعمال و عبادت کے بعد بہترین انداز پر محکم کرو اور ان سب کی ریت یہ ہے کہ نیت درست رکھو۔ سخاوت کی عادت کو پختہ رکھو۔ یہ بات علاماتِ زہد میں داخل ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ زہد کا دروازہ ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر سخاوت درست ہو اور بلند درجہ کی سخاوت ہو تو یہ مکمل زہد ہے۔

حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد اپنے

**حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دعا**

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ”اے پروردگار!

میں نے عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر کے اپنی دانست میں مسلمانوں کی بھلائی کا کام کیا ہے، اپنے بعد مجھے فتنہ کا ڈر تھا اس لیے میں نے سوچ سمجھ کر اور غور و فکر کر کے مسلمانوں پر ایسا امیر مقرر کیا ہے جو ان لوگوں میں بہتر، مستعد اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہے۔“

انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے

**ذاتِ الہی کے بارے میں فکر** کہ وہ اپنے مالک اور خالق کو پہچانتے اور

اس کی عبادت کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ  
جس طرح قدر کرنے کا حق ہے (پ ۲۲ زمر ۶۷)

قَدِيرٌ۔

اللہ کی قدر کرنے کے لیے اس کی عظمت اور شان میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ مگر اللہ کے بارے میں غور و فکر کرنے کی ایک حد ہے اگر اس سے بڑھیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے اس لیے حضورؐ نے عوام کو ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ یہ خاصوں کا شیوہ ہے جن پر وہ اپنے راز خود آشکار کرتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ انسانی فکر کا ایک رخ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے۔

اور یہ تفکر ذاتِ حق یا صفاتِ حق یا افعالِ حق یا صنائعِ حق میں ہو سکتا ہے اور اس میں



شک نہیں کہ اس میں بزرگ ترین مقام تو صفات و ذات حق میں تفکر ہی کا ہے لیکن بات یہ ہے کہ لوگوں میں تفکر کی طاقت نہیں، وہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے، ان کی عقلیں وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ اس لیے شریعت نے اس تفکر کی نہی کر دی۔ یعنی تعلق کو اس تفکر سے منع کر دیا۔ اور ہدایت کر دی کہ ذات و صفات الہی میں تفکر مت کرو۔ اب اس میں بود شوری ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ جلال حق پوشیدہ ہے بلکہ اس لیے کہ روشن ہے لیکن اس قدر روشن کہ آدمی کی کمزور و ناتواں آنکھیں اور ضعیف بصیرت اس کی تاب نہیں لاسکتی اور تاب لانا تو درکنار تحیر اور مدہوشی کا شکار ہو جانا لازمی ہے۔ جس طرح چمکا دردن کے وقت اُڑنے سے معذور ہوتا ہے (حالانکہ پر موجود ہوتے ہیں لیکن) اس لیے کہ اس کی کمزور آنکھیں سورج کی روشنی کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ لہذا دن کے وقت اسے کچھ نظر ہی نہیں آتا تو اس کی وجہ آفتاب کی پوشیدگی نونہ ہوئی بلکہ حد سے زیادہ روشنی) اور شام سے جو سورج کی روشنی مدہم پڑنے لگتی ہے تو اسے بھی دکھائی دینا شروع ہو جاتا ہے۔ یہی درجہ (ذات الہی میں تفکر کے بارے میں) عوام کا ہوتا ہے لیکن صدیقیوں اور بزرگوں کا معاملہ ہذا ہے اور ان کو اس نظر کی طاقت ہوتی ہے یعنی وہ اس نظارے کی تاب لاسکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیشہ وہ بھی نہیں لاسکتے یعنی مسلسل اس نظارے کی ہمت ان میں بھی نہیں ہوتی۔ یہاں ان کی طاقت بھی جواب دے جاتی ہے اور اگر وہ کوشش کریں بھی تو اپنے آپ کو بے طاقت پائیں۔ جس طرح آدمی اگرچہ آفتاب کو دیکھ سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ اسے دیکھتا رہے کیونکہ اس سے بنیائی کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بندگان کو اگر کچھ حقائق کا علم حاصل ہو بھی جائے تو انھیں یہ اجازت نہیں ہوتی کہ وہ عام لوگوں سے اس کا اظہار کرتے پھریں اور اگر کہنا بھی ہو تو اس قسم کے الفاظ میں کر سکتے ہیں جو بشری مقامات سے قریب تر ہوں۔ مثلاً حق تعالیٰ کے لیے عالم مرید اور متکلم کے الفاظ استعمال کرنا کیونکہ آدمی اپنی صفات کی جنس سے ان باتوں کو سمجھ سکتا ہے لیکن یہ ہوتی محض تشبیہ ہے لہذا ساتھ ہی یہ بتلانا بھی ضروری ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ

کلام تمھارے کلام یعنی گفتگو کی مانند نہیں ہوتا کہ اس کو حروف یا آواز کی حاجت ہو یا اس میں پیوستگی اور گستگی کی صفت موجود ہو۔ لیکن یہاں پھر یہ دشواری پیدا ہو جائے گی کہ جب تم اس طرح کہو گے تو بات پھر لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکے گی اور وہ یہ کہتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیں گے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کا کلام حروف و الفاظ اور صوت و الفاظ سے خالی ہو۔ پھر وہ کلام کلمہ کو کہلائے گا؟ یہ وہی صورت ہے جو اس وقت پیش آیا کرتی ہے جبکہ لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات تمھاری ذات کی طرح نہیں ہے کیونکہ نہ وہ جوہر ہے نہ عرض نہ کسی جگہ میں ہے نہ کسی مقام پر ہے نہ کسی جہت میں۔ وہ دنیا سے دور بھی نہیں اور قریب بھی نہیں، وہ دنیا کے اندر نہیں لیکن اس کے باہر بھی نہیں۔ اور ان باتوں کو بھی نہ سمجھنے کے باعث لوگ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کرتے ہیں، اور اسے ناممکن بتایا کرتے ہیں اور اسے ناممکن تصور کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو اپنی ذات پر قیاس کرنے لگتے ہیں اور مذکورہ صفات کو الٹا حق تعالیٰ کی عظمت کے منافی قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک عظمت کا جو تصور ہوتا ہے وہ صرف وہی ہوتا ہے جو انھوں نے بادشاہ کے دربار و محلات کو دیکھنے کے بعد ذہن میں قائم کر رکھا ہوتا ہے کہ مثلاً بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہے، غلام سامنے مؤدب کھڑے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اسی تصورِ عظمت کا قیاس وہ حق تعالیٰ کے بارے میں روا رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ پاؤں آنکھ، منہ، زبان وغیرہ ہماری ہی طرح ہوں گے۔ یہ اعضاء چونکہ لوگوں کو اپنے جسم میں دکھائی دیتے ہیں اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ ان اعضاء کی عدم موجودگی تو بہت بڑا نقص ہے نہ کہ خوبی۔ لہذا حق تعالیٰ کی ذات ان کے بغیر کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور انسان تو انسان اگر کبھی میں بھی عام لوگوں کا سا شعور اور عقل موجود ہوتی تو وہ بھی یہی کہتی کہ مجھے تخلیق کرنے والے کے بجا بال و پر ایسے ہی ہوں گے جیسے کہ میرے ہیں کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ میرا خالق اس قوت و توانائی سے محروم ہو جو مجھ میں پائی جاتی ہے پس اسی طرح عوام ہمیشہ حق تعالیٰ کو اپنے ہی



کاموں پر قیاس کیا کرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ شریعت نے حق تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنے کی اجازت ہی نہیں دی اور اس سے منع کر دیا ہے اور اسی لیے بزرگانِ سلف نے بھی اس سلسلہ میں کلام کرنے سے روکا ہے اور کہا ہے کہ عوام کے سامنے اس طرح کی باتیں کہنا، کہ مثلاً ”وہ تو عالم کے اندر ہے اور نہ باہر، نہ دور ہے اور نہ نزدیک ہے“، بھی جائز نہیں سمجھا بلکہ ارشاد باری تعالیٰ کو ہی کافی تصور کیا ہے کہ ”کوئی چیز اس کی مثل نہیں“ اور نہ وہ کبھی چیز کی مثل ہے اور اس بات کو بھی محض اجمالی طور پر کہا اس کی تشریح و وضاحت اور صراحت نہیں کی۔ بلکہ اس کی تفصیل میں جانے کو بدعت قرار دیا کیونکہ اس کی تفصیل بھی تو عوام کی سمجھ میں آنے والی چیز نہیں۔ ان کا فہم تو اس کے ادراک سے بھی عاجز ہے اسی کے پیش نظر حق تعالیٰ نے اپنے بعض پیغمبروں پر وحی نازل کی کہ میرے بندوں سے میری صفات کا ذکر مت چھیڑیے کم فہم و کم نظر ہونے کی وجہ سے وہ انکار کر دیں گے۔ ان سے صرف وہی امور بیان کرتے رہو جو ان کی عقل کے مطابق ہوں اور جنہیں وہ سمجھ سکتے ہوں بلکہ بہتر اور احسن تو یہی ہے کہ اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہ جائے اور نہ اس میں تفکر کا تکلف کیا جائے۔ ہاں جو شخص کامل ہو اسے اس کی اجازت ہے لیکن اس کا بھی مقیر اور دہشت زدہ ہو جانا ناگزیر ہے کہ اس کی تاب لانا اس کے لیے پوری طرح تو ممکن نہیں ہے۔

پس بہتر یہی ہے کہ اس کی عظمت کی شناخت اس کی عجیب و غریب صنعتوں اور مظاہر سے کی جائے جو چار سو نظر آتے ہیں کہ آخر اس عالم موجودات کی ہر چیز اسی کی عظمت و قدرت کے انوار میں سے ایک نور ہی تو ہے۔ آفتاب کو دیکھنے کی طاقت اگر کسی میں نہیں ہے تو نہ ہی لیکن اس کی روشنی دور کا مشاہدہ کرنا تو کچھ دشوار نہیں جس سے دنیا کی ہر چیز روشن اور منور ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک درویش صاحبِ تفکر عقادہ ہمیشہ حیرانی میں رہا کرتا تھا جب اس سے

**حکایت**

لوگوں نے پوچھا کہ آپ جو عالم تعمیر میں مستغرق ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ اس نے کہا جہاں تک میں نگاہ کرتا ہوں جب میں ایک ملک سے گزرتا ہوں تو اس سے سو گئے اور ملک دیکھتا ہوں اور جب میں اچھیں دیکھتا ہوں تو ایک سے ایک نہیں ملتا۔ اس واسطے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتا ہوں اور انہی خیالات میں مستغرق رہتا ہوں۔

انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا  
اپنے آپ کے بارے میں فکر | شاہکار ہے اس لیے اسے چاہیے کہ اپنے  
بارے میں غور و فکر کرے تاکہ اسے اللہ کے کمال کا پتہ چلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-  
اَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي الْخُسُوفِ - کیا انھوں نے اپنے آپ کے بارے میں فکر نہیں کیا۔

(پ ۲۱، روم ۸)

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ انسانی سوچ کا ایک رخ انسان بذاتِ خود ہے جس میں بندہ اپنی ذات کے بارے میں سوچتا ہے کہ اس کی صفات و اعمال وہ کون کون سی باتیں ہیں جو مکروہ اور قابلِ نفرت ہیں تاکہ ان سے اپنے آپ کو دور رکھ سکے اور ان مکروہ چیزوں سے مراد یا تو اس کے ظاہری گناہ ہوتے ہیں یا وہ خبیث اخلاق جو اس کے باطن میں پائے جاتے ہیں اور ان ظاہری گناہوں کا تعلق زیادہ تر اس کے ساتھ ظاہری اندام یعنی اعضاء سے ہوتا ہے جیسے کہ زبان، آنکھ، پاؤں اور ہاتھ وغیرہ ہیں اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق کسی خاص اندام سے نہیں بلکہ سارے جسم سے ہوتا ہے اور یہی کیفیت باطنی خباثتوں کی بھی ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کے تفکر کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

دل اول یہ تعین کرنا کہ فلاں عمل یا فلاں صفت مکروہ ہے یا نہیں ہے؟ کیونکہ یہ چیزیں بالکل واضح اور روشن نہیں ہوتیں کہ خود بخود معلوم ہو جائیں بلکہ ان کے لیے تفکر درکار ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں بات مکروہ ہے تو پھر یہ سوچے کہ کیا



میں بھی کہیں اسی پر تو کا بند نہیں ہوں؟ اور صفاتِ نفس کی شناخت کچھ آسان بات نہیں، اس کے لیے بھی تفکر کی ضرورت ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ اگر معلوم ہو جائے کہ میں خود اسی صفت میں مبتلا ہوں تو پھر اس سے رہائی حاصل کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ یعنی اس سے دور رہنے کے لیے کیا اقدام مناسب ہے گا۔

پس ہر روز صبح دم ایک ساعت تو اسی فکر کے لیے مخصوص کر دینی چاہیے جس میں پہلے تو ظاہری گناہوں کی طرف دھیان کرے اور ان سے بچنے کی تدبیر پہلے سے کر رکھے مثلاً زبان کے بارے میں سوچے کہ آج کے دن فلاں فلاں معاملے میں زبان سے بات چیت کرنا ناگزیر ہوگی، لہذا دیکھے کہ معاملہ کے وہ کون کون سے پہلو ہیں جو اسے جھوٹ بولنے یا غیبت کرنے کی آفت میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ پس اس کا علاج سوچ رکھے کہ ان سے جھوٹ اور غیبت سے کس طرح حذر کرے گا۔ ایسے ہی اگر یہ خطر محسوس ہو کہ آج کے دن شاید قہر، حرام کھانا پڑ جائے تو پہلے اس سے بچنے کی تدبیر کر لے تاکہ عین وقت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔ اسی طرح ہر عضو کے بارے میں پوری طرح صالح سوچ کے امکانات پہلو تلاش کر لے اور تمام عبادات کے بارے میں بھی خوب سوچ لے اور جب اس سے فارغ ہو چکے تو پھر ہر عمل کی فضیلت پر غور و خوض کرے تاکہ سب کو بخیر و خوبی سرانجام دے سکے۔ مثلاً اپنے آپ سے کہے کہ دیکھ! یہ زبان جو حق تعالیٰ نے پیدا کی ہے، تو اس لیے کہ اس سے اللہ کا ذکر کیا جائے اور مسلمانوں کو راحت پہنچائی جائے اور تو یقیناً اس چیز پر قادر ہے کہ فلاں ذکر کرے تاکہ ذکرِ الہی کا حق ادا ہو جائے اور پھر تصور کو اس طرف لے جائے کہ فلاں بات کہے جس سے کسی کا دل خوش ہو تاکہ تسکینِ خلق کا حق ادا ہو جائے اور پھر تصور کو اس طرف لے جائے کہ آنکھ جو عطا کی گئی ہے تو اس لیے کہ اسے دایم دین بنا کر سعادت کا شکار کیا جائے اور وہ یوں کر ان آنکھوں سے جب فلاں عالم دین کو دیکھوں تو اس طرح دیکھوں کہ ان میں تعظیم و احترام نمایاں ہو اور فلاں

قاسق پر جزگاہ پڑے تو اس سے نفرت اور حقارت کا اظہار ہوتا کہ آنکھ اور نظر کا حق ادا کر سکوں۔ اور مال کے بارے میں خیال کرے کہ اسے مسلمانوں کی راحت و آسائش کے لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ فلاں شخص کو مدقمہ دوں اور اگر اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت کو ترجیح دیتا پڑے تو بلا حیل و حجت دوں اور صبر کر سکوں۔ پس اس قسم کی متفرق باتیں خیال میں لائے اور عین ممکن ہے کہ ساعت بھر کے اس تفکر کی بدولت کوئی ایسی چیز اس کے تصور میں پیدا ہو جائے کہ اس کی کایا پلٹ ہی ہو جائے اور کہ وہ نہ صرف اس ایک دن کے لیے بلکہ ساری عمر کے لیے گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے، یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر ارشاد ہوا کہ لحظہ بھر کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ اس کا فائدہ اسی لحظے تک محدود نہیں ہوتا بلکہ عمر بھر کے لیے ہوتا ہے۔

جب ان ظاہری گناہوں اور عبادات کے بارے میں تفکر کر چکے تو پھر باطن کی طرف دھیان کرے اور اخلاقِ بد کے بارے میں اندیشہ کرے کہ ان میں سے کون کون سے اخلاقِ بد اس کے باطن میں موجود ہیں اور منجیات باعثِ نجات اخلاقِ نیک میں سے کون کون سے اس کے باطن میں نہیں پائے جاتے تاکہ اول الذکر اخلاقِ بد کو دور کرنے اور مؤخر الذکر اخلاقِ نیک کو حاصل کرنے کی تدبیر عمل میں لائے۔ اس کی تفصیل بھی بڑی لمبی چوڑی ہے لیکن اصل مہلکاتِ دہلک کن اخلاقِ دس ہی ہیں۔ یعنی بخل، تکبر، ریا، حسد، حرصِ طعام، غصہ، حرصِ سخن، مال کی محبت اور حُبِ جاہ اور ان سے نجات حاصل ہو جائے تو گویا ہلاکت سے نجات مل جائے اور اصل منجیات باعثِ نجات اخلاق بھی دس ہی ہیں یعنی گناہ پریشیانی، مصیبت پر صبر، قضا پر رضا، نعمت پر شکر، خوف ورجا میں اعتدال، دنیا سے زُبد، عبارت میں اخلاص، خلق سے نیک خلقی اور حق تعالیٰ سے دوستی۔

ان میں سے ایک ایک صفت میں تفکر کی بہت بڑی گنجائش موجود ہے اور یہ راہِ اغنی لوگوں پر کھلتی ہے جو ان میں سے ہر صفت کے علم کو بالکل اسی طرح پہچانتا ہو جس طرح کہ اس کتاب



میں ہم بیان کر چکے ہیں اس کا (ایک نہایت عمدہ) طریقہ یہ ہے کہ مرید اپنے اعمال و صفات کی ایک فہرست مرتب کر لے اور پھر ان میں سے جو صفت وہ حاصل کر لے اس پر خط کھینچ دے اور پھر اس سے اگلی کے حصول میں لگ جائے (اور جب وہ بھی حاصل ہو جائے تو اس پر بھی خط کھینچ دے اور یوں پوری فہرست مکمل کر کے چھوڑے) اس سلسلہ میں ایک امکان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض تفکرات پر اسے نسبتاً زیادہ زور دینا پڑے جو اسے اپنے اوپر زیادہ حاوی اور زیادہ مسلط دکھائی دیں یعنی ان میں وہ (مثلاً ہی نہیں بلکہ) مبتلا تر ہو۔ مثلاً کوئی پرہیزگار عالم ان تمام صفات بد سے رہائی پانے کے باوجود ممکن ہے اس چیز سے خالی نہ ہو کہ اسے اپنے علم و فضل پر ناز ہو اور شہرت و جاہ کی تمنا رکھتا ہو اور اسی خیال کے تحت اپنی عبادات کے ساتھ ساتھ ظاہری حلیہ سے بھی لوگوں کی آنکھوں میں حما جانے کے لیے مضطرب رہتا ہو اور اپنے آپ کو خوب آراستہ کیے رہتا ہو اور اپنی مقبولیت پر بڑا خوش ہوتا ہو اور اگر کوئی شخص اسے طعن کرے تو اس کے خلاف دل میں کینہ رکھے رہے (اور انتقام کا موقع تلاش کرتا رہے)۔ یہ سب خباثتیں ہی تو ہیں لیکن یہ کہ پوشیدہ ہوتی ہیں (مگر پوشیدگی سے کیا ہوتا ہے) دین کی دشمنی اور راہِ دین میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔ ایسے عالم کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ ان امورِ بد میں تفکر سے کام لے اور سوچے کہ ان سے نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔ تاکہ خلق کا عدم اور وجود اس کے لیے برابر ہو جائے اور وہ ہمہ تن حق تعالیٰ جل شانہ میں مشغول ہونے کے قابل ہو سکے۔

پھر امام صاحب نے انسانی تخلیق پر فکر کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ پہلے تو اپنی ابتدا پر ہی فکر کر کہ تو آیا کہاں سے اور کیسے؟ آخر تیری تخلیق پانی کے ایک قطرے ہی سے تو ہوئی ہے اور پانی کے ان قطرے کی پہلی قرار گاہ تیرے باپ کی پشت تھی پس اس (مٹی کے ایک قطرے) کو تیری پیدائش کا تخم بنا دیا اور وہ یوں کہ شہوت کو تیرے ماں باپ پر مسلط کر دیا (وہ دونوں جنت میں تھے اور) رحم مادر کو گویا زمین بنا دیا اور مٹی کی پشت میں پائے جانے والے پانی کو بیج بنا دیا

اور شہوت کے موکل نے اس بیج کو اس زمین میں ڈال دیا گویا تخم ریزی کا عمل تو یوں مکمل ہوا اس کے بعد (کھیتی کی نشوونما کے لیے) خونِ حیض سے اس تخم کی آبیاری شروع کی اور یوں نطفہ اور حیض سے تیری ذات کا آغاز ہوا۔ پھر اول اول تو محض ایک پارہ خون تھا پھر اسے خوب جما دیا گیا اور وہ علقہ کہلایا، پھر اس علقہ نے گوشت کی شکل اختیار کر لی جسے مضعہ کہتے ہیں پھر اس میں روح پھونک دی جسے جان کہتے ہیں پھر اسی قطرہ آب و خون سے کتنی ہی مختلف چیزیں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ مثلاً گوشت و پوست، رگیں، پٹھے، ہڈیاں وغیرہ اور پھر تیرے اعضاء کی ترتیب انہی چیزوں سے عمل میں لائی گئی۔ سر کو گول شکل دے دی گئی۔ ہاتھ اور پاؤں لمبے رکھے گئے اور ان میں سے ہر ایک کے آگے پانچ پانچ انگلیاں لگا دیں۔ اور باہر کی طرف آنکھ، ناک، کان، منہ، زبان اور دیگر اعضاء پیدا کر دیے اور اندرونی حصہ میں معدہ، جگر، گردے، تلی، پتہ، رحم، مثانہ اور انتڑیاں وغیرہ بنادیں اور یوں کہ ہر ایک کی ساخت اور شکل دوسرے سے بالکل علیحدہ ہے، صفات بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں اور مقدار بھی الگ الگ ہے۔ پھر ہر عضو کو کئی کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مثلاً انگلیوں کی تین تین پوریں بنادیں وغیرہ۔ اور ہر عضو کی ترکیب میں گوشت و پوست، رگ و پے لہر ہڈیوں کو شامل رکھا۔ پھر آنکھ ہی کو لے لو کہ مقدار میں ایک انچ وٹ سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن سات طبقات پر مشتمل ہے اور ہر طبقہ جدا جدا صفات و خصوصیات کا حامل ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی خراب ہو جائے تو دنیا تیرے لیے تاریک ہو جائے۔ (اور تو بینائی کی نعمت سے محروم ہو جائے) حق تو یہ ہے کہ اگر صرف آنکھ ہی کے عجائبات کی تفصیل بیان کرنے لگیں تو بیشمار صفحے کا لے کرتے پڑیں (اور پھر بھی بات نہ بنے)

اس کے بعد ہڈیوں پر غور کریں تو معلوم ہو کہ کس طرح ایک ذرا سے رقیق و لطیف پانی سے ایسا سخت اور مستحکم و مضبوط جسم بنا ڈالا، ہر ہڈی کا ہر جوڑا اور ہر حصہ، کیا شکل و ساخت کے لحاظ سے اور کیا مقدار کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جداگانہ انداز پر ہے، کوئی ہڈی گول



ہے تو کوئی لمبی اور کوئی چوڑی، کچھ ایسی ہیں کہ اندر سے کھوکھلی ہیں تو بعض ایسی بھی ہیں کہ اندر سے بھری ہوئی ہیں اور پھر سب کو ملا کر ایک خاص ترکیب دی ہے اور ہر ایک مقدار میں صورت میں ساخت میں ایک خاص حکمت پنہاں ہے۔ بلکہ ایک ہی کیا، کئی کئی حکمتیں ایک ایک میں رکھ دی گئی ہیں۔ پھر ان ہڈیوں کو تیرے بدن کے گویا ستون مقرر کر کے اسی پر تمام اعضاء (عمارتِ تن) کی بنیادیں استوار کی گئی ہیں۔ اگر سر سے پاؤں تک ہی ہڈی بنادی جاتی تو تیرے لیے پیٹھ کو جھکانا ممکن نہ ہوتا۔ اور اگر بالکل ہی ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتیں تو پھر بیٹھ کر سیدھا رکھنا ممکن نہ تھا۔ پاؤں کے اندر مہرے مہرے سے جوڑ کر ان کی تخلیق کی گئی۔ ورنہ پاؤں پر زور دے کر کھڑا ہونا دشوار ہو جاتا، یہی چیز بدن کو ادھر ادھر جھکانے کے لیے ملحوظ رکھی۔ پھر جہاں جہاں ایک ہڈی کو دوسری سے ملا یا گیا ہے وہاں یوں کیا ہے کہ انھیں باہم ملانے کے لیے رگ و پے میں لپیٹ دیا گیا ہے اور خوب مضبوط طریق سے پٹیا گیا تاکہ آدمی سیدھا کھڑا رہ سکے اور ہر ایک مہرے میں چار عدد زائد گولوں کے سے پیدا کیے اور ان کے نیچے چار سوداخ سے گڑھوں کے مشابہ بنائیے تاکہ زائدے ان گڑھوں میں مضبوطی سے جم جائیں اور مہروں کے کنارے یوں باہر نکلے رکھے گویا ان کے بازو ہیں تاکہ پٹھے جو ان کے گرد لپٹے ہوئے ہیں وہ صرف اڑے ہی نہ رہیں بلکہ اچھی طرح مضبوط ہو جائیں اور ساتھ ساتھ ان کو بھی مستحکم رکھیں تیرے سر کی ترکیب میں پچپن ہڈیاں شامل ہیں جو باریک درزوں کے ذریعے باہم جڑی ہوئی ہیں تاکہ اگر کسی ایک کونے میں ضرب پہنچے تو دوسرا صحیح سلامت رہے اور سب کے سب چکنا چور نہ ہو جائیں۔ دانتوں کو لمبے (کہ یہ بھی ایک طرح کی ہڈیاں ہی ہیں) ان میں سے بعض چوڑے بنائے گئے ہیں تاکہ نہالے کو چبا سکیں۔ بعض کے سرے باریک ہیں اور تیز بھی تاکہ کھانے کی چیز کو کاٹ کر اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر (چوڑے دانتوں کی) چکی میں ڈالتے جائیں (جو انھیں گویا پیس کر طلق سے نیچے اتار دے)

پھر تیری گردن بنائی کہ سات مہروں سے مرکب ہے جن کے گرد رگیں اور پٹھے لپیٹ کر

اسے مضبوط کر دیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ سر کو مرکب کر دیا۔ پیٹھ کے چوبیس مہرے بنائے جس پر گردن رکھی ہوئی ہے پھر ان مہروں کی چوڑائی میں سینے کی ہڈیاں پیدا کیں اور اسی طرح دوسری بہت سی ہڈیاں پیدا کیں کہ جن کی شرح اور تفصیل بہت طولانی ہے اور مجموعی طور پر تیرے جسم میں دوسو ستالیس ہڈیاں پیدا کیں اور ہر ایک کو ایک علیحدہ حکمت کے تحت کیا گیا ہے تاکہ تیز کام بنائے اور غور کیسے تو یہ سب کچھ جو بنایا گیا تو (بنیادی طور پر) صرف پانی کے اسی ایک حقیر قطرے سے۔ اور ان ہڈیوں میں سے ہر ایک کی قدر قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ایک ہڈی بھی کم ہو جائے تو توبہ کا رہو جائے۔ یعنی اپنے کام کو انجام نہ دے سکے اور اگر ایک بھی زائد ہو جائے تو بھی کام میں خلل پیدا ہو جائے۔ پھر چونکہ تجھے ان تمام ہڈیوں کو کام وغیرہ کرنے کے لیے حرکت و جنبش کی ضرورت لاحق تھی اس لیے تیرے اعضاء میں پانچ سو ستائیس عضلات پھیلا دیے۔ ہر عضلہ کی شکل مچھلی کی سی ہے یعنی اس کا درمیانی حصہ موٹا اور سرے باریک ہیں۔ ویسے تمام عضلات یکساں نہیں۔ بلکہ ان میں سے کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا ہے اور ہر عضلے کی ترکیب گوشت، پیٹھے اور پرے سے ہوتی ہے یعنی ہر عضلہ کے گوشت بڑا ہے اور ہر عضلے کی طرح چڑھا ہوا ہے۔ چوبیس عضلات تو صرف آنکھوں اور پلوں اور گردش دینے کے لیے بنائے گئے ہیں اسی سے دوسرے عضلات کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعد جدا تفصیل بیان کرنا تو بڑی لمبی بات ہے۔

پھر تیرے خالق نے تین حوض تیرے بدن کے اندر پیدا کیے جن میں سے کئی کئی نہریں مختلف سمتوں میں جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک حوض تو دماغ ہے جس سے سچھوں کی نہریں سارے جسم میں پہنچتی ہیں تاکہ ان میں حرکت و گردش کی طاقت برقرار رہے۔ انہی میں سے ایک نہر پشت کے مہروں میں جاری کر دی گئی تاکہ پیٹھے مغز سے دور نہ رہیں ورنہ یہ دوری انھیں خشک کر کے رکھ دیتی۔

دوسرا حوض جگر ہے جس میں ہفت اندام کی تمام رگیں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کو اسی حوض سے



غذا یہ سرائی ہے۔

تیسرا حوض دل ہے جس میں سے رگین نکلتی ہیں اور سارے جسم میں پہنچانی گئی ہیں تاکہ روح ان میں سے ہر ایک میں رواں دواں رہے اور وہاں سے ہوتی ہوئی ہفت اندام میں جاری و ساری رہے۔

پس یہ تفکر تو تجھے ایک ایک عضو میں کرنا چاہیے کہ آخر اس کی تخلیق اس خالق حقیقی نے کس طرح اور کس لیے کی ہے۔ آنکھ کے سات طبقے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کی ساخت اور رنگت اس انداز کی ہے کہ اس سے بہتر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آنکھوں کے یہ عکس اس لیے بنائی گئی ہیں تاکہ خوبصورت لگیں۔ اور آنکھیں ان سے قوت بصر حاصل کر سکیں۔ یعنی جب گرد و غبار اڑ رہا ہو تو ٹواٹھیں بند کر لے تاکہ مٹی وغیرہ آنکھ کے اندر نہ جاسکے اور اس کے باوجود تو ان کے درمیان میں سے دیکھ بھی سکے۔ پھر یہ کہ اوپر سے گرنے والے گرد و غبار یا غص و خاشاک سے بھی مرگان ہی آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر عجیب و غریب بات یہ ہے کہ آنکھ کی سیاہی جو مسود کے چند دانوں سے زیادہ جگہ میں نہیں ہوتی (اپنے اندر اس بلا کی وسعت لیے ہوتی ہے کہ) اس میں زمین و آسمان اپنی تمام فراخی و وسعت سمیت نظر آتے ہیں۔ یعنی ایک نقطہ کے لیے بھی تیری آنکھ کھلتی ہے تو آسمان اپنی بے اندازہ دوری کے باوجود فوراً تجھے دکھائی دینے لگتا ہے۔ غرض اگر دیدار و نظارہ کے سلسلے میں آنکھ کے عجائب یا بلکہ آئینہ دیکھنے کے عجائب اور اس میں دکھائی دینے والی غلط یعنی غیر حقیقی اشیاء (غیر حقیقی اس لیے کہ وہ محض عکس ہوتا ہے حقیقت نہیں ہوتی) بیان کرنے لگیں تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔

پھر تیرے لیے کان پیدا کیے اور ان کے اندر ایک تلخ اور کڑوا سا میل بھی پیدا کر دیا۔ تاکہ کوئی جانور یعنی کیرا لکڑا اس میں (آسانی سے) گھسنے نہ پائے۔ پھر کان کی ساخت ایک صد (دھونگھے) کی طرح رکھی تاکہ آواز کو جمع کر سکے اور کان کے سوراخ تک پہنچا کرے۔ اور اس کی

ساخت میں پیچ و خم اور اُلٹ پھیر بہت سے رکھ دیے تاکہ اگر سوتے میں جیونٹی وغیرہ تیرے کان میں گھسنے کی کوشش کرے تو یہ نہیں کہ سیدھی درانہ اس کے اندر چلی آئے بلکہ اس کا راستہ دراندہ ہو جائے اور اسے خلصے بل پھیر کھانے پڑیں حتیٰ کہ تو چونک پڑے۔ اگر ہم منہ اور ناک دیگر اعضا کی تفصیل بیان کرنے لگیں تو ذکر بہت طول کھینچ جائے جبکہ ہمارا مقصد اس تحریر سے یہ ہے کہ تجھے اس ضمن میں تفکر کی راہ معلوم ہو جائے اور ہر عضو کے بارے میں تجھے تفکر کی عادت پڑ جائے اور تو سوچے کہ انہیں کس غرض سے پیدا کیا گیا ہے اور پھر یہی تفکر تجھے ان کے خالق کی حکمت و عظمت، لطف و کرم اور علم و قدرت کی شان سے بھی آگاہ کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو کہ کس طرح تیرے سر اپاکو اس نے ایک عجائب خانہ سا بنا دیا ہے اور پھر یہ باطنی اور اندرونی عجائب اور دماغی خزانے اور حس کی قوتیں جو تیرے بدن میں رکھ دی گئی ہیں اور بھی زیادہ عجیب اور حیران کن ہیں۔

اور جو کچھ سینہ اور شکم کے اندر بنایا گیا ہے وہ بھی بحد عجیب ہے اس لیے کہ معدہ کو حق تعالیٰ نے دیک کی طرح بنایا ہے جو ہمیشہ خوش میں رہتی ہے اور جس میں سب کھایا پیادوبار اچھی طرح سے پک جاتا ہے۔ پھر جگر اس طعام کو جسے یہ دیک تیار کرتی ہے، خون بنا دیتا ہے جسے رگیں ہفت اندام میں پہنچا دیتی ہیں اور اس خون کی جھاگ کو پٹا قبول کر لیتا ہے اور یہی وہ جھاگ ہے جسے (طب کی اصطلاح میں) صفرا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر اس خون کی تلچھٹ کو جو سودا کہلاتی ہے تلی قبول کر لیتی ہے۔ ادھر گرگے اس خون سے پانی کو الگ کر کے مشانہ میں پہنچا دیتے ہیں۔ غرض بچہ دانی اور دوسرے آلات و آلات کے عجائبات بھی اسی طرح حیرت انگیز ہیں اور ظاہری و باطنی قوتیں اور حواس مثلاً بصر، سماعت، عقل، علم اور ایسی دوسری چیزیں جو آدمی کے لیے پیدا کی ہیں، کچھ کم حیران کن اور تعجب خیز نہیں ہیں۔

خدا کی شان اگر کوئی مصور دیوار پر ایک خوبصورت تصویر بنائے تو تجھے اس کی استاد



غرقِ حیرت کر دیتی ہے اور تو اس کی تعریفوں کے پل باندھنے لگتا ہے لیکن دوسری طرف یہ جانتے کے باوجود کہ ایک قطرہ پانی سے کیسے کیسے ظاہری اور باطنی نقش و نگار (اس مصوٰۃ حقیقی نے) پیدا کر دیے ہیں اور لطف یہ کہ نہ اس کا قلم دکھائی دیتا ہے اور نہ وہ نقاش خود ہی کہیں دکھائی دیتا ہے، تجھے کسی قسم کا تعجب یا حیرانی ہرگز نہیں ہوتی اور اس نقاش کی عظمت تجھے حیرت میں نہیں ڈالتی اور اس کا کمال بے پناہ اور عظم لا متناہی تجھے تعجب و ششدر نہیں کرتا اس کی صنعت گری تیرے ہوش و حواس کو متاثر نہیں کرتی۔ اس کی شفقتِ کاملہ اور رحمتِ تمام پر تجھے تعجب نہیں ہوتا کہ کس طرح رحمِ مادر میں تجھے غذا بہم پہنچاتا رہا۔ حالانکہ اس وقت تیرے کھلے ہوئے منہ میں اگر خونِ حیف ایک خاص مقررہ انداز سے سے ذرا بھی زیادہ تیرے مدہ میں داخل ہو جاتا تو تیرا خاتمہ وہیں رحمِ مادر ہی میں ہو جاتا۔ پس تیری نافرمانی کے ذریعے غذا سیدھی تیرے مدہ تک پہنچاتا رہا۔ اور پھر جب تو اس مقام (رحمِ مادر یعنی بچہ دانی) سے باہر آگیا (بلکہ لے آیا گیا) تو نافرمان کو بند کر کے تیرے منہ کو کھول دیا گیا کہ تیری ماں تجھے بقدر ضرورت غذا بہم پہنچائے اور اس وقت تیرا جسم چونکہ بچہ نحیف و نزار اور کمزور و ناتواں تھا، اور ثقیل و طاقتور غذاؤں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے ماں کے دودھ کو تیری غذا بنا دیا جو کہ نہایت ہی لطیف اور ہلکی پھلکی غذا ہے۔ ماں کے سینے میں پستان پیدا کر دیے اور ان کے آگے ٹونٹیاں سی رگادیں تاکہ انھیں منہ میں لے کر دودھ کھینچ کر پیے نہ یہ کہ وہ دودھ بیک بار تیرے منہ میں (ورسے) بھرتا چلا جائے جس کی تُو تاب بھی نہ لاسکے۔ اور پھر گویا ایک دھوبی کو اس کے سینے میں بٹھا دیا جس کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ چھاتیوں تک پہنچنے والے سرخ خون کو صاف کر کے سفید دودھ میں تبدیل کر دیا کرے جو انتہائی لطیف اور پاکیزہ شکل میں تجھے تک پہنچتا رہے۔ اور تیری محبت کو تیری ماں پر یوں مسلط کر دیا کہ اگر تو ایک لمحہ کے لیے بھی بھوکا رہ جائے تو اس پر صبر و قرار گویا حرام ہو جائے اور بے چین و مضطرب سی ہونے لگے۔ چونکہ دودھ پینے کے لیے دانتوں کی ضرورت نہ تھی اس لیے ایک خاص مدت تک تیرے دانت

پیدا نہ کیے تاکہ تُوں کے سینے کو زخمی نہ کرتا ہے اور پھر تجھ میں کھانے پینے کی قوت پیدا ہوگئی تو دانت بھی عطا فرمادیے تاکہ سخت طعام کھانا بھی تیرے لیے آسان ہو جائے۔ تو پھر اس شخص کو اندھانہ ہوگے تو اور کیا ہوگے جو یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور ان کے خالق کی عظمت سے مدہوش نہیں ہو جاتا اور اس کے لطفِ بے پایاں اور شفقتِ کاملہ پر محو حیرت نہیں ہوتا اور اس کے جلالِ اجلال کا عاشق نہیں ہو جاتا؟

زہے وہ بد بخت حیوان صفت اور ناقص انسان جو ان عجائبات میں تنکدہ نہیں کرتا۔ تُوں ہے اس پر جسے اپنے بدن کی ساخت پر حیرت نہیں ہوتی۔ افسوس ہے اس پر جو اس عقل کو فضول گنوا رہا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور جو دنیا بھر کی تمام اشیاء سے قیمتی ہے۔ افسوس ہے اس پر جسے اس کے سوا کچھ پتہ نہ ہو کہ بھوک لگی تو پیٹ بھر لیا اور غصے کا بھوت سوار ہوا تو کسی سے گتھم گتھا ہو لیے اور حیوانوں کی طرح گلشنِ معرفت کے رنگارنگ نظاروں سے بے خبر اور محروم ہی رہے جو حق تعالیٰ نے اس کے لیے دیکھ خود اس کے اندر پیدا کر رکھے ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ایک دفعہ

### خور طلب بات

سکندر اعظم نہایت ہی آباد و خرم ملک میں پہنچا۔ وہاں ایک گورستان سے اس کا گزر ہوا جس میں ہر قبر کے سر پر ایک پتھر لگا تھا اور پتھر پر مدفون کی عمر لکھی ہوئی تھی، کسی کی دو سال، کسی کی چار سال اور کسی کی دس سال، حتیٰ کہ دس سال سے زیادہ کسی کی عمر نہ تھی۔ سکندر اعظم کو تعجب ہوا کہ یہ لوگ انتہائی کم عمر ہیں۔ چنانچہ وہاں کے لوگوں نے اسے بتایا کہ ان مردوں کی عمریں بہت لمبی تھیں مگر ہمارے نزدیک صرف وہی عمر قابلِ شمار ہوتی ہے جو یادِ الہی میں صرف ہو لہذا ان کی عمریں ان کی عبادت کے مطابق لکھی گئی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ زمین پر نگاہ ڈال اور دیکھ کہ کس طرح اسے تیرا فرش بنادیا ہے اور چار سو اسے کس قدر فراخ، وسیع اور کشادہ بنادیا ہے کہ تو جہاں تک نگاہ کرے



اور جس طرف بھی نظر دوڑائے اس کے کناروں تک رسائی دشوار ہے۔ اور پھر اس کے اوپر پہاڑوں کو گویا میخوں کی طرح جڑ دیا کہ اس کا توازن قائم ہے اور تو اپنے قدم اس پر جما سکے (اور ٹکھڑانے نہ پائے) اور زمین اپنی جگہ سے نہ ٹل سکے اور سخت پتھروں کے نیچے سے دریا اور ندیاں جاری کر دیں کہ جن میں پانی مسلسل رواں رہتا ہے اور روئے زمین پر بہتا رہتا ہے اور اس کا باقاعدہ اور بتدریج بہاؤ اس لیے ہے کہ سخت (اور بھاری بھر کم) پتھروں نے اسے قابو کر رکھا ہے ورنہ ایک ہی بار امڈ پڑے تو دنیا غرق آب ہو جائے یا مزارع کی زمین کو آہستہ آہستہ سیراب کرنے کے بجائے دفعۃً کھیتوں میں بھر جاتا اور پھر موسم بہار پر غور کر دو کہ وہ زمین جو گندی مندی مٹی ہوتی ہے بارش کے آنے سے کس طرح اس میں جان سی پڑ جاتی ہے اور وہ اس مغل کی طرح ہو جاتی ہے جو ہفت رنگ نہیں بلکہ ہزار رنگ ہو۔ اور اس نباتات پر غور کرو جو بارش سے پیدا ہو جاتی ہے، کہیں سبزہ ہے کہیں پھول ہیں کہیں کلیاں ہیں۔ اور ہر کسی کا رنگ جدا اور جدا صورت ہوتی ہے اور وہ بھی یوں ایک سے ایک خوشنما اور ایک سے ایک خوش رنگ۔

پھر درختوں، پودوں اور اشجار کو دیکھو اور ان پر لگنے والے پھلوں پر غور کرو، کتنا حسن و جمال ہے ان پر۔ پھر پھل کا ذائقہ جدا و خوشبو بھی جدا۔ اور ہر ایک کے اپنے اپنے فائدے ہیں بلکہ ان بڑی بوٹیوں پر غور کرو جنہیں تم فصول اور بے کار سمجھتے ہو اور جن میں سے بیشتر ایسی ہیں جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔ ان میں عجیب و غریب فوائد مضمین ہیں اور ان کے ذائقہ و تاثیر کا یہ حال ہے کہ کوئی کرطوی ہے تو کوئی سیٹی اور کوئی ترش اور کھٹی۔ ایک ایسی کہ اس کے کھانے سے آدمی بیمار ہو جائے تو دوسری ایسی کہ بیمار بھی ہو تو صحت یاب و تندرست ہو جائے، ایک زندگی کی حفاظت کرنے والی تو دوسری زہریلی اور ہلاک کن، کوئی صغرا کی تحریک کا باعث تو کوئی اس کو دور کرنے والی کوئی ایسی کہ سوداوی اثرات کو رگ پٹھوں سے چُن چُن کر نکال دے، اور کوئی ایسی جنون انگیز کہ اچھے بھلے کو سوداوی کر دے، کسی کی تاثیر گرم تو کسی کی سرد اور کسی

کی خشک تو کسی کی تر۔ کوئی خواب آور اور کوئی نیند کی دشمن۔ کسی کے کھانے سے دل کی کلی  
شگفتہ ہو جائے اور کسی سے پڑمردگی و اندوہ طاری ہو جائے، کوئی انسانوں کی غذا تو کوئی  
حیوانوں کی خوراک، کوئی چوپایوں کا چارہ تو کوئی پرندوں کا دانہ، غرض دیکھو تو سہی کہ ان کی تعداد  
کے ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور ہر ایک میں بیشمار عجائب پوشیدہ و آشکار ہیں؛ تاکہ تمہیں  
حق تعالیٰ کے کمال قدرت کا کچھ تو اندازہ ہو۔ حق تو یہ ہے کہ اگر ان میں تفکر کریں تو لوگوں  
کی عقلیں ششدر ہو جائیں، اور کیا عجب کہ مدہوشی کا شکار ہو جائیں اور ان کی نہایت و انتہا  
کا اندازہ محال ہے۔

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ وہ بیش بہا اور نادر و کمیاب امانتیں ہیں جو حق تعالیٰ نے  
پہاڑوں کے اندر نیچے پنہاں کر رکھی ہیں۔ جن کو معدنیات کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں، ان  
میں سے بعض تو آرائش و زیبائش کے لیے ہیں مثلاً سونا چاندی، ہیرے جواہرات، فیروزہ  
یا قوت، زمرد، بلور اور ایسی ہی دیگر ہم جنس قیمتی معدنیات۔  
اور بعض وہ ہیں کہ برتن باسن بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں، مثلاً نوٹا، تانبا، پتیل  
اور کانسی، قلعی اور سکہ وغیرہ۔

اور بعض وہ ہیں جو دوسرے مختلف کاموں میں استعمال ہوتی ہیں مثلاً نمک، گندھک اور  
شورہ وغیرہ۔ ان میں سے (کہنے کو) کمترین درجہ نمک کا ہے لیکن یہی وہ چیز ہے جو کھائے  
پئے کو مہضم کرتی ہے۔ اور اگر کسی شہر یا آبادی میں یہ دست یاب نہ ہو تو کھانے کا سارا مزہ بکرا  
بلکہ تباہ ہو کر رہ جائے اور نہ صرف کھانے بے لذت ہو جائیں بلکہ لوگ بیمار بھی ہو جائیں اور  
وہ بھی کچھ اس طرح کہ ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو۔

پس ذرا لطف و کرم الہی پر نظر غور تو ڈالیں کہ کھانا یا پائے خود غذا ضرور ہے اور وہ بھی  
اسی کی عنایت ہے لیکن چونکہ اسے مزیدارا و لذیذ بنانے کے لیے بھی ایک خاص چیز کی ضرورت تھی  
اس لیے وہ بھی افراط سے پیدا کر دی (تاکہ اس کی کمی یا کمیابی کی شکایت نہ رہے) اور چونکہ اسکی



مقدار بھی زیادہ درکار تھی اس لیے اس کو بنایا بھی ایسی چیز سے جو بہت مقدار میں ہوتی ہے۔  
یعنی اس صاف پانی سے جو بارش کی صورت میں برستا ہے اس سے نمک کو پیدا کیا اور وہ  
یوں کہ بارش کا یہی پانی جب زمین کے نیچے جمع ہو جاتا ہے تو اس کا ایک حصہ نمک میں  
تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور یہ عجائبات بھی اپنی تعداد اور رنگارنگی کے اعتبار سے اُن گنت اور  
بے شمار ہیں۔ (یکم - ص ۱۰۰)

# آدابِ سنت

حضرت علیؓ کی پیاری پیاری سنتیں یعنی کھانے، سونے، چلنے،  
بیٹھنے، اٹھنے غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر عمل کرنے کے آداب اور سنت  
طریقہ جس پر عمل پیرا ہونے سے زندگی کا ہر لمحہ کا رُشاداب بن جاتا ہے۔

## عالمِ فقری

# باب

## ورع

ورع کا مطلب پرہیزگاری ہے۔ حرام و حلال کے سلسلہ میں مشتبہ رزق سے بچنا ورع کہلاتا ہے۔ اسلام میں حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی ظاہر ہے مگر ایسا رزق، یا کسب معاش جس کے بارے میں واضح نہ ہو آیا کہ وہ حلال ہے یا حرام یعنی شک ہو تو اس سے پرہیز اختیار کرنا اعمالِ تصوف میں ورع کہلاتا ہے۔ صوفیاء نے ورع کو اعمالِ عبادت میں شمار کیا ہے کیونکہ اللہ کا ولی بننے کے لیے حلال و حرام میں تمیز کرنا ضروری ہے لہذا رزق کو استعمال میں لاتے ہوئے اس امر پر کڑی نظر رکھنی چاہیے کہ کہیں حلال میں حرام تو شامل نہیں ہو رہا۔ لہذا جو شخص پرہیزگاری اختیار نہیں کرے گا اس کے لیے سلوک کا راستہ طویل ہوتا جائے گا اور اس کی منازل کے انوار و تجلیات اس وقت تک بجائیں گے جب تک وہ ورع اختیار نہیں کر لے گا۔

کثرتِ عبادت اور اللہ کا ذکر ہی اللہ کے قرب کا بنیادی ذریعہ ہے اس لیے عبادت میں کثرت کرنے والوں کے لیے حرام اور شبہ کی غذاؤں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اور رزق کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ جو استعمال والی چیز اپنی ملکیت میں ہو اور حلال ذرائع سے حاصل کی گئی ہو وہ حلال ہے۔ اور ایسی چیز جو کسی سے ناجائز طریقے سے حاصل کی جائے اور حقیقت میں وہ دوسرے کی ملکیت میں ہو تو وہ حرام ہے۔ کیونکہ حرام کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہر وہ شے جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ غیر کی ہے تو اس کا استعمال دست نہیں بلکہ پرہیزگاری کے خلاف ہے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔



اگر کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے میں شک ہو اور اس کے جواز یا عدم جواز دونوں جانب برابر ہوں، یہاں تک کہ تم اس حد تک شک میں پڑ جاؤ کہ حلت و حرمت کی طرف ترجیح نہ دے سکو تو یہ شبہ کی غذا ہے کیونکہ اس میں یہ بھی شبہ ہے کہ حرام ہو۔ اس غذا کا معاملہ مشتبہ ہے پھر جس کی حرمت واضح ہے اس سے اجتناب فرض ہے اور جس کی حرمت میں شبہ ہو اس سے پرہیز کرنا ورع ہے۔

صوفیاء نے کسبِ حلال حاصل کرنے کے سلسلہ میں ایک پابندی یہ عائد کی ہے کہ شک والے پیشوں اور ذرائع سے پرہیز کیا جائے اور ایسے ذرائع جن کے بارے میں یقین نہ ہو کہ کیا روزی کا راستہ حلال ہے یا حرام تو اس کو اختیار کرنے سے اجتناب کیا جائے کیونکہ رسول پاک کا ایک قول ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان چند امور مشتبہ ہیں۔ چنانچہ جس نے اس چیز کو چھوڑ دیا جس کے گناہ ہونے کا شک ہو تو وہ کھلے ہوئے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور گناہ ایک چراگاہ کی مانند ہیں جو شخص چراگاہ کے ارد گرد جاوے چرائے تو قریب ہے کہ اس چراگاہ میں داخل ہو جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ  
وَلَوْ أَنَّ خَبِيثَ كَثْرَةً الْخَبِيثُ ج  
فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ  
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ  
آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک چیزیں برابر  
نہیں ہو سکتیں اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی  
لگے۔ عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح  
پاؤ۔ (پ، مائدہ ۱۰۰)

حرام اور حلال ایک جیسا نہیں لہذا جس حلال میں حرام مل جائے تو وہ مشکوک ہو جائے گا اور وہ بھی پاکیزہ رزق نہیں ہے گا لہذا فلاح اسی میں ہے کہ ایسے مشتبہ رزق سے اجتناب کیا جائے۔

## ترغیب پر ہیزگاری

ورع یعنی پرہیزگاری کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات ہیں جن میں ورع اختیار کرنے اور شبہات سے اجتناب کرنے کی بہت ترغیب دی گئی ہے ان میں سے چند ارشادات حسب ذیل ہیں :-

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات یاد رکھی کہ شک و شبہ والی بات کو

**شک و شبہ چھوڑ دو**

چھوڑ کر غیر شک کو اختیار کرو۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

**ورع کا ایک واقعہ**

علیہ وسلم نے رات کے وقت اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اور اسے کھالیا تو آپ اس ساری رات نہیں سوئے۔ آپ کی بعض ازواج مطہرات نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آج تو ساری رات آپ بیدار رہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی اور اسے کھالیا اور ہمارے پاس صدقہ کی کھجوروں میں کچھ کھجوریں تھیں تو مجھے یہ ڈر ہوا ایسا نہ ہو کہ یہ انھی میں سے ہو۔

حضرت والید بن معبد فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ

**شبہ کیا ہے**

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تونہ کی کے متعلق پوچھنے

آیا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں! آپ نے فرمایا اپنے دل سے دریافت کر جس پر تیرا دل اور نفس مطمئن ہو جائیں (روہ نیکی ہے) اور گناہ وہ ہے جس سے تیرے نفس میں کھٹکا پیدا ہوا اور تیرے دل میں شبہ ظاہر ہوا اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں اگرچہ وہ تجھے فتویٰ

دیں۔ (دارمی، احمد)



## شبیہ کا ازالہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے انھوں نے ابوامامہ بن عزیزؓ کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہؓ اور اس عورت کو جس کے ساتھ اس نے شادی کی ہے (دونوں کو) دودھ پلایا ہے۔ عقبہؓ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے پہلے کبھی بتایا ہے۔ چنانچہ وہ سواری پر بیٹھ کر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت تیرے نکاح میں کیسے رہ سکتی ہے جبکہ یہ بات کہی گئی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسے جدا کر کے دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

## شبہات سے اجتناب

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے بیشک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، بہت سے لوگ انھیں نہیں جانتے۔ پس جس شخص نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنا دین اور عزت محفوظ کر لیا اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں چلا گیا جس طرح ایک چرواہا جو ممنوعہ چراگاہ کے ارد گرد چرتا ہے قریب ہے کہ اس ممنوعہ چراگاہ میں بھی چرانے لگے۔ سنو! ہر بادشاہ کے لیے کچھ ممنوعہ چراگاہیں ہوتی ہیں، سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہیں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو تمام جسم درست ہے گا اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے۔ سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کو مستقارب الفاظ کے ساتھ مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے۔)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں پڑی ہوئی ایک کھجور ملی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس کے صدقہ سے ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں

اسے کھالیتا۔ (بخاری)

**کمال و روع** | حضرت نافعؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اولین مہاجرین کے لیے چار ہزار اور اپنے بیٹے کے لیے ساڑھے تین ہزار (درہم) وظیفہ

مقرر فرمایا۔ عرض کیا گیا وہ بھی مہاجرین میں سے ہیں، آپ نے ان کا وظیفہ کم کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی تو ہجرت کی تھی، یعنی یہ ان لوگوں کی طرح نہیں

جنہوں نے انفرادی طور پر ہجرت کی۔ (بخاری)

**روع کی تعریف** | حضرت عطیہ بن عمروہ سعدیؓ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اس وقت تک پرہیزگار لوگوں

میں شمار نہیں ہوتا جب تک ان چیزوں کو ترک نہ کرے جن میں کچھ حرج نہیں تاکہ وہ حرج والے کاموں سے بچ سکے۔ (ترمذی)

**فتنوں میں عبادت کا درجہ** | حضرت معقل بن یسار کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فتنوں میں عبادت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ میری جانب ہجرت کرنا۔

**شک و شبہ کی مذمت** | حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک قوی

مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔ اور جو بھلائی دیکھو اس کے کرنے میں حرص کرو اس سے عاجز نہ بن جاؤ۔ اگر تم مجبور ہو جاؤ تو یہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہی مقدر کیا تھا اس نے جو چاہا کیا اور شک و شبہ کو چھوڑ دو کیونکہ شک و شبہ شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے

(ابن ماجہ)

**شبہ والی چیز کو ترک کر دو** | حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ سود کے متعلق آخری آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال



ہو گیا اور اس کی تفسیر ہمارے لیے بیان نہ فرمائی لہذا سود اور شبہ والی چیز کو چھوڑ دیا کرو  
(ابن ماجہ، دارمی)

**قرب قیامت کی علامت** | حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ آدمی پروا نہیں کرے گا کہ وہ جو حاصل کر رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام  
سے ہے۔ (بخاری)

**ورع کا مقام** | حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ورع اختیار کرو تو سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے  
(رسالہ قیشریہ)

**سرمایہ دین** | ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمھارے دین کا سرمایہ ورع ہے (کتاب التلمع)

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہر پر بیٹھ کر وضو فرمایا جب آپ وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ نے وضو سے بچا ہوا پانی نہر میں ڈال دیا اور فرمایا کہ خدائے بزرگ دربر ترسے پانی ان لوگوں تک پہنچائے گا جن کے لیے یہ نافع ہوگا  
حضرت نواس بن سہمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی حسن اخلاق کا نام ہے، برائی وہ ہے جو تیرے دل میں کلکے  
اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔ (مسلم)

**حضرت عمر بن خطابؓ کا طرز عمل** | حضرت عمر بن خطابؓ سے منقول ہے کہ ان کے پاس شام سے بیت المال کا تیل آیا۔

جو بڑے بڑے برتنوں میں تھا آپ نے اسے لوگوں میں بانٹنا شروع کیا۔ جیسا بھی پاس ہی موجود تھا۔ جب برتن فارغ ہوتا تو وہ اسے صاف کر کے بالوں پر مل لیتا۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر

فرمایا کہ تیرے بال مسلمانوں کے تیل کے بہت شوقین معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کہا اور ہاتھ پکڑ کر حجام کے پاس لے گئے اور بال منڈوا دیے اور فرمایا کہ اس کی نسبت یہ اچھا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہر شے کی کچھ حد ہے

**ورع تمام امور کی جڑ ہے** | ہوتی ہیں (جن کی حفاظت ضروری ہوتی ہے) اسلام

کی حدود و رُبع، تواضع، صبر اور شکر ہیں۔ ورع اور پیرہنیزگاری تو تمام امور کی اصل اور جڑ ہے۔ اور تواضع تکبر سے پاک صاف کرتی ہے۔ صبر آگ سے نجات دلاتا ہے۔ شکر

جنت دلا کر کامیاب کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو یہ بات شایان نہیں جس نے تقویٰ

حاصل کیا اور پیرہنیزگاری کی تراد میں اس کا وزن ہوا ہو اور پیرہنیزگار ہو کہ وہ کسی صاحب دنیا کے لیے ذلت گوارا کرے۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کمال ورع

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا **حضرت ابوبکر صدیقؓ** | ایک غلام تھا جو غلہ وغیرہ لایا کرتا تھا وہ ایک رات حضرت ابوبکرؓ کے پاس کھانا لایا آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا تھا تو غلام نے عرض کیا آپ کو کیا ہوا کہ آپ ہر رات تو مجھ سے دریافت کرتے تھے اور آج رات آپ نے دریافت نہیں کیا فرماتے لگے کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہوا۔ تو یہ کھانا کہاں سے لایا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرا زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گزرا ہوا اور میں نے ان کے لیے منتر کیا تھا انھوں نے مجھ سے کچھ دینے کا وعدہ کیا آج میرا گزراں لوگوں پر ہوا تھا ان کے یہاں شادی تھی تو ان لوگوں نے اس میں سے مجھے دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تو مجھے ہلاک کرنے کے قریب تھا اور اس کے بعد اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور قے کرنا چاہی مگر وہ کھانا نہ نکلا آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ



اس طرح نہ نکلے گا جب تک کہ آپ پانی نہ استعمال کریں گے۔ آپ نے پانی کا طشت منگایا اسے پیتے اور قے کرتے یہاں تک کہ وہ سارا کھانا باہر نکال دیا آپ سے عرض کیا گیا، خدا آپ پر رحم کرے یہ ساری مشقت ایک لقمہ کی وجہ سے آپ نے برداشت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر یہ میری جان بھی لے کر نکلتا تب بھی میں اس لقمہ کو نکالتا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جس جسم کی حرام سے پرورش ہوئی ہو، جہنم اس جسم کی زیادہ مستحق ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا ایسا نہ ہو کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پرورش پائے۔

**حضرت عمرؓ** | حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے دودھ پیا۔ وہ آپ کو پسند آیا اور بڑا عجیب معلوم ہوا۔ اس آدمی سے جس نے آپ کو پلایا تھا، دریافت فرمایا کہ یہ دودھ تمھارے پاس کہاں سے آیا؟ اس نے بتایا کہ اس کا ایک پانی کے کنارے گزر رہا وہاں صدقہ کے جانور تھے جنھیں لوگ پانی پلا رہے تھے انھوں نے میرے لیے ان جانوروں کا دودھ دودھ دیا۔ میں نے اسے اپنے مشکیزہ میں بھر لیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حلق میں انگلی ڈالی اور اس سب کو قے کے ذریعہ نکال دیا۔

**حضرت علیؓ** | حضرت شعبیؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ ایک روز کوفہ میں نکلے اور ایک دروازہ پر کھڑے ہو کر پانی طلب کیا آپ کے پاس ایک کنیز ایک لوطا اور دو مال لے کر نکلی آپ نے اس سے دریافت کیا اے کنیز! یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں درہم پر کھنے والے کا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ درہم پر کھنے والے کے کنویں سے پانی نہ پی اور چٹکی وصول کرنے والے کے سایہ میں سایہ مت پکڑ۔

**حضرت معاذ بن جبلؓ** | حضرت یحییٰ بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس دو بیویاں تھیں ان میں سے کسی ایک کے نمبر پر دوسری کے

گھر سے وضو کا پانی نہ لیتے تھے۔ اس کے بعد یہ دونوں عورتیں اس بیماری میں جو انھیں ملک شام میں لگی وفات پا گئیں (طاعون کی شدت کی وجہ سے) ہر شخص اپنی فکر میں پریشان تھا لہذا یہ دونوں ایک ہی قبر میں دفن کی گئیں۔ حضرت معاذؓ نے اس باسے میں بھی قرعہ اندازی کی کہ ان میں سے کوئی قبیلہ کی طرف رکھی جائے۔

یہی روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ کی دو بیویاں تھیں جب ان میں سے کسی ایک کے یہاں ہوتے تو دوسری کے گھر سے پانی تک نہ پیتے۔

حضرت طاؤسؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی  
**حضرت ابن عباسؓ کی روایت احتیاط** | دے کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہے تھے اور ہم سب موقف میں ٹھہرے ہوئے تھے ان میں سے ایک آدمی نے کہا کیا آپ کو پتہ نہیں کہ کورج کا وقت آگیا ہے، تو حضرت ابن عباسؓ بول پڑے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کے تلبیہ میں خلل واقع نہ ہو (لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کی اس احتیاط پر بڑا تعجب کیا۔)

## اقوال و آثار

آپ کا فرمان ہے کہ یا اللہ! مجھے صحیح راستہ دکھا  
**حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان** | حق کی پیروی کی توفیق عطا فرما، مجھے باطل کی پہچان اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ حق و باطل کو میرے اوپر شتیر نہ کرنا ورنہ نفسانی خواہشات کے زیر اثر ہو جاؤں گا۔

حضرت ابوبکر شیبلیؓ نے فرمایا ہے کہ دس عیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے پرہیز کیا جائے یعنی ہر وقت اسی کی طرف توجہ رکھی جائے۔



حضرت اسحاق بن خلع کا قول ہے کہ گفتار میں پرہیزگاری، سونے اور چاندی میں پرہیزگاری سے زیادہ سخت ہے اور ریاست سے زہد کرنا سونے اور چاندی کے زہد سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ تو تو سونے اور چاندی کو ریاست کی خاطر خرچ کر دیتا ہے۔  
یعنی بن معاذؓ فرماتے ہیں، ورع یہ ہے کہ بغیر کسی قسم کی تاویل کے علم کی حد پر کھڑا رہے۔

ابو عثمانؓ فرماتے ہیں، ورع کا ثواب حساب میں آسانی ہونے کی صورت میں ملے گا۔  
ابو سلیمان دارانیؓ فرماتے ہیں، ورع زہد کی ابتدا ہے بعینہ اسی طرح جس طرح عتقا رضا کا ایک کنارہ یا حد ہے۔

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں میرے لیے ورع سے بڑھ کر کوئی چیز آسان نہیں۔ جب بھی مجھے کسی چیز میں شک ہو جائے اسے بلا تردد ترک کر دیتا ہوں۔

ابو سعید خدریؓ نے ورع کے بارے میں فرمایا ہے، ورع یہ ہے کہ لوگوں پر تم سے ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہونے پائے اور یہاں تک کہ کبھی کوئی تیرے خلاف ظلم یا کسی زیادتی کی دہائی نہ دے۔

سفیان ثوریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ورع سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دو۔

ورع کی دو قسمیں ہیں، ایک ظاہری ورع، وہ یہ ہے کہ انسان حرکت کرے تو صرف اللہ کے لیے۔ دوسرے باطنی ورع جو یہ ہے کہ تمہارے دل میں اللہ کے سوا کوئی اور داخل ہی نہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ جو شخص دین میں باریک بین ہوگا قیامت میں اس کا مرتبہ بڑا ہوگا۔  
معروف کرخیؓ فرماتے ہیں کہ جس طرح تو اپنی زبان کو مذمت سے بچاتا ہے، اسی طرح مدح سے بچا۔

محمد بن سیرینؒ جب کسی چیز کو مشتبہ دیکھتے تو اسے بالکل ترک کر دیتے اگرچہ سارا

بیت المال ہی ہو۔

ابن الجلاءؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں محتاجی کی حالت میں تقویٰ نہ ہو وہ قطعی حرام کا مال کھائے گا۔

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں جو شخص ورع کی باریکیوں میں غور نہیں کرتا وہ اللہ کے بڑے عطیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

بشر بن الحارثؒ فرماتے ہیں کہ سخت ترین کام تین ہیں، محتاجی میں سخاوت، خلوت میں پرہیزگاری۔ اور جس شخص سے مہلائی کی امید یا برائی کا ڈر ہو اس کے سامنے کلمہ حق کہنا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول | حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ ہم ستر قسم کی حلال اور جائز باتوں کو اس خوف سے چھوڑ دیا کرتے تھے کہ کہیں کسی حرام بات میں پھنس نہ جائیں۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول | حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ وہ فقہ اور علم بے کار ہے جس میں ورع نہ ہو جیسے وہ نماز کچھ نہیں جس میں خشوع نہ ہو اور وہ مال کچھ نہیں جس میں سخاوت نہ ہو۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے | حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا قول ہے ورع دین کی اصل بنیاد ہے کہ ورع دین کی اصل بنیاد ہے اس لیے ورع اختیار کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کیونکہ اس میں ظاہر و باطن کی عافیت ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد | فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ جو چیز تجھے کسی طرح کے شک و شبہ میں مبتلا کرے اسے چھوڑ دے۔ پس یہ اصول یقینی طور پر رزقِ حلال اختیار کرنے اور حرام سے



بچنے کے لیے نہایت اہم اور قابل عمل ہے اور ہوتا یہ چاہیے کہ ہر وہ چیز جس کی حلت و حرمت کے متعلق تیرے دل میں تذبذب اور بے اطمینانی ہو، وہ تیرے نزدیک ایسی ہو جائے کہ گویا وہ موجود ہی نہیں۔ ایسے حالات میں تو درگاہِ خداوندی کی طرف رجوع کر اور اپنے پروردگار سے رزقِ حلال کا طلبگار ہو۔

**حق تعالیٰ کی رضامندی** | شیخ خواصؒ سے ورع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ورع یہ ہے کہ بندہ

حق خواہ غصہ کی حالت میں ہو یا رضامندی کی حالت، حق بات کے سوا اور کچھ منہ سے نکالے اور اس کی ساری جدوجہد محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہو۔

**حضرت ابو عبد اللہ انطاکی کا قول** | حضرت عبد اللہ انطاکیؒ فرماتے تھے کہ گناہِ صغیرہ کو حقیرہ جانو کیونکہ گناہ کو

حقیرہ جاننا ترکِ ورع کی سیڑھی ہے۔

**حقیقی ورع** | یونس بن عبیدؒ فرماتے تھے کہ حقیقی ورع شبہات سے نکلنے اور ہر ہر قدم پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کا نام ہے جو شخص یہ نہیں

کرتا وہ متورع نہیں۔

**حضرت اصمعی کا قول** | حضرت اصمعیؒ فرماتے تھے کہ فقہاء میں سے جس نے مشتبہ امور کی رخصت طلب کی اس کا علم جہنم کا

توشہ ہے۔

**حضرت یونس بن عبید کا قول** | یونس بن عبیدؒ کسی تعجب انگیز چیز کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے جلال کے خیال سے سبحان اللہ

کہنے سے دکتے۔

**مغیرہ بن شعبہ کا طریقہ** | مغیرہ بن شعبہؒ جب پھیری والوں سے کوئی چیز خریدتے

تو چلنے والوں کی دقت کے خیال سے راستہ سے ایک طرف کھڑے ہو جاتے اور اس سے سودا خریدتے۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول | حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے اگر تم روزے

رکھو یہاں تک کہ شوکھ کرتا رہیں جاؤ، اور اتنی نمازیں پڑھو کہ شوکھ کرتا ہو جاؤ تو تمہیں اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا جب تک کہ تمہارے پاس خالص ورع نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل ورع و زہد اللہ کے ہم نشین ہوں گے۔

شیخ ابونصر سراج کا قول ہے کہ اہل ورع کے تین طبقے | اہل ورع کے طبقے ہیں۔ ایک وہ جو شبہات سے اجتناب کرتا ہے اور

یہ شبہات حلال و حرام کے واضح احکامات یا مبہم احکامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل ورع کا دوسرا طبقہ ہر اس شے سے اجتناب کرتا ہے جس سے ان کا قلب دوری پا ہے اور جسے اختیار کرنا انہیں ناگوار ہو۔ یہ مقام صرف اہل تصدیق اور اہل بابِ قلوب (اہل دل) کو حاصل ہوتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔

اہل ورع کا تیسرا طبقہ عارفین و واجدین کا ہے ان کے ورع کی کیفیت کے بارے میں ابوسلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ تو ہر اس چیز کو بُرا سمجھے جو تجھے اللہ سے دور کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی | اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میرا قرب

پانہنے والے پہ پہنیز گاہی اور زہد سے بڑھ کر کسی اور چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔



## حکایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان سے گزرے۔ آپ نے ایک مردہ شخص کو آواز دی، اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے؟ عرض کی میں مزدور تھا اور لوگوں کا بوجھ اٹھا کر لے جایا کرتا تھا، ایک دن ایک شخص کا ایندھن اٹھا کر لے گیا جس سے میں نے ایک خلال توڑ کر اس سے دانتوں کا خلا کیا تھا۔ جب سے مرا ہوں اس کا مجھ سے مطالبہ ہو رہا ہے۔

شیخ خواصؒ فرماتے ہیں کہ درع خوف کی نشانی  
درع خوف کی نشانی ہے | ہے اور خوف خدا شناسی کی علامت ہے اور

معرفت قربت حق کی دلیل ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے تھے کہ ہم حلال  
حضرت عمرؓ کا طرز عمل | کے نقصے چھوڑتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں حرام میں

گرفتار نہ ہو جائیں۔

اسلاف کی عادت تھی کہ اگر کسی جگہ ان کا دینار گر پڑے  
اسلاف کی عادت | اور اس کی تلاش میں وہاں جائیں اور دینار کو پڑا دیکھیں  
 تو اسے نہ اٹھاتے اور خیال کرتے کہ ممکن ہے کسی اور کا گمراہ ہو اور میرا کسی اور نے  
 اٹھا لیا ہو۔

حضرت ضحاکؒ فرماتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں  
حضرت ضحاکؒ کا قول | جو درع سیکھا کرتے تھے اور اس کے سیکھنے میں تین تین

مہینے یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک سفر اختیار کرتے تھے لیکن آج کل کوئی اس کو طلب  
 نہیں کرتا اگر یہ بتلایا بھی جائے تو بھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

حضرت ابن سہاکؒ فرماتے تھے کہ جس نے علم کو بغیر عمل  
حضرت ابن سہاکؒ کا ارشاد | کے طلب کیا اسے کایہ شہ ۱۱ بلس۔

ریاست کا طالب ہوا اس کا رہبر فرعون ہے اور جس نے ورع تلاٹل کیا اس کے امام انبیاء اور اصفیاء علیہم السلام ہیں۔

**حضرت امیر کلال کا واقعہ** | اکابر بزرگان سے ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ فرماتی

ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے جو حمل میں ہے۔ اس کے بعد کھانے میں بہت احتیاط کرنے لگی اور اس کی ولادت کی منتظر رہی۔

**حضرت بشر حافی کا واقعہ** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بشر حافی کو ایک دعوت پر بلایا گیا اور جب ان کے سامنے کھانا چٹا گیا تو باوجود کوشش کے ان کا ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ سکا۔ انھوں نے تین بار کوشش کی مگر بے سود۔ ایک شخص نے جو اس راز سے آشنا تھا، میزبان سے کہا کہ اس طرح کے بلکھا صوفی کو حرام یا مشکوک طعام پر بلانا مناسب نہیں تھا۔

**کمال درجے کی پرہیزگاری** | شیخ ابو زرۃؒ بحوالہ شیوخ شیخ ابن جلاز سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں کہ جو مکہ معظمہ میں بیس سال سے مگر انھوں نے زمزم کا صرف وہی پانی پیا جو انھوں نے اپنے مشکینے میں اپنی رسی اور ڈول سے بھر لیا تھا اور اسی طرح وہ انھوں نے وہ کھانا کھایا جو شہر سے لایا جاتا۔

**مالک بن دینار کا واقعہ** | کہتے ہیں کہ مالک بن دینار چالیس سال بصرہ میں مقیم رہے مگر انھوں نے بصرہ کی ایک کھجور کھانا بھی درست نہ سمجھا یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی اور انھوں نے بصرہ کی ایک کھجور بھی نہیں چکھی۔ ان کا



دستور تھا کہ جب تازہ کھجوروں کا موسم گزر جاتا تو کہتے اے بھرہ والو! یہ میرا پیٹ ہے اس میں سے کچھ کم نہیں ہوا اور نہ تم میں کچھ زیادتی ہوئی ہے۔

**ہمیت میں کمی کی وجہ** | حضرت علی عطارؓ فرماتے ہیں کہ میں بھرہ کی ایک سڑک سے گزرا وہاں بچے کھیل رہے تھے اور بوڑھے بیٹھے ہوئے

تھے۔ میں نے بچوں سے کہا کیا تمہیں ان بزرگوں سے شرم نہیں آتی؟ ان میں سے ایک بچے نے جواب دیا کہ چونکہ ان بزرگوں کی پرہیزگاری میں کبھی واقع ہو گئی ہے اس لیے ان کی ہمیت بھی کم ہو گئی ہے۔

**دین کا دار و مدار** | ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بھری مکہ میں گئے اور وہاں حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک بچے کو کعبہ سے پیٹھ لگائے لوگوں

کو وعظ کرتے دیکھا۔ حسن بھری کھڑے ہو گئے اور بچے سے پوچھا کہ دین کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ بچے نے جواب دیا، پرہیزگاری پر، پھر پوچھا کہ دین کی اُفت کس چیز میں ہے جواب دیا طمع میں۔ پس کہ حضرت خواجہ حسن بھری بڑے حیران ہوئے، پھر آپ نے فرمایا صحیح پرہیزگاری ایک ذرہ بھر بھی ہو تو وہ نماز روزہ کے ایک ہزار مثقال سے بہتر ہے۔

**ورع کی باریکی** | حضرت کہسریؒ کہتے ہیں کہ میں ایک گناہ کا بیٹھا جس کی وجہ سے چالیس سال سے رورہا ہوں۔ بات یوں ہوئی کہ میرا ایک بھائی

میری ملاقات کو آیا۔ میں نے اس کے لیے ایک دانق (داناگ) کی تلی ہوئی مچھلی خریدی۔ جب وہ مچھلی کھا چکے تو میں نے اپنے ایک پڑوسی کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا لیا جس سے انھوں نے ہاتھ صاف کر لیا اور میں اس کی اجازت نہ لے سکا۔

**قلبی قساوت** | حضرت ابو بکر دقاقؓ فرماتے ہیں کہ میں پندرہ دن تک بنی اسرائیل کے بیایان میں حیران پریشان پھرتا رہا۔ پھر جب راستہ پر

آیا تو مجھے ایک فوجی ملا جس نے مجھے پانی پلایا اور جس کی وجہ سے میرا دل میں سال تک

قلبی قساوت میں مبتلا رہا۔

کسی نے حضرت سنیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دو پر لگے  
**ورع کا اجر** ہوئے ہیں اور جنت میں ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت  
پر جاتے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیونکر ملا؟ فرمایا پرہیزگاری کے  
سبب ملا ہے۔

حسان بن ابی سنانؓ کی عادت تھی کہ یہ نہ  
**ورع اختیار نہ کرنے کا نتیجہ** توجہت لیٹا کرتے تھے اور نہ مرغن (سمیں)  
کھانا کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ اسی طرح ساٹھ سال گزار دیے۔ موت کے بعد  
انہیں کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ نے تجھ سے کیا برتاؤ کیا؟ فرمایا اچھا برتاؤ  
کیا۔ مگر یہ کہ میں نے ایک سوئی عاریتہ لی تھی اور میں نے اسے واپس نہیں کیا تھا جس کی  
وجہ سے مجھے جنت میں جانے سے روکا گیا ہے۔

حسان بن ابی سنانؓ، حسن بھریؓ کے شاگردوں کے پاس  
**سخت مشکل چیز** آکر کھڑے ہوئے اور پوچھا تمہیں کوئی چیز سخت مشکل  
معلوم ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا ورع و مختبر چیزوں سے پرہیز کرنا۔ فرمانے لگے کہ  
میرے لیے تو یہ بہت آسان ہے، پوچھا کیسے؟ فرمایا چالیس سال ہونے کو لٹے میں نے  
تمہاری نہر کا پانی نہیں پیا۔

حضرت عبدالواحد بن زید کا ایک لڑکا تھا جس نے برسوں اس کی خدمت کی  
**حکایت** اور چالیس سال تک عبادت کرتا رہا۔ یہ لڑکا ابتدا میں وزن کرنے کا کام  
کرتا تھا۔ مرنے کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے تم سے کیا برتاؤ کیا؟  
جواب دیا اچھا برتاؤ کیا مگر میں جنت میں جانے سے روک دیا گیا۔ میرے ذمے پیمانے کے  
غبار کے چالیس پیمانہ بھر وزن نکالا گیا ہے۔



**حکایت** | کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے کپڑے کا ایک ٹکڑا شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی قمیص پر سیاہ کیا۔ جس کی وجہ سے مدت تک اس نے اپنے دل کا سکون نہ پایا یہاں تک کہ اسے یاد آیا کہ اس کی وجہ تو کپڑے کا ٹکڑا ہے جو میں نے شاہی مشعل کی روشنی میں سیاہ تھا اس پر اس نے قمیص بھاڑ ڈالی تو پھر اسے دل کا سکون مل گیا۔

**عملی طور پر ورع اختیار کرو** | ایک بار ابو سعید خدریؓ نے ورع کے متعلق گفتگو کی۔ اتفاقاً عباس بن المہدی کا ادھر سے گزر ہوا، کہا اے ابو سعید! تجھے شرم نہیں آتی؟ تو ابوالدوانیق کی چھت کے نیچے بیٹھا ہے اور نہ بیدہ کے حوض سے پانی پیتا ہے اور کھوٹے درمہوں سے لین دین کرتا ہے اور پھر بھی ورع پر گفتگو کرتا ہے۔

**حکایت** | ابو عثمان حیریؓ سے ورع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ابو صالح حمدون اپنے ایک دوست کے پاس اس کی حالت نزع میں موجود تھے جب وہ شخص مر گیا تو ابو صالح نے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اب تک چراغ کے تیل کا مالک وہ خود تھا مگر اب یہ تیل اس کے وارثوں کا ہے لہذا کوئی اور تیل لاؤ تب چراغ جلاؤں گا۔

**حضرت عمر بن عبد العزیزؓ** | کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس مالی غنیمت کی کستوری لاکھ لگی تھی تو انھوں نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کہ ان کی خوشبو ہی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور میں پسند نہیں کرتا کہ میں اکیلا اس کی خوشبو سونگھوں۔

**حضرت امام احمد بن حنبلؒ** | حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے مکہ میں تانبے کا ایک برتن (سطل) ایک سبزی فروش کے پاس گروی رکھا جب انھوں نے اسے چھڑانا چاہا تو سبزی فروش دو برتن نکال کر لے آیا اور کہا جو نسا چاہو

لے لو۔ احمد فرماتے ہیں میں اپنا برتن پہچان نہیں سکتا۔ لہذا کہا یہ برتن بھی تیرا ہے، اور یہ درہم بھی تیرے ہیں۔ اس پر سبزی فروش نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے۔ میں تو صرف آپ کو آزمانا چاہتا تھا آپ نے فرمایا اب میں اسے نہ لوں گا۔ اور برتن اس کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔

نخعیؒ نے ایک سواری کا جانور کرایہ پر لیا۔ راستہ میں ان کا کوڑا اٹا تھا سے  
**حکایت** | گر پڑا۔ آپ نے اتر کر سواری کو باندھا اور واپس آ کر کوڑا اٹھایا تو کسی  
 نے عرض کی کہ کاش آپ جانور کو واپس لے آتے اور جہاں کوڑا اگر ہے وہاں سے اٹھا  
 لیتے۔ فرمایا میں نے جانور اس شرط پر کرایہ پر لیا تھا کہ اس طرف جاؤں گا نہ کہ اُس طرف۔  
 کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک قیمتی جانور کھلا چھوڑ دیا اور خود  
**حکایت** | ظہر کی نماز پڑھنے لگ گئے۔ جانور شاہی کھیتوں میں چرتا رہا۔ اس پر  
 ابن مبارکؒ نے اس جانور کو اس شخص کے پاس چھوڑ دیا جس کے قبضے میں وہ کھیت تھے  
 اور پھر اس پر سوار ہونا پسند نہ کیا۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اس میں بٹھکر  
**حکایت** | وہ رقعہ لکھا کرتا تھا۔ اس نے حروف کو سکھانے کے لیے دیوار سے  
 مٹی لینا چاہی مگر فوراً دل میں خیال آیا کہ مکان تو کرایہ کا ہے۔ پھر خیال آیا کہ اتنی سی بات  
 سے کیا ہوتا ہے۔ لہذا اس نے حروف پر دیوار سے مٹی لے کر ڈال دی۔ اس پر اس  
 نے غیب سے ایک ندا سنی، اتنی سی مٹی کو حقیر جاننے والے کو کل قیامت کو معام ہو جائے گا کہ  
 اس کا حساب کس قدر لمبا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ مرو سے شام صرف  
**حضرت ابن مبارکؒ کا کردار** | اس غرض سے آئے کہ ان کے پاس ایک عاریت  
 لیا ہوا قلم تھا جس کو انھوں نے واپس نہ کیا تھا۔



**حضرت سہل بن عبداللہ کا قول** | حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں جس شخص کا ساتھ پرہیزگاری نہ دے وہ اگر سالم باقی کھا جائے تو بھی سیرۂ ہوگا۔

**حضرت بکر بن عبداللہ کی پرہیزگاری** | حضرت بکر بن عبداللہ المزنی اپنے چچت کا پرنا کسی پر کرنے کے خیال سے راستے کو چھوڑ کر اپنے گھر کے اندر رکھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک بلی مر گئی تو آپ نے اسے گھر میں گرٹھا کھود کر دفن کر دیا اور باہر ڈھیر پر نہ پھینکا کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ ہو۔

**مشتبہ مال نہ لو** | حضرت فضیل بن عیاض فرماتے تھے کہ تم مکہ کی طرف مشتبہ مال لے کر سفر نہ کرو۔ کیونکہ حرام یا مشتبہ مال کا ایک دانگ بھی رد کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پانچ سو حج سے جو مشتبہ مال سے ہو، بہتر ہے۔ حضرت یزید بن درتج نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کا بہت سا مال متروک نہ لیا اور فرمانے لگے کہ مجھے اس کے پیشہ کی حلت میں شک ہے کیونکہ وہ اُمراء کے پاس اشیاء بیچا کرتا تھا۔

**حضرت طلحہ بن مصوف** | حضرت طلحہ بن مصوف جب کوئی دیوار یا ٹیٹھی کھڑی کرتے تو اس کو اپنی طرف بھکا دیتے تاکہ اس کی مٹی جس سے اس کی بنا کی گئی ہے راستہ میں نہ گرے۔

**فروخت میں احتیاط** | حضرت یونس بن عبید خادیں اور اوڑھنیاں فروخت کیا کرتے تھے لیکن جب آسمان ابراؤد ہوتا تو ان کو فروخت نہ کرتے اور نہ بازار لے کر جاتے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ابرا کے دن خریدار کو اکثر معیوب شے صاف نظر آتی ہے۔

**خوف الہی** | حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بیٹا اگر مال غنیمت سے ایک سیب منہ میں ڈال لیتا تو وہ سختی سے نکال دیتے اور فرماتے کہ میں اس کو خوفِ الہی کے باعث نکالتا ہوں۔ گویا کہ میں اس کو اپنے دل سے نکالتا ہوں۔

**حضرت محمد بن سیرین** | حضرت محمد بن سیرین سے پوچھا گیا کہ غنیمت میں کس توری کو تقسیم کرتے وقت ناک کو بند کر لینے والا کیسا ہے اور کیا اس میں کوئی ڈر ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا، یہی سوال قاسم بن محمد سے ہوا، آپ نے فرمایا وہ شخص ظاہری طور پر ورع کرنے والے کی مانند ہے۔ میں اس کو ادب کے باعث ورع نہیں کہتا۔

**حضرت عبداللہ بن مبارک** | حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے غلام کی کمائی سے نہ کھاتے جبکہ اس نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر فروخت کی ہو، اور فرماتے کہ تو نے درود شریف پڑھ کر اس چیز کی تعریف کی ہے اسی لیے لوگوں نے اسے خریدا ہے۔ پس تجھے مناسب ہے کہ ایسا نہ کیا کرے یا خریدار کو ایسی باتیں کہنے سے پرہیز کرے کہ یہ چیز ارزاں یا خوبصورت ہے بلکہ تم خاموش رہ کر فروخت کیا کرو۔

**امام ابو حنیفہ کا ورع** | امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے ایک مقروض سے مطالبہ کے لیے گئے۔ اس آدمی کے گھر کے دروازے پر ایک درخت تھا۔ امام نے دھوپ میں کھڑے ہو کر مطالبہ کیا۔ کسی نے کہا کہ آپ درخت کے سایہ میں کیوں نہیں کھڑے ہوتے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا اس کے مالک پر قرض ہے اور جو فائدہ بھی قرض سے حاصل کیا جائے وہ سود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایسے ہی منقول ہے۔



## حضرت فضیل بن عیاض کا ورع | عیال کے لیے روٹی لینے گئے تو دیکھا کہ نانباتی

روٹی بیچنے کے وقت تسبیح و تہلیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہے۔ پس فضیلؒ نے اس سے کچھ نہ خریدا اور آپؐ مع بل بچوں کے سب بھوکے سوئے، یہاں تک کہ دوسرے دن ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خاموشی سے روٹی بیچ رہا تھا۔ پس اس سے خرید کر لائے کسی نے آپؐ سے کہا کہ اے اباعلی! یہ کام سہل ہے آپؐ نے جواب دیا میں ڈرتا ہوں کہ یہ تمھاری سہل انگاری مجھے جہنم میں نہ ڈال دے۔

## بکار بن قتیبہ کا ورع | قاضی بکار بن قتیبہؒ نے اپنی والدہ سے چادر مانگی تاکہ اوڑھ کر روٹی پکوالائیں۔ راستہ میں ایک دوست

نے آپؐ سے کلام کیا لیکن آپؐ جواب کے لیے کھڑے نہ ہوئے۔ اس نے پوچھا آپؐ کلام کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ نے کہا اے دوست! میں نے اس چادر کو روٹی پکوانے کے لیے مستعار لیا ہے نہ اس لیے کہ اسے لے کر بازار میں کسی کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو میرے ساتھ باتیں کرے گا تو میں اس کی اجازت لے لیتا۔

## عمر بن عبدالعزیزؒ کا ورع | رباع القیسؒ سے کہا گیا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے ورع کے متعلق جو کچھ آپؒ نے دیکھا ہے سنائیں

آپؒ نے فرمایا عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شام ہمیں کھانے پر بلایا، ہم کھا رہے تھے تو فرمانے لگے بھڑ جاؤ! اس چراغ کا تیل عوام کا تیل ہے جس میں ان کے حساب و کتاب کے کاغذات دیکھتا ہوں۔

## ورع اختیار کرنے کا ترالہ انداز | حضرت ابوعلی بخورانیؒ نے ایک کُرتہ خریدا اور پہنا۔ ایک آدمی نے کہا میں نے اس

کُرتہ کو خریدا تھا تو اس میں ایک درہم مشتبہ تھا، کہتے ہیں کہ آپؐ پانی میں داخل ہو گئے۔

اور گرتے اتار کر نچے ہو گئے اور فرمانے لگے مجھے ایک گرتہ کون صدقہ دیتا ہے کہ میں پانی سے نکلوں۔ پس لوگوں نے آپ پیکٹر اڑال دیا۔

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر سلطان واصلان حق و برہان فانیان فائز  
**حکایت** | مطلق تھے تمام مشائخ حضرت کے کمال و عرفان و محویت اور وجدان پر

متفق ہیں۔ بعض ملفوظات پیرانِ حقیقت میں لکھا ہے کہ جب حضرت گنج شکر شکیم مادر میں تھے تو حضرت کی والدہ ماجدہ کو بیکر کھانے کی خواہش ہوئی۔ حضرت کے ہم سایہ میں ایک بیری کا درخت تھا۔ حضرت کی والدہ نے درخت کے مالک کی اجازت کے بغیر چند بیری توڑے، کھانا چاہتی تھیں کہ حضرت نے شکم کے اندر بیکراری کا اظہار کیا جس کی وجہ سے حضرت کی والدہ بھی بیکر ہو گئیں اور بیکر ہاتھ سے گر بیٹے۔ جب حضرت بڑے ہوئے تو حضرت کی والدہ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند! میں نے تمہارے حمل کے دنوں میں کبھی کوئی مشکوک چیز نہیں کھائی۔ حضرت نے جواب دیا کہ مالک کی اجازت کے بغیر بیری کے چند بیری آپ نے توڑے تو تھے لیکن میں نے بے چینی کا اظہار کر کے مال مشکوک کھاتے سے آپ کو بچا لیا۔ یہ سن کر حضرت کی والدہ متحیر ہوئیں کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا انھیں کیسے معلوم ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک حد درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک  
**حکایت** | منزل پر اترے۔ آپ کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا۔ آپ جب نماز میں مشغول

ہوئے تو گھوڑا ایک کھیت میں جا کر چرنے لگا۔ جب آپ نے یہ حالت دیکھی تو گھوڑے کو دیں  
 چھوڑ دیا۔ بایں خیال کہ غیر حلال چارہ اس کے پیٹ کے اندر چلا گیا اور پیادہ پاروانہ ہو  
 حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے

**حرام کا ترک کرنا صدقہ کرنے سے بہتر ہے** | ہیں کہ حرام مال کا ایک پیسہ چھوڑ

دینا ایک لاکھ پیسہ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔



منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ | **حضرت عبداللہ بن مبارکؓ کا واقعہ** | شام میں تھے۔ حدیث شریف لکھا کرتے

تھے ان کا اپنا قلم ٹوٹ گیا تو کسی سے مانگ لئے، تحریر سے فارغ ہوئے تو قلم قلمدان میں رکھ دیا اور واپس کرتا بھول گئے۔ وہاں سے مرو پہنچے تو قلم دیکھ کر یاد آیا کہ واپس کرنا تھا۔ اسی مقصد کے لیے مرو سے شام کا سفر کیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے عمان تک سفر کے لیے ایک جانور کرایہ پر لیا راستہ | **حکایت** | میں کوڑا مارا ہڈی سے گر گیا۔ جانور کو وہیں باندھا خود پیدل واپس ہو کر کوڑا اٹھایا کسی نے کہا کہ جانور ہی کو کیوں واپس نہ پھیر لیا۔ فرمایا میں آگے جانے کے لیے جانور کرایہ پر لیا ہے واپس لوٹانے کے لیے نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا قول ہے کہ پرہیزگاری اور ورع | **ورع دو طرح کا ہے** | دو طرح کا ہے۔ ایک فرض دوسرا احتیاط۔ فرض تو مامی اور گناہوں سے بچنا ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ شبہ والے امور سے بھی بچتا ہے اور حزن و غم بھی دو ہیں ایک مفید ایک مضر۔ مفید تو آخرت کا غم ہے اور مضر دنیا اور اس کی زیب و زینت کا غم ہے۔ خالص و کامل ورع یہ ہے کہ اپنی نگاہ کو حرام سے محفوظ رکھے۔ زبان کو جھوٹ اور غیبت سے بچائے رکھے بلکہ بدت کے تمام اعضاء اور اجزا کو حرام سے بچائے رکھے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میں شبہ کا لقمہ منہ میں | **حکایت** | رکھتی تو آپ پیٹ میں ترپنے لگتے۔ اور بیقرار ہو جاتے یہاں تک کہ میں اس لقمہ کو نکال کر پھینک دیتی۔ اس کلام کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اس راستہ میں مرد کے لیے کیا بہتر ہے؟ فرمایا دولتِ مادر زاد کہا گیا اگر یہ نہ ہو تو فرمایا کہ طاقتور بدن کہا گیا اگر یہ بھی نہ ہو تو فرمایا کہ موت ناگہانی بہتر ہے۔

**حکایت** | ایک دفعہ خلیفہ نے فقہاء کی طرف کچھ انعام ارسال کیا انھوں نے لے لیا۔ پھر اس نے دس ہزار درہم فضیل بن عیاض کے پاس ارسال کیے لیکن آپ نے ان کو لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ کی اولاد نے کہا کہ جب فقہاء نے جو تمام لوگوں کے پیشوا ہیں منظور کر لیا ہے تو آپ کیوں نہیں لیتے آپ تو آخر ہی میں ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ میری اور تمھاری مثال اس قوم کی ہے جس کے پاس ایک بیل ہو، اور اس سے کھیتی کرتے ہوں، پھر جب وہ بوڑھا ہو جائے تو ان میں سے کچھ لوگ کہیں کہ اس کا چمڑا اور گوشت بیکار ہونے سے پیشتر اس کو ذبح کر لو۔ اسی طرح تم مجھے بڑھاپے کے وقت ذبح کرنا چاہتے ہو تم بھوک پر صبر کرو، یہ تمھارے لیے میرے ذبح کرنے سے بہتر۔ انھوں نے عرض کی کہ بھلائے پاس آج کھانے کو کچھ نہیں کہتے ہیں کہ آپ نے چھری اٹھائی اور اپنے نیچے پڑے ہوئے پرانے فرش کا ایک ٹکڑا کاٹ دیا اور کہا جاؤ اس کی قیمت سے کچھ خرید کر کھاؤ۔

**حج پر جانے میں احتیاط** | حضرت امام شہرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواصؒ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اذیتوں پر کیا وے اور سائبان کے بغیر حج کرتے ہیں اور کہا کرتے تھے کہ احرام باندھنے والے آشفۃؒ مڑو اور خاک آلودہ ہوتے ہیں یہ چیزیں ان کے منافی ہیں اور ان میں سے کوئی حج کرنا چاہتا ہو تو کئی سال تک حلال روپیہ حاصل کرتا رہتا تاکہ اسے حج میں خرچ کرے اور وہ اپنے حج میں کسی امیر یا حاکم کے مال سے مدد نہ لیتے۔

**حکایت** | ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ گیسو دراز چشتی نظامیؒ کو بودا سیر کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ ایک شخص خمیرہ سے بھرا ہوا برتن لایا اور کہنے لگا کہ میں نے زبردستی خرچ کر کے یہ چیز تیار کی ہے۔ اس نے کئی بار قسم کھا کر کہا کہ اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ آپ اسے سونے سے پہلے ضرور استعمال کریں، حضرت



شیخ نے فرمایا بہت اچھا۔ آخر شب ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ حضرت اقدس نے اپنے خادم بشیر کو طلب فرمایا۔ جب خادم آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں آدمی کو بلاؤ، وہ اس کے گھر پر جا کر بلا لایا۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ وہ خمیرہ لاؤ۔ اس نے خمیرہ لا کر آپ کے ساتھ میں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ زمین کھود کر اسے دفن کر دو۔ اس نے ذرا تامل کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو۔ وہ دوڑتا ہوا گیا اور دفن کر کے واپس آ گیا۔ اب وہ آدمی ڈر رہا تھا کہ شاید حضرت اقدس ناراض ہو گئے ہیں اس لیے گھرنے گیا اور وہیں بیٹھ گیا۔ اشتراق کے بعد تدمبوسی کے لیے لوگوں نے آنا شروع کیا۔ وہ بھی ان کے ساتھ بالا خانہ پر گیا۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ خاموش کھڑا ہو گیا اور قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو نقصان دہ ہو۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا مولانا! میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں سنو! مجھے ہر رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے لیکن آج رات نہیں ہوئی۔ مجھے خیال آیا کہ شاید یہ اسی خمیرہ کی غوسٹ کی وجہ ہے اور تو میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جو زیارت میں مانع ہو۔ اس لیے میں نے اسے دور پھینک دیا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا ارشاد ہے کہ **ورع کے درجے و اقسام** اللہ کو پانے کے لیے ورع یہ ہے کہ آدمی تمام چیزوں سے پرہیز کرنے لگے۔ شریعت مطہرہ جس چیز اور جس کام کی اجازت دے اسے اختیار کرے اور جن کاموں اور جن چیزوں سے روکے اسے چھوڑ دے، زہد و ورع کے تین درجے ہوتے ہیں :-

ورع عوام، ورع خواص، ورع خواص الخواص۔

عوام کا زہد یہ ہے کہ حرام و مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

خواص کا زہد یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کی تمام چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

خواص الخواص :- ہے کہ بندہ ہر اس شے سے جس کا وہ قصد کر سکتا ہے پرہیز

کرتا ہے۔

ورع کی دو قسمیں ہیں، ورع ظاہری، ورع باطنی  
 ورع ظاہری تو یہ ہے کہ امر الہی کے سوا کوئی کام اور کوئی بات نہ کرے۔ باطنی ورع  
 یہ ہے کہ قلب کے اوپر سوا پروردگار عالم کے کسی دوسرے کا خیال بھی نہ گزے۔  
 جس شخص کے پیش نظر ورع کی یہ باریکیاں نہیں ہیں وہ ان مراتب عالیہ تک نہیں پہنچ  
 سکتا، زہد ورع کی پہلی منزل ہے، جیسے قناعت کر رضا کی منزل اولیٰ ہے۔ ورع کا  
 دائرہ اثر اتنا وسیع ہے کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے تمام چیزوں سے متعلق ہے چنانچہ متقیوں  
 کا کھانا پینا بھی عام انسانوں کے کھانے پینے کے برعکس ہوتا ہے۔

**حصول ورع** | حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ہی کا قول ہے کہ ورع اس وقت  
 کامل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے لیے ان دس صفات جلیلہ کی پابندی  
 ضروری نہ قرار دے لی جائے۔ زبان کو قابو میں رکھنا، غیبت سے احتراز کرنا، اللہ کا فرمان  
 ہے۔ وَلَا يَخْتَبُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا رِپ ۲۶ کوئی تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ  
 کرے۔ کسی بھی آدمی کو اپنے سے حقیر نہ جانے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا يَسْتَفْزِمُ قَوْمٌ  
 مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ رِپ ۲۶ ایک قوم دوسری قوم کی منسی  
 نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو۔ محارم پر نظر نہ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُلْ  
 لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ رِپ ۱۸ اے پیغمبر! مسلمانوں سے کہہ دیجیے کہ  
 اپنی اپنی نگاہیں نیچی رکھ کریں۔ سچائی کو اپنائے۔ اللہ کا فرمان ہے وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا  
 رِپ ۸ جب تم کوئی بات کہو تو سچ اور انصاف کی کہو۔ انعامات و احسانات الہی کا اعتراف  
 کرتا رہے تاکہ نفس عجب و غرور میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ  
 بَلِ اللّٰهُ يُمْسِيْ عَلَيْكُمْ اِنْ هٰذَا كُفْرًا لِّدِيْۤانٍ رِپ ۲۶ اللہ ہی نے تمہارے اوپر  
 یہ احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی۔ ہمارے اوپر اللہ کا احسان عظیم



ہے کہ اس نے ہمیں دولتِ ایمان بخشی۔ مال و متاعِ راہِ خدا میں صرف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا ۝۱۹ وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ وہ اپنا مال گناہ اور معصیت میں خرچ نہیں کرتے البتہ نیک راستہ میں خرچ کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اپنی ہی ذات کے لیے بھلائی کا خواہاں نہ ہے اور کبر و غرور سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تِلْكَ الْأَمْثَلُ الَّتِي جَعَلَهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۝۲۰ جنت میں انھی لوگوں کو جگہ دوں گا جو دنیا میں اپنی برتری کے خواہاں نہیں ہوتے اور فساد کرنے والے کام نہیں کرتے۔ پنجوقتہ نماز کی پابندی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَ قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝۲۱ نمازوں کی حفاظت کرو، خاص کر نمازِ عصر کی اور کمالِ عابدی کے ساتھ رب کی بارگاہ میں کھڑا ہوا رہے۔ سنتِ نبوی اور اجماعِ مسلمین کا احترام کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَإِنَّ هَٰذَا صَوَابٌ مُّسْتَقِيمٌ قَانِتِينَ ۝۲۲ بیشک یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس کی پیروی کرتے رہو۔

آپ نے یہ دس صفات و رُوح کے کامل ہونے کے بیان فرمائے ہیں یہی وہ اہم صفات ہیں جن پر اسلامی تصوف کی مستحکم بنیاد قائم ہے۔ جن کے حاصل ہو جانے کے بعد ایک انسان انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ خداوندِ ادورِ حاضر کے صوفیاء کرام کو توفیق عطا فرما کہ ان ہدایات پر عمل کر کے اپنے زہد و ورع کو مکمل فرمالیں۔

حضرت امام حسینؑ کی شان | حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار حضرت ابو عبد اللہؑ کی مجلس میں بیٹھے تھے اس وقت

حضرت ابو عبد اللہؑ کے پاس چاقو نما ایک تیز دھار والا چھوٹا سا آلہ تھا کہ جس سے کتابت شدہ الفاظ کو کھرچ کر درست کیا جاتا تھا۔ چونکہ میری ایک کتاب میں کوئی لفظ غلط لکھا ہوا

تھا اس لیے میری خواہش تھی کہ اس لفظ کو کھریج کر درست کر لیا جائے۔ لہذا اسی خیال سے میں نے وہ تیز دھار والا آلہ ابو عبد اللہ سے مانگ کر اپنی کتاب کا لفظ کھریج لیا تھا جب حضرت امام حسینؑ نے وہ چاقو نما آلہ واپس کر دیا تو حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اے امام زمان کسی سے سوال نہ کریں کہ سوال آدمی کو حقیر بنا کر ذلت سے دوچار کر دیتا ہے اور سوال کرنے والا اپنی ہمت کی بلندی سے گرجاتا ہے۔ گویا عارف اور اہل اللہ تو اس طرح سے معمولی سوالات کو بھی گوارا نہیں کرتے۔

**حکایت** | حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے ایک روز ایک باغ میں نہر کے اندر سیب جتے ہوئے دیکھے اور یہ سمجھ کر کہ اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے، اٹھایا اور کھالیا۔ کھا لینے کے بعد آپ متفکر ہوئے اور سوچنے لگے کہ کہیں یہ سیب کھالینا ناجائز اور حرام نہ ہو۔ خدا جانے یہ سیب کس کا تھا اور کیسا تھا جو میں نے کھالیا۔ قیامت کے روز اگر اس کی باز پرس ہو گئی تو کیا جواب دوں گا۔ اسی فکر میں باغ کے مالک کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک نوٹری یا نہر نکلی۔ حضرت ابراہیم کہنے لگے میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں۔ نوٹری نے بتایا کہ باغ کی مالک ایک عورت ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باغ کی مالک نہر نکلی اور حضرت ابراہیم سے سارا قصہ سن کر کہنے لگی کہ اس باغ کا آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا بادشاہ کا۔ میں اپنا حق تو معاف کرتی ہوں اور بادشاہ کے حق کی میں ذمہ دار نہیں۔ بادشاہ بلخ میں تھا حضرت ابراہیم آدھا حصہ بخشوا کر باقی کے آدھے حصے کو بخشوانے کے لیے بلخ پہنچے اور بادشاہ سے بھی معاف کر کے دم لیا۔ (روایات ص ۲۸)

**حکایت** | ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اور غرابت نماز کے بعد جب امام نے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنی نماز کی قصاکریوں پھر تجھے جواب دوں گا اور جب اس نے



کہا کہ نماز کی قضا کیوں کر رہے ہو تو فرمایا کہ جو نذر قہر پہنچانے والے ہی سے واقف نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

**حکایت** حضرت حارث محاسبی کا معمول تھا کہ جب بھی آپ کسی مشتبہ کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو انگلیاں شل ہو جاتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو کھانے کے اشتباہ کا پتہ چل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ بھوک کی حالت میں جنید بغدادی کے یہاں پہنچ گئے اور وہاں اتفاق سے کسی شادی میں سے کھانا آیا ہوا تھا لہذا جب وہ کھانا حارث محاسبی کے سامنے پیش کیا گیا تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو گئیں۔ لیکن بطور تواضع ایک لقمہ آپ نے منہ میں رکھ ہی لیا۔ اور جب وہ حلق سے نیچے نہ اترتا تو باہر جا کر اگل دیا اور وہیں سے رخصت ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت جنید سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے گزشتہ واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر خدا کا یہ کرم ہے کہ جب میرے سامنے مشتبہ کھانا آتا ہے تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو جاتی ہیں چنانچہ اس روز بھی یہی ہوا لیکن دل شکنی ہونے کے سبب میں نے ایک لقمہ منہ میں رکھ لیا مگر وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکا اور مجھے باہر جا کر اگل دینا پڑا۔ لہذا آپ بتائیے کہ وہ کھانا کہاں سے آیا تھا؟ حضرت جنید نے فرمایا کہ پڑوسی کے یہاں سے شادی کی تقریب میں آیا تھا۔ پھر حضرت جنید نے اصرار فرمایا کہ آج میرے ہمراہ تشریف لے چلیے۔ پھر آپ کو گھر لے جا کر جو کی خشک روٹی آپ کے سامنے رکھ دی اور آپ نے شکم سیر ہو کر فرمایا کہ فقراء کی تواضع اسی طرح کی جاتی ہے۔

**مال غیر سے پرہیز** سیال شریف کے نام چھوٹے بڑے باشندے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاشی تنگی کا شکوہ کر کے دعائے خیر کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا افسوس ہے دور دور سے لوگ یہاں آکر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور نماز روزہ اور ادا و اشتغال میں

مصروف ہوتے ہیں لیکن تم پر ابھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ ورنہ تم بھی اگر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پنجگانہ اور عبادت میں استقامت پیدا کرتے تو خدا رحم فرماتا اور تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ اگرچہ خدا تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے کسی کی روزی بند نہیں کرتا لیکن شامت اعمال کی وجہ سے ذلت اور قلت نازل کرتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر نماز پنجگانہ قائم کرو اور مال غیر سے، خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو پرہیز کرو۔ اور خالق و مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لیے کمر باندھ لو، تو پھر یقیناً ان نیکیوں کی برکت سے تمہارے دن پھر نیا بن جائیں گے اور مصیبتیں ٹل جائیں گی۔

.....

# اللہ کی معرفت

اللہ کا قرب اور معرفت حاصل کرنے کے لیے جن مشکل اور کٹھن مراحل کو عبور کرنا لازم ہے، ان کی باضابطہ تفصیل

## عالم فقری

For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar



# باب

## رجاء

اللہ تعالیٰ سے امید والہ بستہ رکھنے کو رجاء کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ ہر طرح کی امید اسی سے لگائی جائے اور ہر قسم کی غرض سے بالاتر ہو کر اسی کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ عبادت جو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید پر کی جاتی ہے، اس عبادت سے بدرجہا افضل ہے جو عذاب سے خوفزدہ ہو کر کی جائے کیونکہ جب انسانی امید کا مرکز صرف پروردگارِ عالم کی فائز ہو جاتی ہے تو پھر انسان حقیقت میں اس کا بندہ بنتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے رجاء یعنی اللہ پر امید رکھنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی راہ میں بیشمار مشکل مقامات ہیں جن کو عبور کیے بغیر معرفت کے حجابات نہیں اٹھتے اور یہ حجابات رجاء یعنی امید اور سچی طلب سے اٹھتے ہیں اور حجابات اٹھنے کے بعد جمالِ الہی ہو تلے جو روحانیت کا اصل مقصد ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رجاء بھی معرفت حاصل کرنے کے مددگاروں میں سے ایک مددگار ہے جسے اختیار کرنے سے اللہ سے دوستی لگانے میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور سلوک کے بعض مقامات اسی کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ اس بنا پر حصول معرفت میں رجاء کو زبردست فضیلت حاصل ہے۔

## فرمانِ الہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ بذاتِ خود اپنے

إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ إِلَيْهِمْ  
أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ  
هَذِهِ آيَاتُ رَبِّكَ كُنَّا  
مَعًا ذُرِّيَّةً

رب کے ہاں وسیلہ ڈھونڈتے ہیں ان میں کون  
زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید یعنی  
رجاء رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے  
ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر پیدا کرنے  
والا ہے۔ (پ ۱۵، بنی اسرائیل ۵)

اللہ کے مقرب بندوں کی خوبی بیان ہوئی ہے کہ وہ اللہ سے پُر امید رہتے ہیں، اور  
اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مصائب کی صورت میں اللہ کے بندوں کو  
صرف اللہ کی رحمت پر امید ہوتی ہے اور یہی امید انہیں ہر خطرے سے اللہ کی مدد سے  
بمکن کر دیتی ہے اور قرب الہی پیدا کرنے کے اسباب مہیا کرتی ہے، اسی وصف کو اللہ تعالیٰ

نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ  
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا  
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۚ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ  
مِّمَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ  
أَعْيُنٍ مِّنْ حِزْآءِ أَيْمَانِنَا كَأَن لُّوا  
يَعْمَلُونَ ۚ

ان کے پہلو بستروں سے ہٹا رہتے ہیں۔  
اپنے رب کو ڈر سے اور امید سے پکارتے ہیں۔  
اور ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے  
ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی  
آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ  
ان کے اعمال کی جزا ہے۔

(پ ۲۱، سجدہ ۱۶ تا ۱۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ میرے  
دوست وہی ہیں جو صرف میری عبادت میں بروقت لگے رہتے ہیں حتیٰ کہ نیند کی بھی پروا  
نہیں کرتے اور اپنے اللہ کو خوف اور امید کی بنا پر یاد کرتے ہیں یعنی اپنی امیدوں کا محور  
صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو ٹھہراتے ہیں۔ ان کے اس فعل کا اجر اللہ تعالیٰ کے



ہاں سکون قلبی ہے اور یہ بہت بڑا عوضانہ ہے ۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ  
يُّوسُفَ وَ اٰخِيْهِ وَلَا تَالَيْتُسُوْا  
مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ لَآ يَلِيْسُ  
مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ  
الْكٰفِرُوْنَ ۝

(پ ۱۳، یوسف ۸۷)

بعض حالات میں بعض کاموں کا ہونا ناممکن نظر آنے لگتا ہے مگر اللہ سے دوستی کا تقاضا ہے کہ اس کام کے ہونے کی بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھی جائے کیونکہ ہر کام کے ہونے کا سبب اسی کی رحمت سے ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ سے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی ہو گئی اور ان کی ملاقات بظاہر ناممکن نظر آنے لگی تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی کا اظہار مت کرو بلکہ اس کی رحمت کی امید کے بھروسے پر جاؤ اور یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہر لحاظ سے پُر امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام سے ضرور ملا دے گا۔ پس معلوم ہوا کہ ہر کام کی امید پر رکھنی چاہیے۔ اسی امید کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں بیان کیا ہے۔

فَاَسْتَجِبْنٰاَلٰہُ وَوَهَبْنٰاَلٰہُ یٰحٰی  
وَ اٰصْلَحْنٰاَلٰہُ زَوْجَہٗ لَہُمْ  
کَا نُوْا یَسٰرِعُوْنَ فِی الْخٰیِرٰتِ  
رَیْذَ عُوْنِنَا رَغِیْبًا وَّ دَہٰیًا وَّ کَا نُوْا  
کُنَّا خٰشِعِیْنَ ۝

تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور انھیں یحییٰ عطا کیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل کر دیا بیشک وہ نیکیاں کرنے میں جلدی کرتے اور اللہ کی امید اور خوف سے پکارتے اور وہ خشیت والے تھے۔ (پ ۱۷، انبیاء ۹۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ذکریا علیہ السلام کی اولاد ہونے کے لیے دعا قبول کرنے کی وجہ  
یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو امید اور خوف سے پکارتے تھے، یعنی ایسا ذکر جو خوف  
الہی کے باعث کرتے تھے اور ایسی امید جو صرف اللہ تعالیٰ سے وابستہ کیے ہوئے تھے  
اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور انہیں اولاد کی خوشخبری دی۔

وَبِذَا آذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً  
فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبُهُمْ  
سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ  
أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ  
يَقْنُطُونَ ۝

اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت سے نوازتے  
ہیں تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور اگر انہیں ان  
کے اعمال کے سبب کوئی تکلیف پہنچتی ہے  
تو اپنے ہاتھوں سے کیے پرنا امید ہو جاتے

ہیں۔ (پ ۲۱، روم ۳۶)

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی دوست کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر  
کرتا اور آئندہ بھی ہر طرح کی امید اسی سے وابستہ رکھتا ہے اور اگر کوئی تکلیف آجائے تو  
سبر کرتا ہے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے کہ وہ دور کرے گا۔ مگر جو لوگ اللہ کے دوست نہیں  
ہوتے ان کا طرز عمل یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں اللہ کی رحمت سے نائدہ ہوتا ہے تو وہ خوش  
ہوتے ہیں اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں۔ الغرض اللہ سے دوستی کا  
تقاضا یہ ہے کہ کسی حال میں بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا  
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن  
رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ  
الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ  
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

اے محبوب! فرماد دیجئے کہ اے میرے بند و جنہوں نے  
اپنی جان پر زیادتیاں کی ہیں وہ اللہ کی رحمت سے  
ناامید نہ ہوں۔ بیشک اللہ تمام گناہ بخش دیتا  
ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا رحم کرنے والا  
ہے۔ (پ ۲۲، زمر ۵۳)

اللہ کی ذات سے مغفرت کے لیے پُر امید رہنا چاہیے۔ گناہ سرزد ہو جانے کی صورت



میں ناامید ہونا اچھا نہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے اس لیے سخت گناہگار کے گناہ بھی بخش دیتا ہے کیونکہ اللہ کی رحمت کے سامنے انسانی گناہوں کی کوئی حقیقت نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے ہر وقت پُر امید رہنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ۔  
 کیوں ناامید ہوں۔ ناامید ہونا تو گمراہوں کا کام ہے۔ (پ ۱۴، حجر ۵۶)

ناامیدی، رجاء یعنی امید کی ضد ہے اور ناامید ہونا گمراہی ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ کی رحمت سے کسی صورت میں مایوس نہیں ہوتا بلکہ قدم قدم پر اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

## فضیلت رجاء

اللہ تعالیٰ سے پُر امید رہنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:-

حضرت ابو بکر، امش، سلام ابوشرحبیل اور سواد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کوئی کام فرمایا ہے تھے ہم نے بھی اس میں آپ کی مدد کی تو آپ نے فرمایا تم دونوں تا حیات رزق سے ناامید نہ ہو جانا کیونکہ بچہ کو ماں جب غصتی ہے تو وہ سُرخ رنگ کا ہوتا ہے اور اس پر صبح لہو پر کھال بھی نہیں ہوتی پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

**اللہ کی رحمت** | حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا فرمایا تو اس کے تسو حصے کیے اور تینا حصے حصے اپنے پاس رکھ کر ایک حصہ اپنی ساری مخلوق کے لیے بھیج دیا پس اگر کافر بھی یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن یہ جان جائے کہ اس کے پاس کتنا عذاب ہے تو جہنم سے وہ بھی بے خوف نہ ہے۔

**ثواب کے امیدوار رہو** | حضرت اسامہ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا جبکہ آپ کی ایک صاحبزادی کا بھیجا ہوا آدمی حاضر بارگاہ ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی تھے۔ صاحبزادی کا صاحبزادہ دم بلب تھا آپ نے ان کے لیے کہا بھیجا کہ اللہ کا ہے جو وہ لے اور اللہ کا ہے جو وہ عطا فرمائے۔ ہر ایک کا وقت مقرر ہے لہذا صبر کرنا اور ثواب کا امیدوار رہنا چاہیے (بخاری)

**امید اور خوف** | وسلم نے میرے والد سے دریافت کیا کہ تم دن میں کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ میرے والد نے کہا سات کی، جن میں سے چھ تہمین پر ہیں اور ایک آسمان پر۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم امید اور خوف میں کس سے رجوع ہوتے ہو؟ میرے والد نے کہا آسمان والے سے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے حصین! اگر تم اسلام قبول کرو تو میں تمہیں ایسی دو باتیں بتاؤں جو تمہارے لیے منفعت بخش ہوں گی۔ میرے والد نے جب اسلام قبول کیا تو عرفی کیا یا رسول اللہ! اب مجھے وہ باتیں بتادیں جن کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا، تو آپ نے فرمایا یہ دعا کرو خداوند! میرے دل میں ہدایت ڈال دے اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ رکھ۔ (ترمذی)



**اللہ سے نجات کی اُمید** | حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا علم ہو جائے تو وہ جنت کے سوا کسی چیز کی تمنا نہ کرے لیکن اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا علم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی جنت سے کوئی تا امید نہ ہو۔ (بخاری)

**اللہ تعالیٰ سے نیک ظن رکھو** | حضرت جابر رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لیے لازم ہے کہ موت کے وقت حق تعالیٰ سے نیک ظن ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو (مسلم شریف)

حضرت واثلہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں وہیں ہوں جہاں میرا بندہ مجھے سمجھے۔ پس میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ جو گمان چاہیں میرے ساتھ رکھیں۔ (اور یہ اشارہ انہی کی طرف ہے جو مقام محبت پر فائز ہوتے ہیں۔ (ابن حبان)

**قیامت کے روز اللہ کا ایک بندے سے سوال** | حضور کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے سے سوال کرے گا کہ لوگ تیرے سامنے گناہ کرتے رہے اور تو دیکھتا رہا۔ آخر تو نے محاسبہ کیوں نہ کیا؟ اور پھر اس بندے کو توفیق عطا فرمائی تو وہ جواب دے گا کہ بار خدایا! میں خلق سے ڈرا اور تیری رحمت کا امیدوار رہا۔ اور اس پر حق تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ (کیمیائے سعادت)

**حالت نزع میں اللہ کی رحمت کی اُمید** | حضور نے ایک شخص سے اس کی حالت نزع کے وقت پرچھا کہ تو اپنے آپ کو اس وقت کیسے پاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے میرے گناہ ڈراتے ہیں لیکن اس کی

رحمت کا امیدوار ہوں (اور یہ چیز میری ڈھارس بندھا رہی ہے) فرمایا ایسے وقت میں یہ باتیں اسی شخص کے دل میں یکجا ہو سکتی ہیں جسے حق تعالیٰ نے امان بخشی ہو کہ جس شے سے وہ ڈرتا ہے نہ ڈرے اور جس چیز کا امیدوار ہے وہ اسے پوری ہوتے ہوئے دکھائی دے۔

**اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ فضل و کرم کی امید رکھو** | ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم رویا بہت کرو اور متنی تمہیں بہت کم آیا کرے بلکہ عین ممکن ہے کہ تم جنگلوں میں نکل جاؤ اور سینہ بیٹھ بیٹھ کر گریہ و زاری کیا کرو۔ عین اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید کرتے ہو؟ حضور اسی وقت باہر تشریف لائے اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم کی لوگوں کو خوب خوب (امیدیں) دلائیں۔

**حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی** | نازل فرمائی کہ اپنے دل میں بھی میری محبت پیدا کرو اور لوگوں کے دلوں میں بھی میری دوستی کی آرزو پیدا کر دو۔ داؤد نے عرض کیا بار خدایا۔ لوگوں کے دلوں میں تیری محبت کا جذبہ کیونکر پیدا کروں؟ فرمایا کہ ہمارے فضل و کرم کی یاد ان کے دلوں میں تازہ کرو (یعنی رحمت کی امید بندھاؤ) کہ انھوں نے مجھ سے فضل و کرم کے سوا دیکھا ہی کیا ہے۔

**دوسروں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو** | حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص لوگوں کو رحمت خداوندی سے یائوس و ناامید کرنے میں مشغول رہا کرتا تھا۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ اس سے کہے گا کہ لے آج تجھے ہم اپنی رحمت سے ناامید کرتے ہیں جیسے کہ تو ہمارے بندوں کو کیا کرتا تھا۔



**امید وسیلہ نجات ہے** | حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص کو ہزار برس تک دوزخ میں رکھا جائے گا۔ پھر اس کے ”یا حنان یا منان“ پکارنے پر حق تعالیٰ حضرت جبریلؑ سے کہیگا کہ اسے باہر نکال لاؤ جب اسے نکال کر حضورِ حق میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا کہ اے بندے! تو نے دوزخ کو کیسا پایا؟ وہ عرض کریگا کہ اس سے بدتر کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی۔ حق تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے پھر وہیں (دوزخ میں) لے جاؤ اور جب اسے لے جایا جائے تو وہ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتا جائے گا۔ حق تعالیٰ کہے گا کہ اے بندے! یہ دیکھنا کس غرض سے ہے؟ وہ عرض کریگا۔ بار خدا یا! میرا گمان یہ تھا کہ مجھے دوزخ سے باہر جو نکالا گیا ہے تو پھر واپس اس میں نہ ڈالا جائے گا۔ اس پر حق تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے بہشت میں لے جاؤ اور اس طرح امید اس کی نجات کا وسیلہ بن جائیگی۔

**دخول جنت کی امید اللہ سے رکھو** | حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كُنْزُ الْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَعْنٌ عَظِيمٌ (پ ۱، ج ۱)

پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے کہیں گے اٹھو اور انسانوں میں سے جنت اور جہنم کا حصہ علیحدہ کر دو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ! جہنم کا حصہ کتنا ہے اور جنت کا حصہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نو سو ستانوے جہنم میں اور ایک جنت میں۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید

رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی ہوگی۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کی بعثت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ گزرا ہے یہ تعداد زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے پوری کی جائے گی۔ پھر بھی اگر پوری نہ ہوگی تو منافقین سے پوری کی جائے گی اور تمھاری مثال پہلی امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ادنٹ کے پہلو میں کال اتل ہو۔ پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا دو تہائی ہو گے صحابہ کرامؓ نے پھر خوشی کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دو قسم کی مخلوق ایسی ہے جس طرف وہ ہوگی وہی تعداد میں زیادہ ہوگی۔ ایک یا جوج ماجوج۔ دوسرے جتوں اور انسانوں میں سے کفار و مشرکین۔ یعنی جہنم کی تعداد اٹھنی سے پوری کی جائیگی۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب جنتی جنت میں

**اللہ کے دیدار کے امیدوار** داخل ہوں گے تو فرشتے ان کے سامنے طرح

طرح کی نعمتیں پیش کریں گے، ان کے لیے فرش بچھائیں گے۔ منبر رکھے جائیں گے اور انھیں مختلف قسم کے کھانے اور پھل پیش کیے جائیں گے۔ اس وقت جنتی حیران بیٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! حیران کیوں ہو، یہ بہشت حیرت کی جگہ نہیں ہے۔ اس وقت مومن عرض کریں گے بارالہ! تو نے ایک وعدہ کیا تھا جس کا وقت اب پہنچا ہے، تب فرشتوں کو حکم الہی ہوگا کہ ان کے چہروں سے پردے اٹھا لو! فرشتے عرض کریں گے یہ تیرا دیدار کیسے کریں گے حالانکہ یہ گنہگار تھے؛ اس وقت فرمان الہی ہوگا کہ تم حجاب اٹھا دو۔ یہ ذکر کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور میرے خوف سے رونے والے تھے اور میرے دیدار کے امیدوار تھے۔ اس وقت پردے اٹھا دیے جائیں گے اور جنتی اللہ کا دیدار ہوتے ہی سجدہ میں گر جائیں گے۔ فرمان الہی ہوگا سر اٹھا لو۔ یہ جنت دارِ عمل نہیں، دارِ جزا ہے اور وہ اپنے رب کو بے کیف دیکھیں گے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا:-



سَلَامٌ عَلَيْكُمْ عِبَادِي فَقَدْ رَضِيتُ عَنْكُمْ فَصَلُّ رَضِيتُ عَنْكُمْ  
میرے بندو! تم پر سلامتی ہو، میں تم سے  
راضی ہوں کیا تم مجھ سے راضی ہو۔  
عَنِّي۔

جنتی عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم کیسے راضی نہیں ہوں گے حالانکہ تو نے  
ہمیں وہ نعمتیں دیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں  
ان کا تصور گزرا اور یہی اس فرمانِ الہی کا مقصود ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ  
اللہ سے راضی ہوئے۔

**ایمان کا صلہ** | اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس بندے کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے  
اس کو دوزخ سے نکال دو۔ پھر ارشاد فرمائے گا مجھے اپنے جلال و عزت کی قسم کہ میں اس  
شخص کو جو مجھ پر دن یا رات کی کسی ایک ساعت میں بھی ایمان لائے اس کو میں اس شخص  
کے برابر قرار نہیں دوں گا جو مجھ پر ایمان دبا لکل نہیں لایا۔

**اللہ کا درگزر فرمانا** | ایک دہقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
ہوا اور عرض کیا کہ مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ۔ اس اعرابی نے کہا کیا وہ بذات خود حساب لے گا؟  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! وہ بذات خود حساب لے گا۔ یہ سن کر وہ ہنسا۔ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہنسی کا باعث دریافت فرمایا۔ دہقانی نے کہا کہ میرے  
ہنسنے کا باعث یہ ہے کہ جب صاحبِ کرم کو اختیار حاصل ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہے  
اور جب وہ حساب لیتا ہے تو حساب میں درگزر فرماتا ہے۔

**علامتِ رجاء** | حضرت ابن ابی حاتم نے کہا کہ علی بن شہر بنان فرماتے تھے کسی  
نے احمد بن عامر انطاکی سے سوال کیا کہ بندے میں رجاء کے

پلے جانے کی کیا علامت ہے؟ فرمایا جب بندے کو اللہ تعالیٰ کے احسان نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں شکر کرنے کا خیال ڈال دے جس کی وجہ سے وہ دنیا میں یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو اس پر تمام کر دے گا اور آخرت میں اسے پورے طور پر معاف۔

**اللہ کے کرم پر امید** | حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں (خدایا) قریب ہے کہ گناہوں کے ہوتے ہوئے تمہارے کرم پر میری امید اس پر غالب آجائے۔ جو اعمال کے ہوتے ہوئے کی جاتی ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اعمال میں اخلاص پر عبور نہ کرتا ہوں مگر میں اعمال کو آفات سے کیسے بچا سکتا ہوں جبکہ میں ان آفات کی وجہ سے مشہور ہوں گناہوں کے ہوتے ہوئے میرا اعتماد تمہاری عفو پر ہوتا ہے، لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو سخی مشہور ہوتے ہوئے گناہوں کو معاف نہ کرے۔

**حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی** | حق تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جانتے بھی ہم میں نے یوسفؑ کو تجھ سے جدا کیوں کر دیا؟ (اور پھر فرمایا) اس لیے جدا کیا کہ تم نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑ یا کھا جائے اور تم اپنے مشاغل میں اس سے بے خبر رہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم بھیڑیے سے تو ڈرتے تھے لیکن مجھ سے امید نہ رکھتے تھے اور اسی طرح اس کے بھائیوں کی عقلیت تو تمہیں یاد رہی لیکن یہ یاد نہ رہا کہ میں حفاظت کرنے والا ہوں۔

**اللہ سے ہمیشہ پر امید رہو** | لوگوں نے حضرت یحییٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھا، تو نے جواب دیا کہ پہلے تو مجھ سے مختلف قسم کے سوال کیے جاتے رہے کہ تو نے یہ کیا کیا اور وہ



کیوں کیا؟ حتیٰ کہ میں سخت خائف اور ہراساں ہو گیا۔ تب میں نے عرض کیا کہ بارخدا یا مجھے  
 تیرے پاسے میں یہ خبر دی گئی تھی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کیسی خبر تھی اور تجھے کہاں سے ملی تھی؟  
 میں نے عرض کیا کہ میں نے عبدالرزاق سے عبدالرزاق نے معمر سے، معمر نے زہری سے، زہری  
 نے انسؓ سے، انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضورؐ نے حضرت جبرائیل  
 علیہ السلام سے اور جبرائیل نے تجھ سے سنا تھا کہ حق تعالیٰ بندہ سے وہی سلوک کرتا ہے  
 جس کا بندے کو گمان ہو تب سے اور جس کا وہ امیدوار ہو تب سے اور میں امیدوار ہوں کہ  
 تو مجھ پر رحمت کرے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: ”ہاں بالکل سچ کہا جبرائیلؑ نے اور بالکل سچ  
 کہا میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اور انسؓ اور زہریؓ اور معمرؓ اور عبدالرزاقؓ نے۔  
 اور لے میں تجھ پر رحمت کرتا ہوں“ تب مجھے خلعت عطا ہوا اور اب جنت کے علمائے  
 خادموں کی طرح میرے آگے پیچھے چلتے پھرتے ہیں اور دُل میری خدمت کو موجود ہیں  
 اور مجھے وہ سرت حاصل ہے جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

**رجاء اور خوف کی کیفیت** | مطوف بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر  
 صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر پکارنے والا یہ پکارے  
 کہ جنت میں صرف ایک ہی شخص داخل ہوگا تو مجھے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔  
 اور اگر کوئی یہ صدا بلند کرے کہ دوزخ میں ایک ہی شخص جائے گا تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ  
 کہیں وہ شخص میں نہ ہوں۔ مطوف بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ یہی رجاء اور خوف کی سب سے  
 بڑی کیفیت ہے جو ابو بکر صدیقؓ کو حاصل تھی۔

**حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد** | آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم اہل جنت والی  
 آیات تلاوت کرو تو کہو: اے اللہ! مجھے اس  
 بات کا ڈر ہے کہ کہیں میرا شمار ایسے لوگوں میں نہ ہو۔ اسی طرح جس جگہ اہل دوزخ کا ذکر  
 ہے وہاں ان کے اعمال کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے مگر ان لوگوں کی اچھی باتوں کا ذکر نہیں ہے

جب تم ان آیتوں پر پہنچو تو کہو کہ اے اللہ! میں امید کرتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سجدے میں پڑا ہوا

**اے اللہ! میری امیدیں تجھ سے ہیں**

ایک بدو نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رو کر اپنے اللہ سے یہ دعا مانگ رہا تھا کہ ”اے میرے مولا! میں تجھی کو حاصل کرنے کا متمنی ہوں، اے اللہ! تو مجھے اپنے تک پہنچنے کی راہ دکھا دے۔ میں دونوں جہانوں کو پس پشت ڈال کر صرف اور صرف تیری ہی طرف آتا ہوں۔ اے مولا! تو مجھے اپنی راہ میں قبول فرما لے۔ مجھے اپنی راہ میں کامیابی سے ہمکنار فرما۔ میری امیدوں کو بر لا۔ میری امیدیں بھی تجھی سے ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بدو کی یہ التجا اور دعاسن کر زار و زار رونے لگے اور بے تماشا روتے رہے اور فرمانے لگے کہ واقعی لوگوں کی ہمتیں بہت عالی اور بلند ہوتی ہیں۔ بعض لوگ صرف نفس پرست ہو کر نفس ہی کے لیے طلب کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف اور صرف اللہ کی طلب میں ہوتے ہیں اور وہ اپنے اللہ کو پالیتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے چپاس کے قریب مشائخ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھ سے پانچ باتیں

خوب یاد کرو، دو جوڑے ہیں ایک الگ ہے۔

۱۔ اپنے گناہ کے سوا کسی سے خوف مت رکھو۔

۲۔ اپنے رب کے سوا کسی سے کوئی امید مت رکھو۔

۳۔ کوئی شخص جب نہیں جانتا تو اسے سیکھنے سے حیا نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ جب تم میں سے کسی ایک سے پوچھا جائے اور وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں کہ میں



نہیں جانتا، جیسا نہیں کرتی چاہیے۔

۵۔ اور جان رکھو کہ صبر کا تمام امور میں وہی درجہ ہے جو بدن میں سرکا ہے۔ جب سر بدن سے جدا ہو جاتا ہے تو جو جسم بیکار ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب صبر جاتا ہے، تو سب امور مگر ہو جاتے ہیں۔

پھر فرماتے گئے تھیں کامل درجہ کا فقیہہ بتاؤں، عرض کیا گیا بتلائیے اے امیر المؤمنین ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اس کی بخشش سے ناامید نہیں کرتا، جو لوگوں کو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں کرتا، جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مصیبت اچھی بنائے نہیں دکھاتا، جو موصدا و عارف لوگوں کو جنت کے وارث اور گنہگاروں کو قطعی دوزخ نہیں بتاتا حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ ان میں فیصلہ نہ فرمادیں۔ اس امت کے بہترین لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کبھی بے خوف نہیں ہوتے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:-

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ  
الْخَيْرُونَ .

سو خدا کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

اور اس امت کے بُرے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا يَأْيُسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ  
إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ .

بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

## اقوالِ رجاء

حضرت شاہ کرماتیؒ فرماتے ہیں۔ رجاء کی علامت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح عبادت کرے۔

**حضرت یحییٰ بن معاذ کی دعا** | حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں صلیبا ! تمہاری امید (رجاء) میرے دل میں شیریں ترین عطیہ ہے اور میری زبان پر شیریں ترین کلام تمہاری تعریف ہے اور سب سے محبوب گھڑی میرے لیے وہ گھڑی ہوگی جس میں میں تمہیں دیکھ لوں گا۔

ابن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ رجاء تین طرح کی ہوتی ہے :-  
**اقسام رجاء** | ۱۔ ایک شخص نیک کام کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ وہ کام مقبول ہوگا۔  
 ۲۔ ایک شخص برائی کرنے کے بعد توبہ کرتا ہے اور اسے مغفرت کی امید ہوتی ہے۔  
 ۳۔ ایک جھوٹا انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے مگر کہتا ہے کہ مجھے مغفرت کی امید ہے جس شخص کو معلوم ہو کہ اس نے بڑے اعمال کیے ہیں اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کا خوف اس کی امید پر غالب ہو۔

**اللہ پر خوش ہونا چاہیے** | حضرت ابو عبد اللہ بن حنیف فرماتے ہیں - اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجاء سے نیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس سے امید رکھی جاتی ہے، کی بخشش کو دیکھ کر دلوں کے خوش ہونے کو رجاء کہتے ہیں۔

**خوف اور رجاء** | حضرت ابو عثمان مغربی کا قول ہے کہ جس نے اپنے نفس کو صرف رجاء پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا۔ انسان کو کچھ رجاء اور کچھ خوف کے ساتھ ہونا چاہیے۔

**رجاء کی مثال** | حضرت منصور بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی رودباری کو فرماتے سنا کہ خوف و رجاء کی مثال پرندے کے دو پروں کی سی ہے۔ اگر دونوں یکساں ہوں تو پرندہ بھی یکساں رہتا ہے اور اس کی اڑان بھی مکمل ہوتی ہے اور جب ایک میں کمی آجائے تو اڑان میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور اگر دونوں جاتے رہیں



تو پرندے کی حالت نیم مردہ کی سی ہو جاتی ہے۔

**نیکی کی امید رجا ہے** | حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مستقبل

کے لیے بھلائی اور نیکی کا امیدوار ہو تو اس کی یہی امید رجا کہلاتی ہے لیکن عین ممکن ہے کہ اس کی صورت یہ ہو کہ اسے رجا کے بجائے تمنا کہنا زیادہ مناسب ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمنا بھی کہلانے کی مستحق نہ ہو بلکہ اسے غرور اور حماقت کہنا زیادہ موزوں ہو اور احمق لوگ ان میں فرق نہیں کر پاتے اور ہر صورت کو رجا (امید) ہی قرار دیتے رہتے ہیں۔

**رجاء کی تعریفیں** | بعض کہتے ہیں کہ سخی (یعنی اللہ) سے سخاوت کی امید کا نام رجا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کو جال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دل کے اللہ کی مہربانی کے قریب ہونے کو رجا کہتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ رجا یہ ہے کہ دل اچھے انجام پر خوش ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی طرف نگاہ رکھنے کا نام رجا ہے۔

**خوف اور رجا** | حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ خوف و رجا نفسوں کے لیے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفوس رعونت اور تکبر کو

انتیارتہ کریں۔

**خوف، رجا سے بلند ہے** | حضرت ابوسلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ دل کے لیے مناسب یہی ہے کہ خوف کے سوا کوئی

اور چیز اس پر غالب نہ ہو کیونکہ جب دل پر رجا (امید) کا غلبہ ہو گا تو دل خراب ہو جائے گا اس کے بعد اپنے ایک شاگرد احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھو دیتے تو نیچے اتر آتے۔

**عدم رجا کا نقصان** | حضرت حسین بن منصور فرماتے ہیں کہ دل کے لیے مناسب یہی ہے کہ خوف کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو اور جو شخص اللہ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہے یا اللہ کے سوا کسی اور سے امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ہر چیز کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور اس پر خوف کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور اسے ستر پردوں کے پیچھے چھپا دیتا ہے جن میں آسان ترین پردہ شک ہے جس چیز سے انھیں سخت خوف لاحق ہوتا ہے وہ ان کا انجام میں فکر کرنا ہے اور اپنے احوال کے تغیر کا خوف ہے۔

**مرجی اور تاصبی** | ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت خواجہ نظام الدین اویسی سے پوچھا کہ مرجی اور تاصبی کون ہوتے ہیں؟ فرمایا رافضی کوتاصبی کہتے ہیں اور مرجی وہ گروہ ہے جو رجا کا قائل ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مرجی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرجی خالص اور دوسرے مرجی غیر خالص۔ مرجی خالص وہ ہے جو صرف خداوند تعالیٰ کی رحمت کی بات کرتا ہے اور مرجی غیر خالص وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کی رحمت اور عذاب دونوں کی بات کرتا ہے اور صحیح مذہب یہی ہے۔

**حکایت** | حضرت بایزید بسطامیؒ سے ایک حکایت منسوب ہے کہ انھوں نے ایک بار کسی سے یہ آیت قرآنی سنی کہ تمہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہ اپنے ارادوں میں فقط دنیا کو ہی رکھتے ہیں اور پھر اس طرح کے لوگ بھی ہیں جو کہ صرف آخرت اور عقیٰ کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کو سن کر حضرت بایزید بسطامیؒ رونے لگے اور پھر فرمایا کہ اللہ پروردگار کی جانب سے اپنے بندوں کے لیے یہ ایک گلہ ہے ایک شکوہ اور شکایت ہے کہ اے لوگو! تم نے صرف دنیا اور عقیٰ ہی کو طلب کر کے قناعت کر لی اگر تم اپنے آپ کو اللہ سے وابستہ کر کے اللہ تک سپرد کر دیتے تو اللہ تمہیں بے حساب عطا فرماتا۔ اللہ



بندے کے قریب نہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بصارت، تمھاری سماعت اور تمھاری اعمال و افعال کی حرکات و سکنات بن جاتا ہے۔ تمھارے لیے اللہ سب کچھ ہو کہ کافی ہو جاتا ہے۔

**حضرت ذوالنون مصری کا طرز عمل** | آپ نماز کی نیت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ تیری بارگاہ میں حاضری کے لیے

کوئی پاؤں لاؤں اور کوئی آنکھوں سے قبیلہ کی جانب نظر کروں اور کوئی زبان سے تیرا بھید بتاؤں اور تعریف کے وہ کوئی الفاظ ہیں جن سے تیرا نام لوں لہذا مجبوراً حیا کو ترک کر کے تیرے حضور حاضر ہو رہا ہوں اس کے بعد نیت باندھ لیتے اور اکثر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتے کہ مجھے آج جن مصائب کا سامنا ہے وہ تو تیرے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں لیکن معشر میں اپنی بد اعمالیوں سے جو اذیت پہنچے گی اس کا اظہار کس سے کر دنگا لہذا مجھے عذاب کی ندامت سے بچھڑکا دے عطا کر دے۔

**حضرت یحییٰ بن معاذ کا نظریہ** | حضرت یحییٰ بن معاذ کے بعض نظریاتی حوالے ہیں

وہ امید کیونکر رکھ سکتا ہے مگر آپ نے پوری زندگی اس پر کار بند رہ کر ثابت کر دیا کہ یہ کوئی اتنا مشکل اور کٹھن کام نہیں ہے آپ کے خوف کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جب آپ کے گھر کا چراغ بجھ گیا تو آپ محض اس خیال سے روتے رہے کہ کہیں توحیدِ خدا کی شمع بھی غفلت کے جھونکوں سے نہ بجھ جائے۔

**حضرت سلیمان تونسوی کا قول** | آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک سالک کو ہمیشہ رحمت پروردگار کا امیدوار رہنا چاہیے۔

اس لیے کہ وہ ذاتِ رحمان ہے اور اسی نے خود فرمایا: ہم کہ میری رحمت غضب پر سبقت لے گئی ہے اس لیے بندوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید اور مایوس

دہوں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت سے یابوس ہونا کفر ہے۔

**حکایت** | حضرت ذوالنون مری نے فرمایا کہ میں نے ایک پہاڑ پر بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا اور جب وجہ دریافت کی تو انھوں نے بتایا کہ یہاں پر ہر عبادت کرنے والا سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکل کر بیماروں کو کچھ دم کرتا ہے جس کے بعد سب لوگ صحتیاب ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے بھی کچھ مدت تک ان بزرگ کا انتظار کیا اور جب وہ برآمد ہوئے تو ان کی آنکھوں کے گرد حلقے گہرے ہو گئے تھے اور وہ بہت نحیف سے دکھائی دیتے تھے پھر آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر تمام بیماروں پر کچھ دم کیا اور وہ سب صحتیاب ہو گئے اور جب وہ عبادت گاہ میں قدم رکھنے لگے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ظاہری امراض و اہوں کو تو شفا ہو گئی لیکن میرا باطنی مرض بھی رفع فرما دیجئے۔

میری یہ بات سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ اے ذوالنون! میرا ہاتھ چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہے ہیں کہ تو نے اس کا دستِ کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھامنے کی خواہش کی ہے۔ یہ کہہ کر ان بزرگ نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اپنی عبادت گاہ میں داخل ہو گئے تب مجھے احساس ہوا کہ مشکل اور مصیبت میں صرف اس ذات باری کی طرف دیکھنا چاہیے جو کل کائنات کا پالنے والا ہے۔

**نصیحت لقمان** | ایمان موجب خوف ہے اس سلسلہ میں جناب لقمانؑ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے بیٹے! اللہ کا خوف اس طرح کرو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور اس کے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھو۔ فرزند لقمان نے کہا کہ مجھ سے یہ کام کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ میرے سینے میں ایک دل ہے۔ لقمانؑ نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مرد مومن کے (سینے میں) دو دل ہوتے ہیں۔ ایک دل سے وہ خوف کرتا ہے اور دوسرے دل سے امید رکھتا ہے۔



اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دونوں کا تعلق ایمان سے ہے۔

## حکایت

عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنازہ دیکھا جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے جا رہے تھے۔ میں نے عورت کی جگہ لے لی۔ ہم سب قبرستان پہنچے اور نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا۔ میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تیرا اس میت سے کیا رشتہ تھا؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا تھا۔ میں نے پھر پوچھا کیا آپ کے پڑوسی نہیں ہیں؟ کہنے لگی، میں تو گمراہوں نے اسے حقیر سمجھا۔ میں نے پھر پوچھا یہ کیا تھا، عورت نے جواب دیا یہ محنت تھا۔ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر رحم آیا۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اسے پیسے، گندم اور کپڑے دیے۔ جب رات کو سویا تو خواب میں ایک شخص آیا جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند جیسا تھا اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ جواب دیا میں وہی محنت ہوں جسے تم نے آج دفن کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے بخش دیا کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے لیکن میں پُر امید رہتا تھا۔

## حقیقتِ رجاء

رجاء بلاشبہ محمود ہے لیکن یہ بھی نہیں کہ اس کی ہر (مناسب و نامناسب) صورت محمود ہی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھے بیج تلاش کرے اور نرم زمین میں بوئے اور پھر اس زمین کو گھاس پات، خش و خاشاک اور کاتوں جھاڑیوں سے صاف رکھے وقت پر پانی دے، سیراب کرے اور پھر اس بات کا امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ زمین و آسمان کی آفتوں سے اسے محفوظ رکھے گا اور وقت آنے پر وہ فائدہ حاصل کر سکے گا تو اس کی یہ امید بیشک رجاء کہلائے گی لیکن اگر بیج پرانا اور ٹوٹا بھوٹا بیویا تخم ریزی کے بعد وہ خار و گیہا سے صاف نہ رکھے یا اسے سیراب نہ کرے اور امیدوار نفع و منفعت کا ہو تو یہ امید رجاء نہیں بلکہ

غور اور حماقت کہلانے کی مستحق ہے، اسی طرح اگر بیج عمدہ ہو، زمین نرم و صاف ہو اور بعد میں بھی اسے صاف رکھے لیکن پانی نہ دے اور اس امید پر نہ دے کہ بارش ہو جائے گی۔ (اھذہ زمین کو سیراب کر دے گی) حالانکہ وہاں بارش کا ہونا یقینی نہ ہو اگرچہ محال بھی نہ ہو تو اس کی یہ امید، آرزو یا تمنا کہلانے کی نہ کہ رجاء۔

پس اسی طرح جو شخص ایمان صحیح کا عمدہ بیج اپنے سینے کے صحرا میں ڈالتا ہے اور سینے کو اخلاق بد سے پاک رکھتا ہے اور متواتر عبادت سے درخت ایمان کی آبپاری کرتا ہے اور پھر نگاہ امید سے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ آفات سے اسے دور رکھے گا اور مرتے دم تک اسی حالت کو برقرار رکھتا ہے (اور دنیا سے جاتے وقت ایمان کو صحیح سلامت ساتھ لے جاتا ہے تو اسے امید درجاء) کہا جائے گا۔ اور نشانی اس کی یہ ہے کہ مستقبل میں ہرگز کوئی تقصیر اس سے سرزد نہیں ہوتی اور اس حال کی خبر گیری سے کبھی کوتاہی واقع نہیں ہوتی۔ کیونکہ کھیتی کی دیکھ بھال سے غفلت کرنا تا امید کی نشانی ہے۔ نہ کہ امید و رجاء کی۔ لیکن اگر تخم عمدہ پھوٹا ہوا اور ٹوٹا ہوا ہو یعنی یقین صحیح نہ ہو یا اگر صحیح ہو تو سینہ اخلاق بد سے پاک نہ ہو اور عبادت کا پاتی بھی اسے میسر نہ ہو تو اس صورت میں رحمت حق تعالیٰ پہ نگاہ رکھنا حماقت ہے نہ کہ امید۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ”آحق ہے وہ شخص جو وہی کچھ کرتا ہے جو اس کے نفس کی خواہش ہو اور رحمت خداوندی کا امیدوار ہوتا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب (توریت) کو ان سے حاصل کیا، اس دنیا کے دوں کا مال و متاع لے لیتے ہیں اور اس گناہ کو حقیر سمجھ کر کہتے ہیں کہ ہماری ضرورت مغفرت ہو جائے گی۔ گویا یہاں مذمت کی جا رہی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کی کہ انبیاء کے بعد ان تک علم پہنچا اور وہ اسے ترک کر کے دنیا میں محو ہو گئے اور (اس کے باوجود) کہتے گئے کہ



ہم حق تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کی رحمت پر نگاہ رکھتے ہیں۔ پس ہر وہ چیز جس کے اسباب بندہ کے اختیار سے متعلق ہوں۔ تو ان (متعلقہ اسباب) کی تکمیل کے بعد رحمت خداوندی پہ نگاہ رکھنا تو بیشک رجاء ہے لیکن اگر ان اسباب کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا جائے تو رحمت کی امید رکھنا حماقت اور غرور کے سوا کچھ بھی نہیں اور اگر ویران اور برباد نہ کیا جائے لیکن آبادی کی بھی کوئی تدبیر نہ کی جائے تو فکر کی امید رکھنا محض آرزو ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ ”دین کے کام محض آرزوؤں سے نہیں سنوارا کرتے“ کہ امید قبول تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ توبہ کی جائے تاہم اگر کوئی شخص توبہ نہ کرے لیکن اپنے کبے پر غمگین دلول ہو اور رحمت کا امیدوار ہو اور یہ اس لگائے کہ حق تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق عنایت فرمائے گا توبہ رجاء ہے کیونکہ اس کی غمگینی اور طلال اس کی توبہ کا سبب بن سکتے ہیں اور اگر رجور بھی نہ ہو اور توبہ کا امیدوار ہو تو وہ مغرور و متکبر ہے۔ یعنی اس بات کا امیدوار کہ توبہ خود اس کے پاس حل کر لے گی۔

اور اگر بلا توبہ بخشش کا امیدوار ہے تو وہ بھی ایسا مغرور و متکبر ہے اگرچہ احمقوں نے ان باتوں کو بھی امید کا نام دے رکھا ہے۔ حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ بالکل واضح ہے کہ ”حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور رحمت کریں گے۔“

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر احمق کون ہوگا جو بیچ تو بڑے دودخ کا، اور امید رکھے بہشت کی۔ اور اس مقام کا طالب ہو جو اطاعت گزاروں کے لیے مخصوص ہو حالانکہ اعمال گناہگاروں کے سے ہوں یا بغیر عمل ثواب کا امیدوار ہو۔

زید الخلیل نامی ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ اس چیز کی نشانی کیا ہے کہ فلاں شخص کی تو حق تعالیٰ کو بھلائی منظور ہے اور فلاں

کی بھلائی اسے منظور نہیں ہے؛ فرمایا تو ہر صبح کو جو بیدار ہوتا ہے تو تیری کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اس نے کہا میرا حال تو یہ ہوتا ہے کہ میں نیک کاموں سے رغبت اور نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اگر نیک کام پیش نظر ہو تو اسے بلاتا خیر سرانجام دیتا ہوں اور اس کے ثواب پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔ اور اگر کوئی نیکی کا موقع ہاتھ سے جاتا ہے تو غمگین و ملول ہو جاتا ہوں اور اس بات کا متمنی رہتا ہوں کہ پھر اس کا کرتا نصیب ہو۔ حضورؐ نے فرمایا بس یہی نشانی ہے کہ حق تعالیٰ کو تیری بھلائی منظور ہے۔ کیونکہ اگر تیری برائی منظور ہوتی تو تجھے (ان نیک کاموں کی بجائے) بلائیوں ہی میں مشغول رہنے دیتا اور اس بات کی قطعاً پروا نہ کرتا کہ دوزخ کی کونسی وادی کو تیرا مقام ہلاکت قرار دے۔ (کیمیائے سعادت ص ۹۱۸)

**بیم ورجاء کی وضاحت** | ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ نیشاپور میں قیام پذیر تھے کہ چند لوگ آپ کے ارادتمند ہو گئے وہ اکثر اوقات آپ کے پاس بیٹھ کر مسائل پوچھتے رہتے۔ بعض اوقات خاصے مشکل مسئلے بھی پوچھتے، آپ اپنی گفتگو میں اکثر بیم ورجاء کے الفاظ استعمال کرتے۔ ایک دن کچھ لوگ آپس میں کہنے لگے، پیر و مرشد دوران گفتگو ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ شاید ان کی معنویت کا خود بھی احساس نہ ہو۔ ایک نے پوچھا مثلاً کونسی بات؟ اس پر دوسرے نے جواب دیا مثلاً یہ کہ پیر و مرشد اکثر بیم ورجاء کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ بیم کے معنی ہیں خوف اور رجاء کے معنی امید کے ہیں۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب یہ دونوں نقطہ مناجات میں استعمال کرتے ہیں تو ان سے ان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

اس موقع پر ایک اور شخص یولا کہ پیر و مرشد ایک روز کہہ رہے تھے کہ میں خدا سے بیم ورجاء تعلق رکھتا ہوں، معلوم نہیں کہ اس سے ان کا کیا مطلب تھا؟ آخر کار طے یہ پایا کہ یہی سوال پیر و مرشد سے براہ راست کیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے یحییٰ بن معاذؒ کے پاس جا کر عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت! ہم آپ سے ایک سوال کا جواب حاصل



کرنے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا پھر یہ تامل کس لیے کیا جا رہا ہے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ ڈالو۔ آپ کی جانب سے اجازت ملنے کے باوجود کسی میں سوال کرنے کی ہمت نہ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کی قوت گویائی سلب ہو گئی ہو۔ جب یہ لوگ بدستور خاموش رہے تو یحییٰ بن معاذ نے عاجز آکر کہا یہ بیم ورجاء کس لیے؟ جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہہ ڈالو۔

اس پر ایک آدمی بہت کسر کے بولا پیر و مرشد! ہم آپ سے یہ جانتا چاہتے ہیں کہ جب آپ خدا کو مخاطب کرتے ہیں تو بیم ورجاء کی بات کیوں کرتے ہیں آخر اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ حضرت یحییٰ بن معاذ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اس میں دشوار بات کو نہی ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ جس بات کو آسان سمجھ رہے ہیں وہ ہمارے لیے بہت دشوار ہے اس شخص کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنی سیدھی سی بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں اسلام کے ارکان میں شامل ہیں اور جو شخص ان کو نظر انداز کرتا ہے وہ کبھی اپنے ایمان کو مستحکم نہیں رکھ سکتا۔ یاد رکھو کہ جس کے دل میں خوف ہوگا اس کے دل میں ہی جدائی کا غم ہوگا اور یوں جب وہ عبادت کرے گا تو اس کے دل میں رجاء پیدا ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ پُر امید رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی عبادت قبول ہوگی اور وہ وصل سے ہمکنار ہوگا۔ بس تم یہ سمجھ لو کہ عبادت کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ بیم ورجاء اس میں شامل نہ ہوں۔ آپ کی اس وضاحت سے سوال کرنے والے مطمئن ہو گئے اور اب مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہ رہی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص بہت زیادہ شراب پیا کرتا تھا اس نے ایک مرتبہ اپنے ہم پیالہ لوگوں کو جمع کیا اور ایک رطل کے کو چارہ درہم دیے کہ ان کے لیے چل خرید لائے۔ بچے کا گزر منصور بن عمار کی مجلس کے دروازے پر ہوا۔ منصور ایک محتاج کے لیے کچھ مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو کوئی اسے چارہ درہم دے گا اس کے لیے چاہ

**حکایت**

دعائیں کروں گا۔ یہ سن کر بچے نے چاروں درہم اسے دے دیے۔ منصور نے کہا: تو کیا کیا دعا کراتا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میرا ایک آقا ہے جس سے میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ منصور نے دعا کی اور کہا: اور کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میرے درہموں کے بدلے اور درہم دے۔ انھوں نے یہ بھی دعا کر دی۔ پھر کہا: اور کیا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میرے آقا کی توبہ قبول کر لے۔ انھوں نے یہ بھی دعا کر دی۔ اور پوچھا: اور کیا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے، میرے آقا کو اور آپ کو اور جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کو معاف کر دے۔ منصور نے یہ دعا بھی کر دی۔ اس کے بعد وہ لڑکا اپنے آقا کے پاس لوٹ گیا۔ آقا نے پوچھا: تو نے دیر کیوں لگائی؟ اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ آقا نے کہا: انھوں نے کیا دعا کی؟ اس نے کہا: میں نے آزاد ہونے کی درخواست کی تھی۔ آقا نے کہا: جاؤ تم آزاد ہو۔ دوسری دعا کو بھی تھی؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان درہموں کے بدلے اور درہم دے دے۔ آقا نے کہا: یہ لو چار ہزار درہم۔ پھر کہا: تیسری دعا کونسی ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرے۔ اس نے کہا: میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر کہا: چوتھی کونسی ہے؟ کہا: یہ کہ اللہ تمہیں، مجھے، قوم کو اور نصیحت کرنے والے کو معاف کر دے۔ آقا نے کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ جب رات ہوئی تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اسے کہہ رہا ہے جو کچھ تمہارے اختیار میں تھا تو نے کر دیا، کیا تیرا خیال ہے کہ جو کچھ میرے اختیار میں ہے میں نہیں کروں گا؟ میں نے تجھے، غلام کو اور منصور بن عمار کو اور ان لوگوں کو جو وہاں موجود تھے معاف کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندے کو عالم رؤیا میں فرمایا کہ میرے بندوں میں کچھ

**اہل رجاء کی خوبیاں**

ایسے بندے بھی ہیں، میں انہیں محبوب رکھتا ہوں وہ میرے مشتاق دیدار ہیں، میں ان کا مشتاق دیدار ہوں، وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انہیں یاد فرماتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے



ہیں اور میں ان پر نگاہِ رحمت ڈالتا ہوں اگر تو ان کے راستہ پر چلے گا تو میں تجھے محبوب بناؤں گا اور اگر تو نے ان کا راستہ نہ اپنایا تو میں تجھ سے دشمنی رکھوں گا۔ اس صلیق نے پوچھا، یا اللہ! ان کی علامتیں کیا ہیں؟ رب ذوالجلال نے فرمایا کہ وہ دن ڈھلنے کا ایسا خیال رکھتے ہیں جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کا خیال رکھتا ہے۔ وہ غروبِ شمس کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے سورج ڈوبنے کے بعد پرندہ اپنے اشیانے میں پہنچنے کا مشتاق ہوتا ہے۔

جب رات بھیک جاتی ہے۔ تار کی بڑھ جاتی ہے، بستر بچھا دیے جاتے ہیں، لوگ اٹھ جاتے ہیں اور دوست دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہیں تو وہ میرے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں، میرے لیے چہروں کا فرش بچھا دیتے ہیں (سجدے کرتے ہیں) میرے کلام میں مجھ سے ہم کلام ہوتے ہیں، میرے انعامات کی آرزو کرتے ہیں، ان کی ساری رات گریہ و زاری کرتے، رحمت کی امید رکھتے اور خوفِ عذاب سے ڈرتے ہوئے قیام و قعود اور رکوع و سجود میں گزر جاتی ہے، مجھے اپنی نظرِ رحمت کی قسم! وہ میری وجہ سے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتے اور مجھے اپنی سماعت کی قسم! وہ میری محبت کا شکوہ نہیں کرتے۔ اور میں پہلے پہل انھیں تین چیزیں عطا کرتا ہوں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دیتا ہوں جس سے وہ میری خبر پالیتے ہیں جیسے میں ان کی خبر پالیتا ہوں، دوسرے یہ کہ اگر زمین و آسمان اپنی تمام تر اشیاء کے ساتھ ان کے میزانِ عمل میں رکھ دیے جائیں تب بھی ان کے پلے ہلکے ہوں گے اور میں ان کی نیکیاں بھاری کر دوں گا۔ تیسرے یہ کہ میں اپنی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہوں اور وہ اس بات کو جان لیتا ہے کہ وہ جو کچھ مانگے گا میں اسے دے دوں گا۔

ابلیس کی شقاوت اور آدم کی سعادت | ابو محمد مروزی فرماتے تھے کہ ابلیس پانچ خصال کی وجہ سے شقی ہوا کہ

اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، نہ وہ گناہ پر نادم ہوا، نہ اس نے اپنے نفس کو ملامت کی نہ توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔ اور فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے برعکس کیا کیونکہ وہ پانچ خصائل کے باعث سعید ہو گئے یعنی انھوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا، گناہ پر ندامت کی، اپنے نفس کو ملامت کی، فی الفور توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص **خوف ورجاء کی علامت** اپنے اندر خوف اور رجاء کی علامتیں محسوس کرنے لگے تو اس نے مضبوط سہا ملہا تمام کیا۔ خوف کی علامت ممنوع امور سے بچنا اور رجاء کی علامت اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خوف، ورجاء کی دو علامتیں ہیں۔ رجاء کی علامت تو یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی پسند کے اعمال محض اس کی رضا کے لیے کرے۔ اور خوف کی علامت یہ ہے کہ تین باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس سے پرہیز کرے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادقؑ کے پاس آیا **حکایت** اور عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرایے آپ نے فرمایا کہ تو نے نہیں سنا کہ مومن علیہ السلام کو لَنْ تَرَانِي رَتُو مجھے سرگز نہیں دیکھ سکتا، کہا گیا تھا اس نے کہا کہ یہ ملت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک فریاد کرتا ہے کہ رَاٰی قَلْبِي رَبِّي (میرے دل نے خدا کو دیکھا) اور دوسرا شخص نوحہ لگاتا ہے کہ اَحْرَا عَيْدُ رَبِّا لَعَارَةً۔ (میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نے دیکھا نہیں) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس شخص کو باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پانی اس کو نیچے لے گیا اور پھر اوپر لے آیا۔ اس نے فریاد کی يَا بْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِيَاثُ الْغِيَاثُ! (اے فرزند رسول خدا! فریاد ہے فریاد) آپ نے فرمایا اے پانی اسے پھر



نیچے لے جا۔ پانی اس کو نیچے لے گیا اور دوبارہ اسے اوپر لے آیا۔ اس شخص نے پھر پکارا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیث الغیث (اے رسول اللہ کے فرزند! فریاد ہے فریاد) ایسے ہی چند بار آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اسے نیچے اوپر کرتا رہ۔ پانی اسے نیچے لے جاتا اور اوپر اچھالتا۔ وہ ہر بار امام جعفر صادقؑ سے پناہ ڈھونڈتا جب اس کی امید مخلوق سے منقطع ہو گئی تو اس وقت پانی پھر اس کو نیچے لے گیا اس نے فریاد کی الھی الغیث الغیث (یا الہی فریاد ہے فریاد) امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اب اس کو نکال لو۔ چنانچہ اسے نکال لیا گیا۔ تھوڑی دیر اس کو چھوڑ دیا تاکہ اسے سکون آجائے پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ اس نے کہا کہ جب تک میں پوری طرح اللہ پر امید نہ رکھتا تھا اور اللہ کے سوا دوسرے سے مدد کا طالب رہا اس وقت تک مجھ میں اور خدا میں حجاب تھا مگر جب میں بالکل اپنے معبود کی طرف ملتجی ہوا تو اس وقت میرے دل میں ایک سورخ کھلا۔ میں نے اس سورخ کو دیکھا تو حق سبحانہ کا دیدار مجھے حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک اضطراب نہ ہو یہ بات حاصل نہیں ہوتی اَقْنِ یَحْیٰی الْمُسْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ۔ خدا تعالیٰ مضطر کی دعا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس کو پکارتا ہے، جب تک تو صادق کو پکارتا رہا کاذب تھا۔ اب اس سورخ کو محفوظ رکھ تاکہ مطلوب کو تو وہاں سے دیکھتا ہے۔

**حکایت** حضرت سلم بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ میں بحریں کے علاقہ میں گیا ایک عورت نے میری مہمان نوازی کی۔ جس کے ہاں مال و دولت بیٹے غلام سب کچھ موجود تھا مگر میں اسے غمگین محسوس کرتا تھا اس کے پاس سے رخصت ہونے لگا تو میں نے کہا کہ کوئی ضرورت یا کام وغیرہ ہو تو رتاؤ، کہنے لگی کہ کبھی دوبارہ ہمارے شہر میں آنا ہو تو میرے پاس ہی قیام کرنا ہوگا۔ میں یہ سن کر رخصت ہو گیا اور کئی سال تک غائب رہا پھر ایک دفعہ وہاں گیا تو اس کے دروازے پر کوئی دربان نہ تھا۔ اجازت لے کر اندر گیا تو وہ عورت خوشی

سے ہنس رہی تھی۔ میں نے ہنسی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ تیرے بعد ہم نے سمندر کے راستے جو مال بھی کہیں بھیجا وہ غرق ہو گیا اور خشکی کے راستے جو بھیجا وہ بھی ہلاک ہوتا رہا۔ بیٹے فوت ہو گئے، غلام وغیرہ سب جاتے رہے۔ میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے، ان دنوں میں نے تجھے غمگین دیکھا تھا اور آج تو مسرور نظر آ رہی ہے، کہنے لگی ہاں! جن دنوں دنیاوی خوش حالی میں تھی تو ڈرتی رہتی تھی کہ کہیں اللہ تعالیٰ میری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں نہ چکا دیا ہو اب جبکہ میرا مال ختم ہو گیا، بیٹے فوت ہو گئے اور غلام جاتے رہے تو مجھے امید ہونے لگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں میرے لیے خیر کو جمع کر رکھا ہے اس لیے میں خوش ہوں۔

حضرت ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ ہر حال میں اللہ سے وابستگی | جنت اور جہنم میں انتخاب کا مجھے اختیار

دیں تو میں جہنم کو خوشی قبول کر لوں گا اور میری عرص ہوگی کہ اے پروردگار! تمام اہل جہنم کے بجائے مجھے اکیلے ہی کو اس جہنم میں ڈال دے اور اس کے بجائے اہل جہنم کو جنت عطا فرما دے۔ تمام انسانوں کے عذابوں کا بوجھ مجھ پر ڈال دے۔ میں اس بوجھ کو خوشی اٹھانے کے لیے تیار ہوں اے رب جلیل! میں نے اپنے دل سے یہ فیصلہ کر لیا ہے اور اے قدرت والے خدا! اس حالت میں صرف اور صرف میری زبان کو قوتِ ذکرِ الہی سے فیض یاب رکھ تاکہ دل تیری معرفت سے خالی نہ ہونے پائے۔

اس خاص بیان کے زمرے میں حضرت عبداللہ بن عزیز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ سے کئی بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ خواب کے عالم میں قیامت قائم ہو گئی ہے۔ میری التجا اور وعدے کے مطابق منادی کی گئی کہ عبداللہ کہاں ہے اور کیا اسے اپنا وعدہ اور بیان یاد ہے۔ اس پر میں نے برملا ایک بار پھر اپنے اسی وعدے اور بیان پر قائم رہتے ہوئے اقرار کیا کہ بتی نوع انسان کے بدلے میں مجھے اکیلے ہی کو دوزخ میں ڈال



دیا جائے۔ پھر منادی نے کہا کہ اب تمہارا پھر ایک امتحان لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ  
ہی دوزخ کی ہیبت اور دہشت کی اذیت چکھانے کے لیے میرے سینے پر ایک ماکھ  
مارا، مجھ پر شدید دہشت اور ہیبت طاری ہوئی لیکن پھر بھی میں اپنے وعدے پر قائم رہا  
اور پھر عالم خواب منقطع ہو گیا۔



## باب ۱۲

## محاسبہ

اعمال کو رضائے الہی کے تابع رکھنے کے لیے اپنے آپ کی خبر گیری کرنے کو محاسبہ کہا جاتا ہے۔ یہ بات انسان کے پیش نظر ہے کہ آخرت میں انسانی اعمال کا حساب ہوگا نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہو کر وہ جزایا سزا پائے گا اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا حساب بڑا سخت ہے اس سے بچنے کے لیے صوفیاء نے ایک عمل یہ اختیار کیا کہ اس بڑے حساب سے بچنے کے لیے دنیا میں اپنے اعمال کا حساب کے ذریعے احاطہ کیا جائے تاکہ انسان خبردار رہے کہ وہ خسارے میں تو نہیں۔ اس عمل کو اہل تصوف نے محاسبے کا نام دیا ہے اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے گا آخرت میں اس کا حساب آسان رہے گا اور انجام بخیر ہو جائے گا اور جس نے محاسبہ کی طرف توجہ نہ دی تو وہ خسارے میں رہے گا۔

## حکیم محاسبہ

جو اعمال انسان سرانجام دے رہا ہو اس کے بارے میں گاہے بگاہے غور کرے کہ ان میں کوئی ایسا عمل تو نہیں جو اللہ کی رضا کے منافی ہے ایسے عمل کو ترک کر دے اور اس کی جگہ نیک عمل کثرت سے کرے پھر ہر حال میں اپنے احوال سے واقف رہے۔ اطاعت میں شکر کرے اگر کوئی معصیت ہو جائے تو استغفار کرے تاکہ ہر حال میں نیکیوں میں کثرت رہے اور روز حساب نیکیوں کے باعث بخشا جائے، اہل تصوف نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل



آیت سے محاسبے کا حکم اخذ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ غور کرے جو اس نے کل کے لیے آگے بھیجا ہے  
وَاتَّقُوا اللَّهَ طَرِيقَ اللَّهِ خَيْرٌ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تمہارے ہر عمل سے  
بِمَا تَعْمَلُونَ ہ

یا خبر ہے۔ (پ ۲۸، حشر ۱۸)

آخرت کی فکر میں غور کرنا کہ اس نے اللہ کی بارگاہ میں کیا بھیجا ہے جو کل کو اس کے کام  
آئے گا محاسبہ کہلاتا ہے تاکہ ہر شخص اپنا محاسبہ کرتا ہے کہ اس نے اپنی عاقبت کے لیے  
کتنے نیک عمل جمع کیے ہیں۔ آج کی خوشیوں میں کھو کر کل کی فکر نہ کرنا عقلمندی نہیں، بلکہ  
نادانی ہے اور نادانی آخر برے انجام کا پیش خیمہ ہوتی ہے اس لیے ہر شخص کو اپنا  
محاسبہ کرنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا ہے کہ حساب لیے جانے سے  
پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف یوں اشارہ  
فرمایا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ  
خُلُوفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا  
فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ہ

بیشک اہل تقویٰ کو جب شیطان چھوتا ہے تو  
وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو پھر وہ فوراً صاحب  
بصیرت ہو جاتے ہیں (پ ۹، اعراف ۲۰)

## احادیث محاسبہ

عمل سے پہلے انجام سوچو | حدیث ثابہ ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے  
کچھ وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا کیا تو وصیت چاہتا ہے اس نے عرض کیا ہاں! آپ

نے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اس کے انجام کو سوچ لے۔ اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر بُرا ہو تو اس سے باز آ۔ (احیاء العلوم)

**نفس کا حساب** | حدیث میں ہے کہ مقل کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہئیں، ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے ہوتی چاہیئے۔

(احیاء العلوم)

**محاسبے کا مفہوم** | حضرت جناب قسریؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز فجر ادا کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے پس ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے ذمہ اور تمہارے اعمال کے بارے میں کوئی بات دریافت نہ کرے کیونکہ جو کچھ وہ دریافت فرمائے گا یا طلب کرے گا وہ اس کو اس کی شان کے مطابق حاصل ہوگی (اور بندے کو اس سے مفر نہ ہوگا) اور اس عمل کی پاداش میں بندے کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔ (مسلم شریف)

## فروع و محاسبہ

**حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرز عمل** | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے بابا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا میں عمرؓ سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا ہوں۔ پھر فوراً ہی کہا اے عائشہؓ! میں نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے ان کے الفاظ ہو ہو دہرائیے کہ میں عمرؓ سے زیادہ کسی کو دوست نہیں رکھتا ہوں! فرمایا نہیں! یہ تو میرے منہ سے نکل گیا ورنہ میرا مطلب یہ تھا کہ زندہ انسانوں میں مجھے عمرؓ سے زیادہ کوئی شخص عزیز نہیں۔ تو دیکھیے کہ کس طرح جناب صدیق اکبرؓ نے دم نزع میں بھی زبان کی اس جھوٹی سی لغزش کا محاسبہ کر کے چھوڑا۔ اور جب دیکھا کہ یہ درست نہیں تو فوراً اس میں اصلاح کر لی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا اور رسولؐ سے زیادہ دوست کون ہو سکتا ہے۔



**محاسبہ نفس** | حضرت عمر فاروقؓ ہمیشہ زور دیا کرتے تھے کہ اے لوگو! پیشتر اس کے کہ تمہارے اعمال کو ترازو سے عدل میں ڈالا جائے تم خود ہی ان کا وزن کر لو تاکہ کمی بیشی کا اندازہ کر کے اس کی کوئی تدبیر اس زندگی میں ہی کر لو ورنہ بعد میں پھر یہ موقع کہاں۔ حضرت عمرؓ رات کو جب گھر تشریف لاتے تو ایک دُورہ زور سے خود اپنے پاؤں پر مارنے اور اپنے آپ سے کہتے کہ بتاؤ نے آج کیا کچھ کیا ہے ادویوں اپنے نفس کا شدت کے ساتھ محاسبہ فرماتے تھے۔

**حضرت انسؓ کا قول** | حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کو باغ میں تنہا کھڑے دیکھا کہ متہ سے کچھ کہہ رہے ہیں میں نے دیوار کی اوٹ میں ہو کر سنا تو اپنا محاسبہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے واہ جی واہ! لوگ تمہیں امیر المؤمنین کہتے ہیں تو کہیں اس پر بھول نہ بیٹھنا بلکہ تمہیں خدا کی قسم ہے کہ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو ورنہ اپنے آپ کو عذاب و سزا کے لیے تیار رکھو۔

**عجیب انداز سے محاسبہ** | اور حضرت ابو طلحہؓ کے حال میں مروی ہے کہ جب ان کو نماز میں پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا باغ صدقہ کر دیا یعنی اس قتل کی اتنی ندامت ہوئی کہ باغ سے ڈالا اس موقع پر خدائے تعالیٰ اس کے عوض میں اور دے گا۔

**نفس کو اپنا غلام بناؤ** | ابنِ سلامؒ نے کادیوں کا گٹھا سر پر اٹھا رکھا تھا اور بازار میں سے گزر رہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ کام تو آپ کے غلاموں کے کرنے کا ہے۔ فرمایا ہاں! میں بھی تو یہ کام غلام ہی سے لے رہا ہوں کیونکہ میں نے نفس کو اپنا غلام بنا لیا ہے اور یہ گٹھا اسی کی آزمائش کے لیے اٹھا رکھا ہے کہ دیکھوں وہ کیسے محسوس کرتا ہے۔

**خواجہ حسن بصری کا قول** | حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ مومن اپنے نفس پر نگرانی کرنے والا ہے وہ اپنے نفس سے حساب لیتا ہے۔ مزید فرمایا کہ مومن کے سامنے ناگہانی طور پر کوئی چیز آجاتی ہے وہ اسے پسند آتی ہے اور کہتا ہے خدا کی قسم! میں تجھے چاہتا ہوں اور تو میری ضرورت ہے لیکن تجھے حاصل کرنے کا میرے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے۔ تیرا حاصل کرنا بہت دور ہو گیا ہے، میرے اور تیرے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے اور پھر کوئی کوتاہی اس سے ہو جاتی ہے تو وہ ہوش میں آجاتا ہے اور کہتا ہے میں نے اس سے کیا حاصل کرنا چاہا، میرا اور اس کا کیا تعلق؟ میں انشاء اللہ اس کی طرف کبھی رجوع نہیں کروں گا۔

مومن ایک ایسی قوم ہیں جن کو قرآن نے قید کر رکھا ہے اور ان کے اور ان کی ہلاکت کے درمیان مائل ہو چکا ہے۔ مومن دنیا میں دین کا قیدی ہے وہ اپنی گردن آزاد کرنے کی کوشش نہیں کرتا نہ کسی چیز سے بے خوف ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ وہ جانتا ہے کہ اسے اپنے کان، آنکھ، زبان اور اعضاء کے سلسلہ میں باندھ کر رکھا گیا ہے اور ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

**حکایت** | حضرت ابو علی دقاق کا واقعہ ہے کہ ایک اور بزرگ تے آپ کو خواب میں بے قراری کی حالت میں روتے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا کیا آپ دوبارہ اس دنیا میں آنا چاہتے ہیں تو آپ نے ہاں میں جواب دیا لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں اپنی بھلائی کے لیے دنیا میں آنا نہیں چاہتا بلکہ مخلوق کو اللہ کی طرف راغب کرنے کے لیے واپسی چاہتا ہوں اور ان کو یہاں کے حالات سے باخبر کرنے کی خواہش ہے۔ پھر کسی بزرگ نے خواب میں سوال کیا کہ وہاں آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اول تو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام اچھے بُرے اعمال کا محاسبہ کیا اس کے بعد سب گناہ صاف کر کے مجھے مغفرت میں بٹھا دیا۔ اور جنت عطا فرمادی۔



**حکایت** | ایک مرید بصرے میں گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھا اور اسی دوران اس کو اپنے کسی گناہ کا خیال آگیا جس کی وجہ سے تین یوم تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور تین یوم کے بعد جب وہ سیاہی دور ہو گئی تو حضرت جنیدؒ کا مکتوب پہنچا کہ بارگاہ الہی میں مؤدبانہ قدم رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ تیرے چہرے کی سیاہی دھونے میں مجھے تین یوم دھوئی کا کام کرنا پڑا ہے۔

**نفس سے حساب لو** | اور مہمون بن مہران فرماتے ہیں کہ بندہ متعین سے نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے نفس سے اس طرح حساب نہ کرے جس طرح شریک سے کیا کرتے ہیں اور دو شریک آپس میں حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہیں۔

**حکایت** | کہا گیا ہے کہ توبہ بن صمد رقبہ کا باشندہ اپنے نفس سے روزانہ حساب لیتا تھا۔ ایک دن اس نے حساب کیا تو وہ ساٹھ سال کا ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سالوں کے دن گنے تو وہ اکیس ہزار پانچ سو دن ہوئے۔ وہ چیخ پڑا اور کہا مائے افسوس! اگر مجھ سے ایک دن کا ایک بھی گناہ ہوا تو میں اللہ کے سامنے اکیس ہزار پانچ سو گناہ لے کر جاؤں گا، حالانکہ ہر روز کئی ہزار گناہ ہو جاتے ہیں۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا اور فوت ہو گیا اس وقت لوگوں نے ایک غائبانہ آواز سنی کہ جنت الفردوس کی دور کیسی اچھی رہی۔

**محاسبہ کا طریقہ** | محاسبہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شروع دن میں ایک ایسا وقت لازمی طور پر مقرر کرنا چاہیئے جس میں انسان اپنے نفس سے شرط کرے کہ میں فلاں کام کروں گا اور فلاں کام نہیں کروں گا۔ تیز آدمی کو چاہیئے کہ ہر روز رات کو سوتے وقت اپنے دن بھر کے اعمال کا حساب اپنے نفس سے طلب کرے اور دیکھے کہ اصل سرمایہ میں کیا کچھ نفع یا نقصان ہوا ہے اور اس سے پوری طرح آگاہ ہو جائے۔ جس طرح شریک تجارت سے بڑی نعمتی کے ساتھ حساب کتاب کیا جاتا ہے تاکہ اسے غبن یا خیانت کا موقع نہ ملے اور وہ نقصان نہ پہنچا سکے۔ اسی طرح اپنے نفس سے پوری شدت اور مبالغہ

حساب طلب کرے کیونکہ یہ نفس بڑا ہی چالاک، حیدر گراور فریبی ہے اور ایسا مکار کہ اپنی غرض کو تیرے سامنے طاعت و بندگی بنا کر پیش کرے گا تاکہ تو اسے بھی نفع ہی میں شمار کرے حالانکہ ہوتا وہ سراسر نقصان ہے بلکہ یہ طرز محاسبہ تمام مباحات کے بارے میں اختیار کرنا لازم ہے اور نفس سے پوچھنا چاہیے کہ تو نے فلاں عمل کیوں کیا اور کس کے لیے کیا؟ اور پھر اس میں اگر کوئی نقص یا خافی نظر آئے تو اس میں نفس کو قصور وار ٹھہرائے اور اس کی ذمہ داری اس کے سر ڈالتے ہوئے اس سے تاوان طلب کرے اور جب تک تاوان وصول نہ ہو جائے اسی کے کھاتے میں یہ قرض رکھے۔

**حکماء کا قول** | حکماء کا قول ہے جس نے اپنی نگاہ کو آوارہ چھوڑ دیا اس نے بے انتہا شرمندگی اٹھائی یہ آزاد نگاہی انسان کو بے نقاب کر دیتی ہے اسے

ذلیل و خوار کرتی ہے اور جہنم میں طویل مدت تک رہنے کو اس پر واجب کر دیتی ہے، اپنی نظر کی حفاظت کر، اگر تو نے اسے آوارہ چھوڑ دیا تو برائیوں میں گھر جائے گا اور اگر تو نے اس پر قابو پا لیا تو تمام اعضائے بدن تیرے مطیع ہو جائیں گے۔

**خود کو حرام سے بچاؤ** | کسی انسان کو حرام چیزوں کی طرف نگاہ نہیں ڈالنی چاہیے کیونکہ نظر ایک ایسا تیر ہے جو خطا نہیں ہوتا اور یہ ایک

زبردست قوت ہے۔ فرمان نبوی ہے نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے خوف خدا کی وجہ سے اس کو حرام سے بچا لیا اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا کرے گا جس کی لذت وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرے گا۔

**حضرت میمون کا تاثر** | حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے بڑھ کر

کوئی عزیز نہیں تھا لیکن مجھے ان کو حاکم کی حیثیت سے دیکھنے کی یہ نسبت ان کو مردہ دیکھنا زیادہ پسند تھا۔



**کان اور آنکھ کا محاسبہ** | افلاطون سے پوچھا گیا کہ دل کے لیے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز کان ہے یا آنکھ؟ اس نے کہا یہ

دونوں دل کے لیے پرندہ سے کے دو پروں کی طرح ہیں، وہ اٹھنے کی قوت سے اڑتا ہے۔ جیب ان میں سے کوئی پر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ اڑنے میں بہت دشواری محسوس کرتا ہے۔

**ذی عقل کو تنبیہ** | جناب محمد بن ضور کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی عقل کے لیے یہ سزا رکھی ہے کہ وہ ہر اس چیز کے دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے جس سے وہ نفرت کرتا ہے۔

**غور طلب باتیں** | مجاہد کا قول ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صبح کو شام کی فکر نہ کرو اور شام کو دوسری صبح کی

فکر نہ کرو۔ موت سے پہلے زندگی کو اور بیماری سے پہلے سترستی کو غنیمت سمجھ کیونکہ پتہ نہیں کل تمہارا کیا حال ہوگا۔

**حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول** | حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے تھے کہ کسی شخص کو امراء کے پاس آنا جانا اور ان سے

میل جول رکھنا زیبا نہیں۔ ہاں امیر المومنین عمر بن الخطابؓ جیسا کوئی امیر ہو تو مضائقہ نہیں لیکن ہمارے جیسے لوگوں کو امراء کے پاس جانا مناسب نہیں اس لیے کہ ہم ان کو بالمشاقہ نصیحت نہیں کر سکتے اور نہ ان کے ظلم و تعدی اور ان کے حریری قرش اور پردوں وغیرہ کو برا کہہ سکتے ہیں۔

**حضرت ابن سماکؒ کی نصیحت** | حضرت ابن سماکؒ فرماتے تھے کہ ایک دن میں والی بصرہ کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا کہ

اے ابن سماک! مجھے کچھ نصیحت کر۔ میں نے اس سے کہا کہ تفت ہے تجھ پر اور ان پر بھی جنہوں نے تجھے لوگوں کے حقوق پر حاکم بنایا ہے کیونکہ اگر وہ نیک ہوتے تو دیر لوگ تم سے

رُکے رہتے۔

دین میں اصل سرمایہ فرائض ہیں، نوافل اور فضاائل اپنے نفس سے حساب لو | منافع ہیں اور گناہ خسارہ، پہلے اپنے نفس سے فرائض کا حساب کرے اور اگر وہ گناہ کا ارتکاب کر چکا ہو تو اسے مزادے تاکر جو کمی ہوئی ہے وہ پوری ہو جائے۔

آدمی اپنے نفس سے غفلت برتتا ہے، اسے بے لگام اور بے زبان کا محاسبہ | حساب چھوڑے رہتا ہے حالانکہ اپنے ایک گناہ کے بدلے اگر ایک پتھر کسی وسیع کمرے میں ڈالنے لگے تو تھوڑے ہی عرصے میں وہ کمرہ پوری طرح بھر جائے یا مثلاً اگر حساب لکھتے والے فرشتوں کو ان کی لکھوائی (اجرت) ادا کرنے لگے تو اس کا سارا مال اسی اجرت کی تذر ہو جائے اور پھر یہ انداز ملاحظہ ہو کہ اگر چند مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کرے تو تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے اور بتاتا پھرے گا کہ میں نے سو مرتبہ سبحان اللہ کہا لیکن اسی زبان سے جو فضول بکھاس کرتا ہے اور لغو و بیہودہ باتیں دن بھر کیا کرتا ہے انھیں شمار کرنے کے لیے کوئی تسبیح یا پیمانہ اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر رکھے تو اسے پتہ چلے کہ ایک سو کیا ہزار باتیں بالکل لغو و بیہودہ وہ نہ بیان سے نکال چکا ہے۔ اب اگر ان کے باوجود وہ یہی خیال کرتا ہے کہ نیکی کا پلہ ہی بھاری ہوگا تو اسے امید نہیں بلکہ حماقت اور بیوقوفی کہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں کوفہ کے نزدیک ایک حکایت | مقام سے گزرا میں نے دیکھا کہ ایک گھر میں کئی فاسق شراب پی رہے ہیں اور نہ اذان نامی ایک گویا بہ بطن بجار ہاتھ اور بہت عمدہ آواز میں گانا گارہا تھا، کہتے ہیں کہ میں نے آواز سن کر کہا کیا یہی اچھی آواز ہے کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔ عبداللہ بن مسعودؓ اپنے سر پر چادر اوڑھ کر چلے گئے۔ زاذان نے آپ کے الفاظ سن لیے تھے



اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون تھا؛ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضرتؐ کے صحابی عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ پھر پوچھا اس نے کیا کہا تھا؛ لوگوں نے جواب دیا وہ کہتے تھے کتنی اچھی آواز ہے کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔ یہ سن کر زاذان کے دل میں ہیبت پیدا ہوئی، اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ دیا، اُسے شدت سے اپنے بُرے اعمال کے محلے کا احساس ہوا اور دوڑتا ہوا عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا، اپنی گردن میں پکڑی ڈال لی اور ان کے قدموں میں گر کر رونے لگا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے گلے لگایا اور خود بھی رونے لگے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جس شخص سے خدا محبت کرتا ہے میں کیوں اسے اپنا دوست نہ بناؤں۔ اس کے بعد زاذان اٹھی کی خدمت میں رہنے لگا۔ قرآن سیکھا دوسرے علوم بھی حاصل کیے اور ایسا کمال ہاتھ آیا کہ وقت کا امام ہو گیا۔

**حکایت** | ایک زابد نے کسی شخص کو دیکھا وہ ایک لڑکے سے ہنسی مذاق کر رہا تھا۔ زابد نے اس سے کہا اے عقل کے اندھے بے تحجے کراٹا کا تبین اور محافظ فرشتوں سے بھی شرم نہیں آتی جو تیرے اعمال نکھر کر انھیں محفوظ کرتے جا رہے ہیں اور تیری ان برائیوں کے گواہ بن رہے ہیں اور تیری ایسی پوشیدہ برائیوں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں جن کو تو لوگوں کے سامنے کرنے سے گھبراتا ہے۔

**ایک عابد اور فاحشہ کا واقعہ** | بنی اسرائیل کی کتب میں آیا ہے کہ ایک گلے والی عورت نہایت خوبصورت اور

بدکار تھی۔ وہ ایک تخت پر ہمیشہ ناچتی رہتی تھی اور اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ جو بھی ادھر سے گزرتا اس کی نگاہ اس پر پڑتی اور وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ چنانچہ وہ کم از کم دس دینار لیے بغیر اس شخص کو پاس نہ آنے دیتی تھی۔ ایک دن ایک اسرائیلی عابد وہاں سے گزرا اس کی نظر اس پر جا پڑی اور وہ بھی فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ آہیں بھرتا پھرتا تھا، اپنے نفس سے خوب جنگ کی آخر اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ

خدا کی بارگاہ میں دعا کرے کہ یہ خیال اس کے دل سے نکل جائے مگر اس عورت نے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا تھا کہ زائل نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اپنا سارا مال و اسباب فروخت کر کے اس سے جو وصول ہو اس کے ذریعہ عورت تک رسائی حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب روپیہ لے کر اس کے پاس گیا تو عورت نے کہا کہ میری مطلوبہ رقم میرے وکیل کے پاس جمع کر دو اور فلاں وقت آجاؤ۔ چنانچہ اس نے روپیہ جمع کر دیا اور وقت مقررہ پر اس کے پاس آیا۔ وہ عورت اس وقت بناؤ سنگھار کر کے تخت پر بیٹھی تھی۔ عابد بھی اس کے پاس تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے لگا۔ اچانک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوئی اور اس کی اطاعت و عبادت کے عوض ہمارے اسے اس بدی سے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ عابد کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر چہ میں لوگوں سے پوشیدہ ہوں مگر خدا تو مجھے دیکھتا ہے اگر میں نے حرام کاری کی تو میرے تمام اعمال حسرت غارت ہو جائیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی خوفِ الہی سے اس کا چہرہ فق ہو گیا، عورت نے معلوم کر لیا، پوچھا تجھے کس کا خوف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اجازت دے کہ میں فوراً یہاں سے چلا جاؤں۔ عورت نے کہا تجھ پر افسوس ہے کہ کتنے لوگ تو اس بات کی خواہش کرتے ہیں جو تجھے حاصل ہوئی ہے اور تو اس سے منہ موڑتا ہے، آخر کیوں؟ عابد نے جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مال میں نے تیرے وکیل کو دے دیا ہے وہ تجھ پر حلال ہے (تیرا ہو گیا) اور میں جاتا ہوں۔ عورت نے کہا معلوم ہوتا ہے تو نے اس کا ذائقہ کبھی نہیں چکھا اس نے جواب دیا ہاں! نہیں چکھا۔ عورت نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا اور اپنی حالت پر دوتا اور افسوس کرتا ہوا وہاں سے چل دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس عابد کے سبب سے اس عورت کے دل میں خوفِ الہی غلبہ پانے لگا وہ دل میں کہنے لگی کہ اس شخص نے پہلی مرتبہ برائی کا ارادہ کیا تھا کہ خدا کے خوف سے ڈرنے



لگا اور ایک میں ہوں کہ اتنی مدت سے برائی کر رہی ہوں اور ابھی تک خدا سے نہیں ڈری۔  
 مجھے تو اس عابد سے کہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے اللہ تعالیٰ  
 کی بارگاہ میں توبہ کی، پھٹے پرانے، میلے کچیلے کپڑے پہن لیے، لوگوں کو اپنے پاس آنے  
 سے روک دیا، پھر جہاں تک ہو سکا اللہ کی عبادت میں لگی رہی۔ کچھ مدت بعد اسے خیال  
 آیا کہ اگر میں اس عابد کے پاس جاؤں تو شاید وہ مجھ سے نکاح کر لے اور میں اس کی خدمت  
 میں رہ کر دین کی باتیں سیکھوں اور خدا کی راہ میں وہ میری مدد کرے۔ چنانچہ وہ اپنا مال  
 اور خادم ساتھ لے کر بیتہ پور چھٹی ہوئی عابد کے گاؤں پہنچی اور عابد کو پہچان لیا اور اسے  
 پہانا واقعہ یاد آگیا جس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی اور اس کی روح قفسِ عتہری  
 سے پرواز کر گئی۔ عورت کہنے لگی میں تو اس کی تلاش میں ماری ماری بڑی مشکل سے یہاں  
 پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھتے ہی جان دے دی۔ پھر اس نے پوچھا عابد کے خاندان  
 میں کوئی ہے جو مجھ سے نکاح کرے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا ایک مفلس بھائی ہے۔  
 جس کے پاس کچھ نہیں۔ عورت نے کہا کہ اس کی پروا نہیں، زندگی گزارنے کے لیے میرے  
 پاس مال موجود ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے بھائی سے نکاح کر لیا اس صالح شخص کے  
 یہاں اس عورت سے سات بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب بنی اسرائیل کے بزرگ  
 ہوئے۔

**ہلاکت کے اسباب** | حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں، چار چیزیں ایسی ہیں کہ  
 آدمی جب ان میں زیادتی کرتا ہے تو وہ اس کی ہلاکت کا  
 باعث ہوتی ہیں اور اسے ذلیل کرتی ہیں یعنی جماع، شکار، جوئے اور گناہوں کی کثرت۔  
**گناہوں سے بچو** | محمد بن واسع اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم گناہوں  
 میں ڈوب چکے ہیں اگر تم میں سے کسی کو میرے گناہوں کی ہوا  
 بھی لگ جائے تو وہ میرے پاس بیٹھ نہ سکے۔

**اللہ سے رحم کی اپیل** | مامون کے پاس لوگ آخری وقت میں عیادت کے لیے آئے تو مامون اپنے خادموں کو کہہ رہا تھا کہ میرے لیے گھوڑے کی جھول بچاؤ اور اس پر خاکستر پھیلاؤ۔ چنانچہ انھوں نے تعمیل کی، پھر وہ اس پر لوٹے لگا اور کہہ لے دائمی ملک کے بادشاہ! فانی ملک کے بادشاہ پر رحم کر۔

**اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو** | عبدالرحمن بن ہریرہ نے فرماتے ہیں کہ اپنے نفس میں برائیوں کی تلاش کرتے رہو۔ کیونکہ

کل قیامت میں ہر شخص اپنے اپنے ہم جنس کے ساتھ اٹھے گا۔ سو جو شخص ہر قسم کے گناہوں میں پڑا ہوگا اس کا حشر ہر جماعت کے ساتھ ہوگا۔ آپ اکثر اپنے نفس پر عتاب کرتے رہتے اور اس کو ڈانٹتے رہتے اور فرماتے کہ جب منادی قیامت میں آواز دے گا اے فلاں گناہ والا! کھڑے ہو جاؤ! تو اے اعرج تو بھی ان کے ساتھ کھڑا ہوگا۔ اور پھر کہے گا اے فلاں گناہ والا! کھڑے ہو جاؤ! تو اے اعرج تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا۔ پھر پکارتے گا اے فلاں گناہ کا ارتکاب کرنے والا کھڑے ہو جاؤ! تو اے اعرج تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا۔ غرض اے اعرج! میرا گمان ہے کہ اس دن تجھے ہر جماعت کے ساتھ اٹھنا ہوگا۔

**ارشاد نبویؐ** | اوزاعیؒ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قرابتی کو گناہ کرتے دیکھتے تو فرماتے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے ارشاد کی مخالفت کر کے آپ کی قرابت پر مغرور نہ ہونا کیونکہ آپ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچا کیونکہ میں تجھے اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آسکتا۔

**زندگی بھر عمل ضروری ہے** | حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی صفیہؓ اور بیٹی فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی! اور اے فاطمہ بنت محمد! کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی! اور اے فاطمہ بنت محمد!



تم دونوں اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ میں تم کو اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آسکتا۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ تنگی پہلانی نہیں ہوتی اور گناہ ذہن سے نہیں اترتا اور جزا دینے والے کو قتا نہیں اب جیسا چاہے کر جیسا کرے گا ویسا ہی بدلہ ملے گا۔

**حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا ارشاد** | حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے اے ابن آدم

فی سبیل اللہ خرچ کر اور یہ ضرر رساں  
 درندے جو تیرے گرداگرد ہیں یعنی اولاد بیویاں، دوسرے وارث اور خادم تجھے دھوکے  
 میں نہ ڈالیں کیونکہ تیری اولاد تیرے وارثین شیر کی طرح تیرے ساتھ چھینا چھانی کرتے ہیں کہ  
 تیرا مال صرف اسی کے قبضے میں رہے نہ وہ تیری طرف سے اس میں سے صدقہ دے گی اور نہ تجھے  
 اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں خرچ کرنے دے گی اور تیری بیوی تو کتیا کی طرح کبھی دم ہا کر پیالہ پیا  
 کرتی ہے اور کبھی بھونکتی ہے اور دوسرے وارث، سو بچہ ان کو ایک درہم جو تیرے مرے  
 پیچھے ملے گا وہ تیری زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ رہا تیرا خادم سو وہ لومڑی کی طرح ہر وقت  
 جیلہ سازی اور چوری میں لگا رہتا ہے پس ان میں سے کسی کے ساتھ محبت کی خواہش  
 کر کے ان کی خاطر مال کو ذخیرہ مت کر اور اپنی پشت کو بوجھل نہ بنا کیونکہ وہ تیرے ساتھ  
 خیانت پر کمر بستہ ہیں جب تجھے لمحہ میں رکھیں گے تو وہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر اپنے  
 کپڑوں کو خوشبو لگائیں گے اور عورتوں سے معاف کریں گے اور کھائیں پیئیں گے اور تیرے مال  
 کو ضائع کریں گے اور تو اس کے بدلے محاسبہ میں گرفتار ہوگا۔

**عمل بالقرآن کے لیے مطالبہ نفس** | سیدی شیخ ابوالمسعود الباجیؒ نے مجھے بتایا  
 کہ میں اپنے شیخ طریقت سید احمد مرحومیؒ کی

ملاقات سے پہلے بیس سال تک متواتر ایک قرآن دن کو اور ایک رات کو ختم کرتا ہوں۔ پھر جب  
 ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کی خبر دی تو انھوں نے کہا تو نے کچھ بھی حاصل نہیں  
 کیا کیونکہ تو ختموں کی تعداد سے خوش ہوتا رہا اور اپنے نفس سے اس پر عمل کرتے کامطالبہ

نہیں کیا۔ اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے، پھر انھوں نے مجھے حکم دیا کہ ہر ایک آیت میں تدبیر کرو اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس سے مطالبہ کرو پس اس کے بعد میں پہلے کی نسبت سے دسویں حصہ تک بھی نہیں پڑھ سکتا۔

**ہر روز محاسبہ کرو** | حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہر رات یہ فکر کرے کہ دن کو کیا کیا ہے اور ہر روز یہ خیال کرے کہ رات کو کیا کیا ہے یعنی اپنا محاسبہ کرتا رہے اگر دین کے کاموں میں ترقی نظر آئے تو حق تعالیٰ کا شکر بخالائے اور اس کام پر استقامت سے ڈٹ جائے اور اگر خدا نخواستہ دین کے کاموں میں نقصان یا خرابی نظر آئے تو توبہ کرے اور پھر اس کام کے نزدیک نہ جائے جو شخص ایسا عمل کرے گا کل قیامت کے دن حساب کتاب سے محفوظ رہے گا اس کے ساتھ کوئی محاسبہ نہ کیا جائے اگر محاسبہ کیا بھی جائے گا تو بہت مختصر اور آسان ہو گا کیونکہ اس نے دنیا میں رہ کر اپنا محاسبہ کر لیا ہے، دوسری بار اس سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح کوئی آدمی راستے میں جا رہا ہے اور قوی امید رکھتا ہے کہ اس کا پاؤں نہیں پھسلے گا لیکن پھر بھی وہ پھسل جاتا ہے اور گر جاتا ہے لیکن اس کے فوراً بعد کھڑا ہو جاتا ہے لیکن اس کرنے سے وہ پشیمان ہوتا ہے اور دوسری بار گناہ نہ کرنے کا عزم کر لیتا ہے اور سلامت نکل جاتا ہے اس وجہ سے اس کا وہ گر جانا گرنا نہیں ہوتا اور اس کو اس سے طاعت کیا جاتا ہے۔

**محاسبہ اور مراقبہ** | حضرت سید کبیر احمد فاضل نے فرمایا ہے کہ محترم! اس قدر ڈرنا چاہیئے کہ یہ محاسبہ بن جائے اور اس قدر محاسبہ کرنا چاہیئے کہ وہ مراقبہ (نگرانی) ہو جائے اور ایسا مراقبہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر میں مداومت حاصل ہو جائے۔

ہمارے دور میں وہی ایماندار قابل رشک ہے جس نے اپنے دور کو سمجھ لیا، اپنی



زبان کی حفاظت کی، اپنی حالت کو پختہ رکھا اور نیک لوگوں میں سے رہا۔  
 میں نے شیخ عبدالملک خرنوٹی قدس سرہ سے عرض کیا، مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ  
 نے فرمایا اے احمد! دوسری جانب التفات رکھنے والے کو رسائی حاصل نہیں ہوتی، شک  
 کرنے والے کو فلاح حاصل نہیں اور جو اپنا نقصان نہ سمجھے ان سب کے اوقات برباد ہیں  
 میں ایک برس تک حضرت شیخ کی اس نصیحت کو دہراتا رہا جب بھی میرے دل کو کھٹکا آتا  
 میں اس نصیحت کو یاد کرتا تو وہ جاتا رہتا۔

دوسرے سال میں نے حضرت شیخ کی اطاعت میں باہر آنے کا ارادہ کیا تو دوبارہ  
 عرض کیا میرے آقا! مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے احمد! طبیب کو بیماری  
 کس قدر بُری بات ہے۔ عقلمند کو جہالت کس قدر زیہودہ ہے اور دوستوں پرستم  
 کس قدر غلط کام ہے۔

میں باہر آیا اور ایک سال تک اپنے سامنے اس نصیحت کو دہراتا رہا اور اس  
 وصیت سے مستفید ہوا۔

حق بات یہ ہے کہ ایک عارف، عالم، اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور اپنے آپ پر محاسبہ  
 اور مراقبہ کے ذریعے کس قدر عظیم سیاسی بصیرت سے کام لیتا ہے جب کوئی کلام کرتا چلتا  
 ہے تو وہ اس کی پڑتال کر کے زبان ہلاتا ہے اگر اس میں بھلائی دیکھے تو بات کرتا ہے ورنہ  
 منہ بند کر لیتا ہے اس لیے کہ روایات میں ہے۔

**حکایت** • حماد قرشی کا فرمان ہے کہ ایک بار ادائیگی جج کے دواں میں نے ایک  
 عمدہ سا رومال لیا پھر اس رومال کے دو حصے کر کے ایک حصہ پہن لیا،  
 اور دوسرا حصہ اوڑھ لیا، پھر جب دواں رج میری ضروریات بڑھیں تو اس قیمتی رومال  
 کے خریدنے کی طرف میرا دھیان گیا۔ اس گمان کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل  
 سے مجھے ایک ایسی واوی دکھائی جو چاندی سے بھری ہوئی تھی۔ یہ چاندی اللہ کی جانب

سے میرے لیے اشارہ تھا اس اشارے پر میں بیدار پٹیاں ہوا۔ اور اللہ کے حضور میں  
التماس کی کہ اے زمین و آسمان کے مالک و خالق! مجھے صرف تیری ہی طلب درکار ہے۔  
مجھے اپنی طلب سے باہر نہ فرما، مجھے اپنے عزیز دوستوں کے اسی گروہ میں شامل رکھ جو  
تجھ سے تیرے سوا کچھ طلب نہیں کرتے، مجھے تیری راہ سے روکنے والی ہر شے اور ہر  
چیز سے گزر جانے کی ہمت عطا فرما۔ مجھے دنیاوی وسوسوں اور خواہشوں سے کلی طور پر  
پاک اور برتر کر دے۔ میں تیری ہی راہ میں تیرے ہی لیے آتا ہوں تو بڑا مہربان اور رحیم  
ہے، مجھے اپنی ملکیت ہی میں پناہ دے۔

### حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کا ارشاد | شمس الدین سیالوی کی ایک مرتبہ حضرت خواجہ

مجلس میں محاسبے کے موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔ سید تنھے شاہ نے عرض کیا کہ بُری  
خصلتوں سے کس طرح بچا جاسکتا ہے؟ خواجہ شمس العارفینؒ نے فرمایا، سالک کو  
چاہیے کہ سوتے وقت محاسبہ کرے کہ صبح سے اس وقت تک میں نے کون کون سے  
نیک کام اور کون کون سے بُرے کام کیے ہیں۔ اگر نیکی بڑھ جائے تو الحمد للہ کہے، اور  
اگر بُری بڑھ جائے تو استغفار پڑھے تاکہ قیامت کے دن اسے آسانی ہے۔  
کتاب ”عین الایمان“ میں مذکور ہے کہ دن کے آخری حصے میں یا ہر ساعت کے  
آخری حصے میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہا کرو۔ محاسبہ یہ ہے کہ اچھے یا بُرے اعمال  
کے بعد ان کا جائزہ لیا جائے  
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرو اس سے پہلے  
کہ خود تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

### حضرت سلطان باہو کا قول | حضرت سلطان باہو کا قول

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ  
اے باہو! تو نہ زائد و مستحق اور نہ کمزیر کا



اور عاشق حقیقی ہے اور نہ استغراق فنا فی اللہ کے ساتھ قائم الدلیل ہے اور اے باہو  
تو اپنے نفس پر تقصیر اور محاسنہ کرتا رہ۔ اور اس کا قریب جہاد کر کے غازی بن۔ اور  
ہر دم خدا تعالیٰ سے راضی رہ کہ ”یار بایار، اغیار با اغیار“ ریاضہ تو یار کے ساتھ  
مشغول ہوتا ہے اور غیر غیروں کے ساتھ کی مثال صادق آئے اور ہرگز سرکش کے لیے  
حیلہ و حجت نہ کر۔



# خزینۂ اخلاق

ہم مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ دُنیا سے اخلاق کی بُر نیاد  
کتاب و سنت اور سیرتِ اولیاء ہے لہذا غیروں نے جو  
اخلاق سیکھا ہے وہ مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ دوسری طرف  
ہم اپنی کتابوں میں غیر مسلم ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودیوں  
کے اقوال درج کر کے ان کو اسلام کے ہم پلہ ثابت کرتے  
ہیں، لیکن اس کتاب میں صرف قرآن احادیث، اولیاء  
اور اکابرین کا اخلاق پیش کیا گیا ہے تاکہ مسلمان سرمایہ  
مسلمانی کو پہچان سکے۔

## باب ۱۳

## امر بالمعروف

امر بالمعروف کا مطلب نیکی کا حکم دینا ہے۔ یوں تو دوسروں کو نیکی اور بھلائی کی طرف رغبت دلانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یعنی جسے جو بات بھی دین کی معلوم ہو اسے دوسروں تک پہنچا دے جیسا کہ ماں باپ کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو نیک اعمال یعنی نماز و روزہ کی تلقین کریں ایسے ہی خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نیکی کی دعوت دے۔ اور مالکوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے نوکروں کو نیکی اور بھلائی کی طرف رغبت دلائیں۔ مگر اولیاء اور صوفیاء پر اس فریضے کا الملاق عام لوگوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کا فرض ہے کہ جب ان کا تزکیہ نفس ہو جائے، ان کا علم عین الیقین تک پہنچ جائے، سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے مقام فتلہ سے نکل کر منزل بقا پر فائز ہو جائیں یعنی عارف کامل بن جائیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ اب وہ دوسروں کو امر بالمعروف کی دعوت دیں۔ قول و فعل اور اخلاق و محبت سے دوسروں کی اصلاح کریں، خدمتِ خلق اور دکھی انسانوں کی مدد کے لوگوں کے دلوں میں اللہ کے بندوں کا تقدس قائم کریں تاکہ لوگ نیک اعمال اپنائیں، اور برائیوں سے بچیں۔

منازلِ ولایت میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی منزل بڑی اہم ہے کیونکہ عام آدمی کے غلط و تبلیغ سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ اللہ کے بندوں کا ہوتا ہے کیونکہ ان کے کہنے میں اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے ان کی نگاہ کیمیا اثر ہوتی ہے وہ جس حق کی طرف دعوت دیتے ہیں دل سے دیتے ہیں ان کی تبلیغ میں رضائے الہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔



وہ خود عمل کی کٹھالی سے نکلے ہوتے ہیں، ان کی رگ رگ میں حب الہی اور عشق رسول ہوتا ہے ان کی باتیں عمل اور محبت کا آئینہ ہوتی ہیں، ان کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی ہیں اس لیے ان کی ہر بات اثر کرتی ہے اور ان کی تبلیغ عام علماء کی نسبت مؤثر ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت میں اولیاء اور صوفیاء کا خاطر خواہ حصہ ہے۔

در حقیقت دین اسلام کا اصل مقصد یہی ہے کہ اہل دنیا کو نیکی کی ترغیب دی جائے اور بُری باتوں سے روکا جائے۔ اپنوں اور غیروں میں اسلام کا پیر جاکیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث فرمائے گئے تاکہ اہل دنیا کو راہ حق کی طرف بلائیں۔ آپ نے یہ فریضہ بڑے کمال سے سرانجام دیا۔ عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی صورت میں مکمل کر دیا۔ صالح اعمال جن کو ایک مسلمان نے سرانجام دینا ہے ان تمام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے واضح کر دیا ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام برائیوں اور گناہوں سے بھی مطلع کر دیا ہے جن سے ہر مسلمان کا بچنا ضروری ہے۔ نیز زندگی کے ہر شعبے کے اصول اور ضابطے بتا دیے تاکہ مسلمان دنیا کا ہر کام بہتر طریقے سے کر سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ فریضہ آپ کے صحابہؓ نے انجام دیا، ان کے بعد یہ فرض اولیاء اور صوفیاء نے سنبھال رکھا ہے اگرچہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دین اسلام کی جو باتیں وہ جانتا ہے دوسروں تک پہنچا دے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ بنتا چاہے اس کے لیے اس قدر ضروری ہے کہ وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اور اس کے دین اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں رہے۔ رات دن میں جو موقع پائے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص علم رکھتے ہوئے بلا عند فریضہ تبلیغ سے کوتاہی کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے لیے ہے غیر مسلموں کو دین اسلام کے بنیادی اصولوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ مذہب اسلام کی حقانیت سے

واقف ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں۔ مسلمان بھائیوں کو دین کے اصولوں کی طرف راغب کیا جائے۔ جو نیک کام وہ نہیں کرتے ان کی طرف ان کی توجہ دلائی جائے تاکہ نیکیاں پھیلیں اور برائی کا خاتمہ ہو۔

## احکام الہی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَيُؤْمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي  
الْخَيْرَاتِ ذَٰلِكَ مِنْ  
الصّٰلِحِيْنَ .

(صالحین) اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور نیک اعمال میں جلدی کرتے ہیں اور ایسے اوصاف والے ہی صالحین ہیں۔ (پ ۲۔ آل عمران ۱۱۲)

صالحین یعنی اولیاء اور صوفیاء کا وصف ہے کہ وہ استقامتِ ایمان کے بعد تبلیغ

کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی آپس میں دوستی کا تقاضا ہے کہ وہ آپس میں امر بالمعروف

کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے اوصاف بیان

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ  
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ مَّا مُرُّنَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ  
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ  
يُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ذَٰلِكَ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہیں اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے، اور زکوٰۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ اور



سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ  
بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔

(پ ۱۰، توبہ ۷۱)

ادیائے کا ملیں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا سایہ ایک حلقہ کی صورت میں ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ اللہ کی پناہ میں ہوتے ہیں اور اللہ کی توفیق سے نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل طور پر اتباع کرتے ہیں لہذا جو بندہ ان کی صحبت میں جاتا ہے وہ بھی اسی رحمت کے حلقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جو نہی وہ اس رحمت کے قریب ہوتا ہے تو اللہ کے بندوں کی توجہ سے دل کی کیفیت بدلتی ہے، دل برائیوں کو ترک کر دیتا ہے۔ اور نیک اعمال کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ ادیاء کی نظر کیمیا سے لوگ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

الَّتَابِعُونَ الْعِبَادُونَ الْحَمِيدُونَ تَوْبَهُ كَرْنِ وَالْ، عِبَادَتِ كَرْنِ وَالْ، تَسْبِيحُ  
الَّتَابِعُونَ الرَّاحِ كَعُونَ تَحْمِيدِ كَرْنِ وَالْ (خدا کی راہ میں) سفر کر نیوالے  
الشَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ رُكُوعِ كَرْتِ وَالْ، مَجْدِ كَرْنِ وَالْ نیکی کی  
يَالْمَعْرُوفَاتِ وَالَّتَاهُونَ عَنِ طَرَفِ رَغْبَتِ دَلَانِ وَالْ، بَرَانِ سِ بَازِ رُكْنِ  
الْمُنْكَرُونَ الْخَفِظُونَ لِحُدُودِ وَالْ اور اللہ نے جو حدیں باندھ رکھی ہیں ان کی  
اللَّهُ مَا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ حِفَاظَتِ كَرْنِ وَالْ اور ایسے مومنوں کے لیے

خوشخبری ہے (پ ۱۱، توبہ ۱۱۲)

اللہ کے بندوں کی یہ خوبی ہے کہ وہ تائب، عابد، حامد، سیاح، ساجد، امر بالمعروف کی تلقین کرنے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے ہوتے ہیں اور اس طرح وہ اللہ کی حدوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

امت مسلمہ فلاح پانے والی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

**فلاح پانے والی جماعت**

وَنَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ  
إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ  
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں  
کو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے  
اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ نجات  
پانے والے ہیں۔ (پ ۳، آل عمران ۱۰۴)

مسلمان دنیا کی بہترین امت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو انسانوں کی ہدایت  
اور اصلاح کے لیے منتخب کر رکھا ہے کیونکہ اس امت کی خوبی یہ ہے کہ مسلمان دوسروں کو  
نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، پھر خاص کر اس امت سے ادب،  
اور صوفیاء اللہ تعالیٰ کی قربت والے بندے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہیں کیونکہ انھوں نے  
اللہ کی عبادت اور اطاعت سے اللہ کی معرفت کا مقام حاصل کیا ہوتا ہے اور وہ تبلیغ کا  
فریضہ بڑے احسن انداز سے سرانجام دیتے ہیں اس لیے یہ امت فلاح پائے گی اس بات  
کی اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں تائید فرمائی ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ  
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ  
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے  
گئے ہو، نیک کام کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے  
روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

(پ ۳، آل عمران ۱۱۰)

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے امت خیر کا خطاب دیا ہے کیونکہ لوگوں میں امر بالمعروف اور  
نہی عن المنکر کا فریضہ یہ امت بہت اچھی طرح ادا کرتی ہے۔

حضرت لقمان کی بیٹے کو نصیحت | قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت  
لقمان کی اس نصیحت کا یوں ذکر کیا ہے جو

انھوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی :-  
يٰبْنِيَ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَارْزُقْ بِالْمَعْرُوفِ  
پیارے بیٹے! نماز پڑھ اور نیکی کی ترغیب دے۔



وَإِنَّهُ عَنِ الْمُشْكِرِ وَاصِرٌ عَلَىٰ  
مَا آصَابَكَ إِنَّ ذِيكَ مِنْ عَزْمِ  
الْأُمُورِ  
میں . (پ ۲۱، لقمان ۷۱)

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا نماز قائم کرو تاکہ تم میں اچھی خوبیاں پیدا  
ہوں اس کے بعد خود نیک اعمال پر گامزن ہو کر دوسروں کو نیکی کی طرف بلاؤ اور بُرے کاموں  
سے ان کو روکو۔ اس فریضہ کی ادائیگی میں بیشمار مصیبتوں سے واسطہ پڑے گا ان کو صبر کے  
مرداشت کرو۔ اس طرح تمہارا شمار با عظمت لوگوں میں کیا جائے گا۔

نیکی اور تقویٰ میں تعاون کے بارے میں  
**نیکی اور تقویٰ میں تعاون** | فرمانِ الہی ہے کہ:-

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ  
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَ  
الْعُدْوَانِ  
میں باہم مدد نہ کیا کرو۔ (پ ۵، مائدہ ۲)

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا درحقیقت دوسروں کو نیکی کی طرف  
مائل کرنا ہے اور یہ بات امر بالمعروف میں شمار ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں تعاون  
اور گناہوں میں عدم تعاون کا حکم دیا ہے۔

نیکی کا حکم دو | درگزر کرنے اور نیکی کا حکم دینے کے بارے میں ارشاد باری  
تعالیٰ ہے کہ:-

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ  
أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ  
کنارہ کش رہو۔ (اعراف ۱۹۹)

تبلیغ میں جو لوگ دکھ اور تکلیف دیں ان سے درگزر کرو اور انہیں مسلسل نیک کام  
کرنے کا حکم دیتے رہو اور اگر کوئی لوگوں میں جاہل ہو تو اس سے الجھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

بلکہ اسے دعوتِ دین دے کر ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

## ارشاداتِ نبویؐ

امریا المعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مندرجہ

ذیل ہیں:-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم **تبلیغ کا ثواب** نے فرمایا، ہدایت کی طرف بلانے والے کے لیے اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ہے جبکہ ان کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں ہوتی اور برائی کی طرف بلانے والے کو اتنا ہی گناہ ہوتا ہے جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ہوتا ہے جبکہ ان کے گناہوں سے بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم **دین کو سمجھو اور سمجھاؤ** نے فرمایا مجھے جو ہدایت اور علم دے کر بھیجا گیا ہے وہ بارش کی طرح ہے جو زمین پر برستا ہے۔ اس میں سے اچھے ٹکڑے تے بارش کو قبول کیا تو گھاس اور بہت سبزہ اگایا کچھ حصہ سخت تھا جس نے پانی کو روکا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو نفع بخشا انھوں نے اس نے خود بھی پیا، دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی کی۔ ایک اور حصہ زمین جس کو پانی پہنچا، چٹیل میدان تھا، نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ ہی گھاس اگتا ہے۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اس چیز کے ساتھ (لوگوں کو) نفع پہنچایا۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا۔ اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ اور اس کی مثال بھی یوں ہی ہے جس نے اس کی طرف توجہ نہ کی، اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا۔ (مسلم)



**اسلام کی دعوت دینے کا حکم** | حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ خیر کے  
 آدم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا  
 ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ  
 سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو اس سے محبت ہے۔ لوگوں نے رات  
 بحث مباحثہ میں گزار دی کہ جھنڈا کس کو دیا جائے گا۔ بوقت صبح بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے  
 ہر شخص کو امید تھی کہ جھنڈا اسے عطا کیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟  
 صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو  
 پیغام بھیجو۔ چنانچہ وہ لائے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب  
 مبارک لگایا اور ان کی صحت کے لیے دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ تندرست ہو گئے، گویا کہ  
 انھیں درود تھا ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جھنڈا مرحمت فرمایا۔ حضرت علیؓ  
 نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ ہماری  
 مثل نہ ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ باوقار طریقے پر جاؤ یہاں تک کہ ان کی زمین پر اترو،  
 پھر انھیں اسلام کی طرف بلاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد شدہ فرائض سے ان  
 کو خبردار کرو۔ پس قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمھارے ہاتھوں ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمائے تو  
 یہ سرخ اوٹوں سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تبلیغ دین میں تعاون** | حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک  
 نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں جہاد کا ارادہ  
 رکھتا ہوں لیکن میرے پاس سامانِ جہاد نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کے پاس جاؤ  
 اس نے سامان تیار کیا لیکن بیمار ہو گیا۔ چنانچہ وہ شخص آیا اور کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ  
 وسلم تمھیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے جو سامانِ جہاد تیار کر رکھا ہے مجھے دیدو  
 انھوں نے اپنی بیوی سے کہا اے فلاں! میرا تمام تیار شدہ سامانِ جہاد انھیں دے دو اور

اس سے کچھ بھی نہ روکنا۔ اللہ کی قسم! تم اس سے کچھ نہیں روکو گی تو اس میں ہمارے لیے برکت ہوگی۔ (مسلم)

**برائی کو روکنے کا حکم** | حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل ڈالے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہ کر سکے تو دل ہی سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم)

**امر بالمعروف کا فریضہ** | حضرت خذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تمہیں لازماً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہوگا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے پھر تم اسے پکارتے رہو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہوگی (ترمذی)

**تبلیغ نہ کرنے کی سزا** | حضرت اسامہ بن زیدؓ عارثہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ایک آدمی قیامت میں لایا جائے گا، پھر اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا تو اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی تو وہ انھیں لے کر اس طرح پکڑ کاٹے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ اہل جہنم اس کے پاس جمع ہوں گے اور کہیں گے اے فلاں! تجھے کیا ہوا، کیا تو بھلائی کا حکم نہ دیتا تھا اور برائی سے نہ روکتا تھا؟ وہ کہے گا ہاں میں بھلائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا مرتکب ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

**نیکی کی طرف بلانے کا اجر** | حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی کو نیکی کی طرف بلایا تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس عمل کرنے والے کو ملا ہے اور اس عمل کو نیوالے



کے اجر میں کمی نہیں کی جائے گی اور اگر کسی شخص نے کسی کو برائی کی طرف متوجہ کیا تو اس کو بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا گناہ برائی کرنے والے کو ہوگا اور اس کے گناہ میں سے اس کا گناہ مبرا نہیں کیا جائے گا۔ (مسلم)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ لوگوں کی ہیئت تجھے حق بولنے سے نہ روکے جب معلوم ہو تو کہہ دے۔ (ترمذی)

**بھلائی کے کام کرو** | ابو بردہ بن ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے ابا جان نے تمہارے ابا جان سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ میرے ابا جان نے تمہارے ابا جان سے کہا تھا کہ اے ابو موسیٰ! کیا یہ بات آپ کو خوش کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہمارا مسلمان ہونا، ہجرت کرنا، جہاد کرنا اور دیگر سارے اعمال بجالانا باقی رکھا جائے۔ اور جتنے عمل ہم نے حضورؐ کے بعد کیے ہیں ان کو برابری پر چھوڑ دیا جائے۔ آپ کے والد ماجد نے میرے والد ماجد سے کہا کہ خدا کی قسم نہیں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، بھلائی کے کتنے ہی کام کیے اور بکثرت لوگوں نے ہمارے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ ہم ان پر بھی امید رکھتے ہیں۔ میرے والد محترم نے کہا لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے، میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے وہی برقرار رکھے جائیں اور جتنے کام بھی ہم نے حضورؐ کے بعد کیے ہیں ان میں برابری کی سطح پر نجات پائیں۔ میں نے کہا کہ آپ کے والد ماجد کا انداز فکر میرے والد محترم سے بہتر تھا۔ (بخاری)

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ** | حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے خطبے میں فرمایا آگاہ رہو کہ تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جو تمہیں معلوم نہیں، جن میں سے آج مجھے یہ تعلیم دی ہے۔ ہر وہ مال جو میں نے بندے کو دیا حلال ہے

اور میں نے سب بندوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے والا بنایا ہے۔ بندوں کے پاس شیطان آتے ہیں اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیتے ہیں اور وہ چیزیں ان پر حرام کر دیتے ہیں جو میں نے ان پر حلال کی ہیں اور انہیں حکم دیتے ہیں کہ میرے ساتھ شریک کریں جس کے لیے کوئی دلیل نہیں اتاری گئی اور اللہ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو عرب و عجم والوں کو مغفوف رکھا۔ سوائے باقی اہل کتاب کے۔ اور فرمایا کہ میں نے تمہیں بھیجا ہے کہ تمہارا امتحان لوں اور تمہارے ذریعے امتحان لوں اور تمہارے ساتھ میں نے کتاب اتاری ہے جس کو پانی نہیں دھو تا جس کو تم سوتے اور جاگتے پڑھتے ہو بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ قریش کو جلادوں میں عرض گزار ہوا کہ پھر تو وہ میرا سر کھل دیں گے اور اسے روٹی بنا چھوڑیں گے۔ فرمایا کہ تم انہیں وطن سے نکال دو جیسے تمہیں نکالا تھا ان سے جہاد کرو ہم جہاد کی طاقت دیں گے۔ خرچ کرو کہ ہم تمہارے اوپر خرچ کریں گے۔ تم ایک لشکر بھیجو تو ہم اسی کے برابر پانچ بھیجیں گے۔ اور فرمانبرداروں کو لے کر نافرمانوں کو قتل کرو۔ (مسلم)

**سرورِ دو عالم کا فرمان** | حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت سے تبلیغ کرو۔

اگرچہ ایک آیت ہواور بنی اسرائیل سے (مروی ان کے واقعات) بیان کرو اس میں کوئی خرچ نہیں اور جس نے جان بوجھ کر غیب سے جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے (بخاری شریف)

**اللہ کے عذاب کی وجہ** | سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عوام کے گناہوں کے سبب سے عذاب میں مبتلا

نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ کوئی برائی ان میں دیکھیں اور وہ اس کے روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اس برائی کو نہ روکیں تو البتہ اللہ انہیں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے

(احمد)



**نفع بخش عمل** | حضرت ام حبیبہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کا ہر کلام اس کے لیے وبال ہے اس کو اس کا کوئی نفع نہیں ملتا سوائے نیکی کے حکم کرنے اور برائی سے روکنے اور ذکر الہی کے۔ (ابن ماجہ)

**اللہ کی عدالت میں پڑوسی کا دعویٰ** | ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے پڑوسی کے خلاف بارگاہِ خداوندی میں دعویٰ کرے گا یا اللہ! دنیا میں یہ میرا پڑوسی تھا اور اس نے میرے ساتھ خیانت کی، دوسرا شخص جواب میں عرض کرے گا اے اللہ! تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! میں نے نہ کبھی اس کے مال میں کوئی خیانت کی اور نہ اس کے اہل میں۔ مدعی (دعویٰ کرنے والا) عرض کرے گا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس نے میرے مال اور اہل کے بارے میں کوئی خیانت نہیں کی لیکن یہ مجھے گناہوں اور برائیوں میں مبتلا دیکھتا تھا مگر پھر بھی مجھے سنبھالنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اسی جرم کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں بھیج دے گا۔

**حدیث قدسی** | حدیث قدسی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! اس جیسا کہ بن جو توبہ میں تاخیر کرتا ہے، امیدیں طویل رکھتا ہے اور بغیر کسی عمل کے آخرت کی طرف لوٹتا ہے باتیں نیکیوں کی کرتا ہے، عمل منافقوں جیسا کرتا ہے اگر اسے دے دیا جائے تو قناعت نہیں کرتا اگر نہ دیا جائے تو صبر نہیں کرتا، وہ دوسروں کو برائیوں سے روکتا ہے مگر خود نہیں رکتا۔ (مکاشفۃ القلوب)

**افضل عمل** | حضرت ابوذر غفاریؓ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا مشرکین سے جنگ کے بغیر بھی جہاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ کے ایسے مجاہدین بھی زمین پر ہیں جو کہ ان شہداء سے افضل ہیں جو زندہ ہیں، انھیں روزی ملتی ہے یہ زمین پر چل رہے

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ آسمان کے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے ان کے لیے جنت سبحانی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دشمنی رکھنے والے۔ پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ بندہ بلند ترین مکان میں ہوگا جو شہداء کے مکانات سے بلند ہوگا۔ ہر مکان کے تین سو دروازے ہوں گے۔ یا قوت اور سبب زہرہ کے ہر دروازے پر روشنی ہوگی۔ ایسا آدمی تین لاکھ حوروں سے نکاح کرے گا جو استہائے پاکیزہ اور خوبصورت ہوں گی۔ جب بھی وہ کسی ایک کی طرف دیکھے گا تو وہ کہے گی کہ آپ نے فلاں دن اللہ کا ذکر کیا اور آپ نے اس طرح نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ الغرض جب بھی کسی حور کی طرف دیکھے گا تو وہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے اس کا ایک اعلیٰ مقام بتائے گی۔ (مکاشفۃ القلوب)

حضرت برادر بن عازبؓ سے روایت،

**مسلمان کا فرض نیکی کا حکم دینا ہے** | ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے ایسا عمل سکھاؤ جیسے جو جنت میں داخل کرے۔ فرمایا کہ تم نے کلام مختصر کیا مگر سوال معنا وسیع ہے۔ غلام آزاد کرنا اور گردن چھڑاؤ۔ عرض کی کہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ فرمایا نہیں، کیونکہ نہیں ہے آزاد کرنا مگر جیب تم آزاد کرتے میں اکبے ہو۔ اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تم اس کی قیمت میں مدد دو۔ اور دودھ دینے والا جانور دینا اور ظالم ذی رحم پر بھی مہربانی کرنا۔ اگر یہ نہ کر سکو تو بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلاتا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی زبان پر نہ لاؤ، مگر اچھی بات۔ نہ بہتی، شعیب (الایمان)

**مظلوم کی مدد کی تلقین** | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جا رہا ہو تو اس کے پاس مت کھڑا ہو



کہ جو کوئی اس موقع پر موجود رہتے ہوئے اس کی آفت کو نہ ٹالے (اس کو قتل ہونے سے نہ بچائے) اس پر لعنت برستی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ظلم سے پیٹا جا رہا ہو تو اس کے پاس کھڑا نہ ہو کہ جو کوئی اس کے پاس کھڑا رہے اور اس پر سے ظلم کو نہ روکے تو اس پر لعنت برستی ہے۔ (بیہقی)

**حق بات کہنے کی تاکید** | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مقام پر موجود ہو تو اسے حق بات کہنے سے باز نہیں رہنا چاہیے۔ کیونکہ حق بات کہنے سے وقت مقررہ سے پہلے اسے موت نہیں آئے گی اور نہ ہی رزق مقررہ سے محروم ہوگا۔ (بیہقی)

**برائیوں کو ناپسند کرو** | میں اللہ کی نافرمتیاں پسند ہی ہوں تو جو شخص وہاں موجود ہو اور اچھے ناپسند کرے تو وہ گویا ان (نافرمانوں) سے الگ ہے مگر جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن ان کو پسند کرتا ہو تو وہ گویا ان میں شامل ہے۔ (ابوداؤد)

**قرب قیامت کے مبلغ** | حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری امت کے لوگوں کو ان کی حکومتوں کی طرف سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی۔ ان حالات میں نجات صرف وہی شخص پاسکے گا جو اللہ کے دین کو سمجھے اور پھر دین کی روشنی میں زبان، ہاتھ اور دل تمام قوتوں کے ساتھ اس ظالم کے خلاف جدوجہد کرے۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت لے گیا۔ دوسرا وہ شخص جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی۔ تیسرا وہ شخص جو اللہ کے دین کو پہچانے اور اس پر اسی طرح چپ رہے کہ جب کہیں بھلائی ہوتی دیکھے تو خوش رہے اور کہیں برائی ہوتی دیکھے تو ناخوش رہے۔ یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پائیں گے۔ (بیہقی)

## ترک تبلیغ ناپسندیدہ عمل ہے

حضرت سیدنا قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ مکہ شریف میں تھے، کہنے لگا کہ آپ ہی میں جو اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! سائل نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ پر ایمان لانا۔ پوچھا پھر کونسا؟ ارشاد ہوا بصلہ رحمی کرنا یعنی رشتہ داروں کے ساتھ محسن سلوک کرنا۔ عرض کیا پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا بھلائی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا۔ پھر پوچھا کہ حق تعالیٰ کے یہاں سب سے ناپسندیدہ عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا شرک کرنا۔ سائل نے عرض کیا، پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا قطع رحمی کرنا یعنی رشتہ داروں سے تعلقات توڑنا۔ سائل نے پوچھا اس کے بعد کونسا عمل بُرا ہے؟ آپ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر کو چھوڑ دینا۔ (تنبیہ الغافلین ص ۹۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں چھپ کر کوئی

## اظہارِ عمل کا اجر

عمل کرتا ہوں مگر وہ کسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جس پر میرا جی بھی خوش ہوتا ہے، کیا مجھے اس میں اجر ملے گا؟ فرمایا تجھے اس کے چھپانے کا اور اظہار کا بھی اجر ملے گا۔

حضرت ابواللیث ثمرقنیؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ عمل ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کی پیروی کرتے ہیں تو اس طرح اس کو دواجر ملیں گے۔ ایک اپنے عمل کا، دوسرا لوگوں کے لیے نمونہ بننے کا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص کسی اچھے کام کی طرح ڈالتا ہے تو اس اچھائی کا تو اجر ملے گا ہی اس کے علاوہ ان تمام لوگوں کا بھی جو قیامت تک اس اچھائی کی پیروی کریں گے اور جو شخص کسی برائی کو چالو کرتا ہے تو اس پر اس برائی کا وبال بھی ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جو قیامت تک اس کے پیچھے چلیں گے۔ اگر وہ شخص محض اپنی نیکی کے اظہار پر خوش ہو رہا ہے نہ کہ اس پر کہ لوگ ان کی



چل پڑے ہیں تو اس صورت میں اس کے اجر کے ضائع ہونے کا ڈر ہے  
**اچھی بات کا حکم کرو اور بری بات سے روکو** | ایک حدیث پاک میں وارد ہے  
 کہ بنی اسرائیل نے جب گناہ کیے

ان کے علماء نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ  
 کھانے پینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی اچھیں جیسے کر دیے۔ اور حضرات سیدانا  
 داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی۔ یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے نافرمانی  
 کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اس کے بعد غم خواری امت نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم!  
 تم باتو اچھی بات کا حکم کرو گے اور بری بات سے روکو گے اور نظام کے ماتھے پکڑ لو گے اور ان  
 کو حق پر روکو گے اور حق پر بھڑاؤ گے یا اللہ تعالیٰ تم سب کے دل ایک طرح کے کر دیگا۔ پھر تم  
 سب پر لعنت کر دیگا جس طرح ان سب پر لعنت کی۔ (ابوداؤد)

## احوال و آثار

**حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان** | حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب!

اس شخص کا بدلہ کیا ہوگا جس نے اپنے بھائی  
 کو بلایا، اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا؟ رب نے فرمایا اس کے ہر کلمہ کے بدلے سال  
 کی عبادت لکھ دی جاتی ہے اور میری رحمت کو اسے جہنم میں جلاتے ہوئے جیا آتی ہے۔

**حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی** | اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام  
 کی طرف وحی فرمائی کہ میں تیری قوم

سے چالیس ہزار نیک آدمی اور ساٹھ ہزار بدکار ہلاک کروں گا۔ یوشع علیہ السلام نے عرض کی  
 اے اللہ! بدکار تو ہلاک ہوئے مگر نیک کیوں ہلاک ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیونکہ وہ میری ناراضی  
 کے مواقع پر ناراض متبیں ہوتے بلکہ ان لوگوں کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔

**حکایت** | سکیم بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد منصور بن عمار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر کرم کیا اور مجھے بخش دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے بد عمل! تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بخش دیا؟ میں نے عرض کیا نہیں! میرے رب نے فرمایا کہ تم نے ایک اجتماع میں اپنے رقت آمیز بیان میں حاضرین کو رُلا دیا تھا اور اس مجلس میں میرا ایک ایسا بندہ بھی تھا جو تمام عمر کبھی بھی میرے خوف سے نہیں رویا تھا مگر تمہارا بیان سن کر وہ بھی رونے لگا۔ تو میں نے اس بندے کی گریہ وزاری کی وجہ سے رحم فرما کر اس کو اور تمام اجتماع میں شامل لوگوں کو بخش دیا اور اسی لیے تمہاری مغفرت بھی ہو گئی۔

(شرح الصدور)

**حضرت لقمان کا قول** | لقمان علیہ السلام فرماتے تھے یہ جھوٹ ہے کہ بُرائی بُرائی سے رکتی ہے۔ اگر یہ سچ ہوتا تو آگ آگ سے بجھائی جاتی۔ کیا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو بجھا سکتی ہے بلکہ بُرائی نیکی ہی سے رکتی ہے جیسے آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔

**نافرمانوں سے مخالفت** | حضرت ابوامامہؓ فرماتے تھے کہ اس امت میں سے بعض لوگ قیامت کو بندرا اور خنزیر کی شکل میں اٹھیں گے کیونکہ وہ نافرمانوں سے میل جول رکھتے ہیں اور ان کو روکتے نہیں حالانکہ وہ انہیں روکنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ (میں کہتا ہوں) جب نافرمانوں سے مخالفت کرنے والوں کا یہ حال ہو حالانکہ وہ خود فاعل نہیں ہیں، تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے اعتقاد گناہ سے نہیں رکتے۔ ہم اللہ سے اس کی مہربانی طلب کرتے ہیں۔

**مداہن کون ہے؟** | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مر جائے اور ہمسائے اس کو بُرا نہ کہیں تو سمجھ لو کہ وہ مداہن تھا (میں کہتا



ہوں) فی الحقیقت مداخلت میں وہ ہے جو لوگوں کو ایسی باتوں سے خوش کرے جن سے اس کے دین میں خلل ہو جیسا کہ مدارات لوگوں کو ایسی باتوں سے راضی کرنا ہے جن سے اس دنیا کو نقصان پہنچے۔ پس پہلی صورت حرام ہے اور دوسری مستحب۔

**حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دعوت دینا** | حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قیصر روم سے مقابلے اور اس کی فوج کی کثرت

کے سلسلے میں یزید بن ابی سفیان کو لکھا: ”تمہارے خط سے خبر ملی کہ مسلمانوں کی فوج کا قیصر روم کے دل میں ایسا خوف چھایا ہے کہ وہ فلسطین، دمشق اور حمص سے بھاگتا ہوا اب انطاکیہ چلا گیا ہے۔ ہم کو وہ وقت یاد ہے جب ہم رسول اکرمؐ کے ہمراہ تھے تو خداوند تعالیٰ نے (جس کے ہم شکر گزار ہیں) ایک طرف تو مشرکوں کے دلوں میں خوف بھر دیا تھا، دوسری جانب فرشتوں کو بھیج کر ہماری مدد کی تھی۔ جس دین کے قیام کے لیے کل اللہ تعالیٰ نے رسولؐ و ہدایت سے ہماری مدد کی تھی اسی دین کی ہم آج بھی دعوت دے رہے ہیں۔

**امیرالمومنینؓ کی ضرورت** | امیرالمومنینؓ عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے غنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں سے

صالح وہ ہوگا جو نہ تو امیرالمعروف کرے اور نہ کسی کو برائی سے روکے۔ پس لوگ کہیں گے ہم نے اس سے نیکی ہی نیکی دیکھی ہے کیونکہ اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لیے غضب نہیں کیا۔

**حضرت عمر فاروقؓ کا قول** | امیرالمومنینؓ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ جو شخص میرے پاس میرے عیوب کا تحقہ لائے میں اس

کے لیے اللہ کی رحمت کا طالب ہوتا ہوں۔

**قرب قیامت کی علامت** | امیرالمومنینؓ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اس میں بُرائی کو بُرا

کہنے والے تمام لوگوں کے دسویں حصے سے بھی کم ہوں گے اس کے بعد یہ دسواں حصہ بھی چلا جائے گا تو پھر کوئی بھی برائی کو بُرا کہنے والا نہ رہے گا۔

حضرت خذیفہ بن یمانؓ فرماتے تھے کہ لوگوں پر عنقریب ایک زمانہ آئے گا جس میں

**حضرت خذیفہ بن یمانؓ کا ارشاد**

لوگوں کی صحبت گدھے کے مردار کے مانند ہوگی بلکہ ان کے نزدیک گدھے کا مردار، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے مومن کی ہم نشینی سے زیادہ پسندیدہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ کا فرمان

خذیفہ بن یمانؓ فرماتے تھے کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا تو میں نے ان کو متفکر اور غمگین دیکھا۔ میں نے دریافت کیا یا امیر المومنین آپ مغموم کیوں ہیں؛ آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں کوئی گناہ کر بیٹھوں اور تم میں سے کوئی بھی میری تعظیم کے خیال سے مجھے اس سے نہ روکے خذیفہؓ نے فرمایا بخدا اگر ہم آپ کو حق سے دور دیکھیں گے تو ضرور روکیں گے اور اگر آپ نہ روکے تو آپ کو تلوار سے قتل کر دیں گے۔ پس حضرت عمرؓ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میرے دوست ایسے بنائے ہیں کہ اگر میں کجروی کروں گا تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے۔

حضرت سیدنا کعب الاحبارؓ فرماتے ہیں کہ جنت الفردوس

**جنت الفردوس کے حقدار**

خاص اس شخص کے لیے ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے۔ (تنبیہ المغترین)

حضرت ابو دردراؓ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم

پر کوئی ظالم سلطان مسلط کر دے گا جو نہ تمہارے کسی بڑے کی عزت کرے گا اور نہ چھوٹوں پر رحم کرے گا۔ پھر تم میں سے نیک لوگ اس پر بددعا کریں گے مگر وہ قبول نہ ہوگی اور تم



امداد طلب کرو گے تو تحقاری امداد نہ ہوگی اور استغفار کرو گے تو وہ بھی منظور نہ ہوگی۔

**بڑا گناہ** | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بڑا گناہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو بطور نصیحت کہے کہ تو اللہ سے ڈر اور وہ اس کا جواب دے کہ تو اپنے آپ کو سنبھال۔

**فعل بد کو روکو** | حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ جو کوئی سُنے کہ فلاں شخص فعل بد کا مرتکب ہے اور پھر وہ اسے نہ روکے تو قیامت کے روز وہ کٹے ہوئے کانوں والا بہرا ہوگا۔

**برائی نہ روکنے میں ذلت ہے** | حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے تھے کہ کسی قوم میں ذی عزت لوگ اگر ایسی برائی کو نہ روکیں جس پر وہ قدرت رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کر دیتا ہے۔

**اہل ہیبت کون ہوتا ہے؟** | حضرت سفیان ثوریؓ فرماتے تھے کہ آج کے زمانے میں کوئی ایسا شخص نہیں جس سے لوگ شرمندہ ہوں۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا، انسان اس سے شرمندہ ہوتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور جو ایسا نہ کرے اس کی ہیبت نہیں ہوتی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔

**حضرت فضیل بن عیاضؓ کا ارشاد** | حضرت فضیل بن عیاضؓ نے کہا کہ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف پہنچے جس کو میں برداشت نہ کر سکوں اور مجھے اپنے امر بالمعروف کرنے پر نادم اور رنجیدہ ہونا پڑے۔

**مومن کے مصائب** | حضرت یحییٰ بن معاذؓ فرماتے تھے کہ دنیا میں مومن کے لیے

تین مصیبتیں ہیں۔ (۱) اس کی نماز کا فوت ہونا (۲) اس کے نیک دوست کا مرنا (۳) اور اسلام میں بدعت کا پیدا ہونا۔

**حضرت اویس قرنیؓ کا قول** | حضرت اویس قرنیؓ فرماتے تھے، مومن کا حق پر قائم ہونا اس کے لیے دنیا میں کوئی دوست

نہیں چھوڑتا اور جب بھی کوئی شخص لوگوں کو نیک بات کی ہدایت کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تو اس کو بڑی بڑی تہنیں لگاتے ہیں اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں۔

**حضرت سفیان ثوریؓ کا طریقہ تبلیغ** | حضرت سفیان ثوریؓ بازار میں جاتے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

فرماتے تھے۔ پھر اس کو ترک کر دیا، لوگوں نے اس کا باعث دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دین میں ایک رخنہ ہوا تھا جس کو ہم نے بند کرنا چاہا لیکن اب تو سمندر چل نکلا ہے اس کو روکنے کی کون طاقت رکھتا ہے۔

**امر بالمعروف کہاں لازم ہے؟** | سفیان بن عیینہؓ فرماتے تھے کہ جس کام پر امرت کا اتفاق ہو جائے اس میں امر

بالمعروف کرتا لازم ہے اور جس میں علماء کا اختلاف ہو اس میں لازم نہیں۔

**امر بالمعروف کرنے کا اہل کون؟** | سفیان ثوریؓ سے کسی نے کہا کیا وہ شخص بھی امر بالمعروف کرے جسے یقین ہو کہ

اس کی بات قبول نہ ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا ہاں! تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ معذور ہو جائے

**تبلیغ نہ کرنے والے عابد کا انجام** | مالک بن دینارؓ فرماتے تھے، مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی

فرمائی کہ فلاں فلاں گاؤں پر عذاب کرو، تو فرشتوں نے بڑی عاجزی سے التجا کی کہ اے اللہ

اس میں فلاں عابد تیرا نیک بندہ ہے۔ اللہ نے فرمایا اسے عذاب دے کر مجھے اس کی نذاری



سناؤ کیونکہ اس کا چہرہ میرے محرمات کو دیکھ کر کبھی متعجب نہیں ہوا۔

**مداہن کون؟** | سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو ہمسایوں کا محبوب اور لوگوں کے نزدیک نیک دیکھو تو جان لو کہ وہ مداہن ہے۔

**حضرت سفیان ثوریؒ کا قول** | سفیان ثوریؒ اپنے دوستوں کو فرماتے تھے کہ تم میری اقتدار نہ کرو ورنہ ہلاک ہو گے کیونکہ میں ایک مداہن

نیک و بد عمل کو ملانے والا اور گنہگار ہوں۔

**حضرت ابو عبد اللہؒ کی نصیحت** | حضرت ابو عبد اللہؒ اپنے ایک وعظ میں اپنے بیٹے کے لیے یوں نصیحت فرماتے ہیں کہ اے میرے

پسر عزیز! اگر تم اللہ کی بارگاہ میں موجود ہو تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم اپنے اللہ ہی سے محبت کرو۔ اسی کی اطاعت کرو اسی کو یاد کرو، اس کے لیے دنیا کی ہر شے کو مکمل طور پر ترک کر دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں طلب دنیا سرسراہٹ ندامت ہے۔ اس طلب میں شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ سے لو لگانے سے آخرت خود بخود تمھارے تابع ہو جاتی ہے تو اے میرے پیارے لخت جگر! جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اسے ہر طرح سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اللہ ہی اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کسی دوسرے کا محتاج ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے اے پسر عزیز! اللہ کا ہو کر کسی دوسرے یا دوسری چیز میں مشغول ہو جانا ایک ظلم ہے جو اللہ کا ہو جاتا ہے وہ اس ظلم سے بھی بچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عارف دنیا و آخرت کے کسی شغل میں الجھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ دنیا اور وہ آخرت آخر تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں۔ اللہ ان پر قادر و غالب ہے جب انسان اللہ کا ہو جاتا ہے تو معرفت کے حوالے سے بڑی بلندی پر ہوتا ہے اس کی رفعت کامل ہوتی ہے۔ وہ انسان کامل بن جاتا ہے اور معرفت اور رفعت سے عارف ہو جاتا ہے اور الیہ عارف کامل غیر اللہ کے ترک کے حوالے سے دونوں جہانوں سے نابینا اور نابلدہ ہو جاتا ہے۔

www.ataunnabi.com

**حضرت شبلی کا وعظ** | ایک مرتبہ حضرت شبلی وعظ فرما رہے تھے اس موقع پر جب حضرت نوری نے وہاں پہنچ کر السلام علیکم یا ابوبکر کہا تو انھوں نے حجاب دیا وعلیکم السلام یا امیر القلوب۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بے عمل عالم سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتے لہذا اگر تم باعمل عالم ہو تب تو اپنا وعظ جاری رکھ سکتے ہو، دوسری صورت میں تمہیں منبر سے نیچے اتر آنا چاہیے۔

یہ سن کر جب حضرت شبلیؒ نے آپ کے قول پر غور کیا تو انھوں نے محسوس کیا کہ عمل میں یقیناً کوئی کمی ہے۔ چنانچہ وہ منبر سے نیچے اتر کر گوشہ نشین ہو گئے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد لوگوں نے انھیں مجبور کر کے دوبارہ منبر پر لاکھڑا کیا۔

ادھر یہ اطلاع جب ابوالحسن نوری تک پہنچی تو وہ دوبارہ وہاں پہنچے اور فرماتے گئے، شبلی! جب تم نے مخلوق سے چھپنے کی کوشش کی تو وہ تغلیماً تمہیں دوبارہ منبر پر لے آئے لیکن میں نے مخلوق خدا سے رابطہ رکھتے ہوئے جب انھیں ہدایت کا راستہ دکھایا تو انھوں نے مجھے پتھر مارنے سے بھی گریز نہ کیا۔

یہ سن کر حضرت شبلیؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی ہدایت اور میری پوشیدگی کا مفہوم کیا ہے؟ حضرت نوریؒ نے فرمایا کہ میری ہدایت تو یہ تھی کہ میں نے خدا کے لیے مخلوق سے رابطہ قائم کیا اور تمہاری پوشیدگی کا مفہوم یہ ہے کہ تم خالق و مخلوق کے درمیان حجاب و واسطہ بنے رہے جبکہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم دونوں کے درمیان حجاب و واسطہ بن سکو اور مجھے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں اسی لیے میں تمہیں کاٹا بندہ تصور کرتا ہوں۔

**حکایت** | ایک روز اچانک ابو حفص کسی بات پر ابو عثمان سے ناراض ہو گئے۔ آپ نے بہتیری منت سماجت کی اور التجائیں کرتے ہوئے سفارش کی کہ حضور میرا قصور تو بتائیں مگر ابو حفص نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی۔ لہذا اس کے بعد ابو عثمان نے آپ ہی کے آستانے کے برابر ایک دیوار کی اوٹ میں رہنا شروع کر دیا۔ آپ دیوار میں ذرا سا سوراخ کر کے کبھی کبھار



اپنے پیر و مرشد کا دیدار بھی کر لیتے۔ ادھر حجب ابو حفص کو آپ کی اس دیوانگی کا علم ہوا تو انہوں نے دوبارہ ابو عثمان کو اپنے قریب رہنے کی اجازت فرمادی۔ کافی عرصہ کے بعد آپ کو یہ مقام حاصل ہو گیا کہ آپ ابو حفص کی موجودگی میں اپنے مریدوں اور محبوں میں وقت گزارنے لگے۔ گویا پیر و مرشد کی جانب سے ابو عثمان کو اجازت مل گئی تھی کہ وہ اپنے طور پر بہ شد و ہدایت کا کام شروع کر دیں۔

تبلیغ میں رضائے الہی کو مد نظر رکھو | حضرت مکرّمہ راوی ہیں کہ ایک آدمی ایک درخت کے پاس سے گزرا۔

جس کی لوگ پوچھا کرتے تھے۔ اس کو طیش آیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس درخت کی پوجا کر رہے ہیں۔ ایک دن کلباڑا پڑا اور گدھے پر سوار ہو کر اس درخت کی جانب چل دیا کہ اسے کاٹ ڈالے۔ راستے میں ابلیس لعین انسانی شکل میں ملا اور پوچھنے لگا کہ کدھر جا رہے ہو۔ یہ شخص بولا، میں نے ایک درخت دیکھا ہے کہ لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر وہاں جاؤں گا اور اسے کلباڑے سے کاٹ ڈالوں گا۔ ابلیس کہنے لگا بھلا تجھے اس سے کیا غرض اس درخت کا خیال چھوڑ اور اس کے پجاریوں کو دفع کر ان کو خود خدا ہی سمجھ لے گا۔ دونوں میں تکرار ہونے لگی حتیٰ کہ دست و گریبان ہو گئے۔ ابلیس نعین عاجز آ گیا اور یہ شخص اپنے ارادے پر پکارا۔ یہ دیکھ کر ملعون شیطان کہنے لگا کہ تو واپس ہو یا میں تجھے روزانہ چار درہم دیا کروں گا، روزانہ اپنے بستر کا کناہ اٹھا کر لے لیا کرنا یہ شخص سن کر کہنے لگا کہ سچ کہتے ہو، وہ بولا میں بالکل اس کا ضامن ہوں۔ یہ شخص واپس آ گیا اور حسب وعدہ دو تین دن تک چار درہم یومیہ وصول کرتا رہا۔ اس کے بعد ایک دن چادر اٹھائی تو نیچے سے کچھ نہ ملا۔ اور اگلے روز بھی کچھ نہ ملا۔ تو پھر کلباڑا لے کر گدھے پر سوار ہو کر چلا۔ ابلیس پھر انسانی شکل میں سامنے آیا اور کہنے لگا کہاں کا ارادہ ہے، یہ شخص بولا ایک درخت کی لوگ پرستش کرتے ہیں اسے کاٹنے جا رہا ہوں۔ ابلیس کہنے لگا اب تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تیرا پہلی بار کا جانا اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اگر کام زمین و آسمان والے بھی جمع ہو جاتے تو تجھے

نہ روک سکتے تھے اور اب تیرا جانا محض خود غرضی کا ہے کہ درجہ نہیں ملے تو اٹھ کر چل دیا ہے  
خبردار اگر ذرا بھی آگے بڑھنا تو تیری گردن مار دوں گا۔ یہ شخص چپکے سے واپس لوٹ گیا اور  
درخت کا خیال چھوڑ دیا۔

**حضرت ابواسحاق فزاریؒ** | حضرت ابواسحاق فزاریؒ مارون رشید کے پاس گئے  
یہ بات یوسف بن اسباط رحمہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے

ابواسحاق کو بُرا کہا اور فرمایا تم اس شخص کے پاس کیونکر گئے جس کے ہاں حریری فرش بچھے  
ہیں۔ ابواسحاق نے کہا اے یوسف! تمہیں صرف حریر کی خبر پہنچی ہے، خون، زنا اور لوگوں  
کے مال کہاں گئے؟ کیا ہوا ہم تو اس کے پاس ایک ضرورت کو گئے تھے چنانچہ کہتے ہیں کہ  
اگر کوئی عالم کسی ظالم کے پاس جائے مگر اس سے کسی قسم کا سوال نہ ہو تو وہ راحت میں ہے  
مجھ سے بھی کسی بات کا سوال نہ ہوا اور میں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اگر مجھ سے سوال  
ہوتا کہ یہ فرش حرام ہے؟ تو میں کہہ دیتا کہ ہاں حرام ہے۔ (میں کہتا ہوں) یہ جواب محل  
نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

**حکایت** | ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ میری تیس برس کی ہدایت کا  
نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہو سکا اور  
وہ اس طرح کہ ایک دفعہ وہ میری مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا تو میں اس وقت یہ جملہ  
کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقتور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔ یہ سن کر شہزادے نے کہا  
کہ میں آپ کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھا۔ فرمایا اس سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے جو خدا سے  
جنگ کرے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آکر وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ وصالِ خداوندی  
کے لیے کوئی راہ اختیار کی جائے؟ میں نے کہا دو راہیں ہیں۔ ایک چھوٹی اور دوسری طویل  
چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشات دنیا اور مصیبت کو چھوڑ دے اور طویل راہ یہ ہے کہ خدا کے سوا  
سب سے کنارہ کش ہو جائے۔ اس نے کہا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں اور اس



کے بعد اپنی عبادت و ریاضت سے ابداً اس کے مقام پر پہنچ گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا جب نواب عراق میں پہنچا تو میں نے ایسے ستر فقر امر کو دیکھا جو راہِ مولیٰ میں اپنی جان بچھل کر چلے گئے تھے لیکن بان میں ایک ایسا فرد باقی تھا جس میں زندگی کے کچھ آثار موجود تھے اور حید میں نے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ اے ابراہیم! بس محرابِ بنا و سپانی کو حید حیات بن کر آگے جانے کی جی نہ کر ورنہ مجبور ہو جاؤ گے اور قربت کا تصور بھی پھوٹے گا۔ ورنہ اذیت اٹھاؤ گے کیونکہ کسی کی تاب و طاقت نہیں کہ سلامت روی کی حالت میں گستاخی کا ترکیب ہو سکے۔ اور اس دوست سے بھی پاؤں پر تیرے جو جوارح کو کفارہ روم کی مانند بدلیو جنگ تہ تیغ کر دیتا ہے اور ہم اس بیان میں یہ عہد کرنے لگے کہ اگر سوا کسی سے سروکار نہیں رکھیں گے۔ محض توکل علی اللہ کہ بہا کے تہم ہو جائے اور حید نفع نہ لے کر تے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو حضرت خضر سے شرف نیاز حاصل ہو گیا اور ہم نے آپ کی ملاقات کو مبارک فال تصور کرتے ہوئے اپنی سہمی کے بار آورہ ہونے پر غلہ کا شکر ادا کیا لیکن اسی وقت ندائی کہ اے عہد شکن! اے فریب کار و بایا تمہارا یہی عہد تھا کہ مجھ کو فرار دینا کہ دوسروں سے راہِ قدم بٹھاؤ۔ میں لو کہ میں تمہیں اس جرم کی سزا میں موت کے گھاٹے اتار دوں گا۔ چنانچہ اے ابراہیم ادھم یہ تمام فوت شدہ لوگ اسی کے قبر کا شکار ہو گئے اور اگر تم بھی خیریت پابستہ ہو تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا اور حضرت ابراہیم نے حیرت زدہ ہو کر اس شخص سے پوچھا کہ تم کیسے زندہ رہے؟ تو جواب دیا کہ ابھی نیم نچستہ ہوں ادب انھیں کی طرح پختہ ہو کر جان دیتا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ بھی جان بحق ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک عالم کی حکایت | مالک بن دینار فرماتے تھے، منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عالم لوگوں کو وعظ سنایا کرتا تھا اس کے گھر مرد و زن جمع ہوتے اور وعظ سنتے۔ اس عالم کا ایک نو جوان لڑکا تھا اس نے ایک دن ایک خوبصورت عورت کی طرف اشارہ کیا جو اس کے باپ نے دیکھ لیا اور کہا اے بیٹے!

مبصر کرو۔ راوی کہتا ہے کہ وہ اپنے تخت سے فوراً منہ کے بل گر پڑا یہاں تک کہ اس کے بعض جوڑ بھی ٹوٹ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی فرمائی کہ فلاں عالم کو خبر کرو کہ میں اس کی نسل سے کبھی صدیق پیدا نہیں کروں گا کیا میرے لیے صرف اتنا ہی ناراض ہونا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو کہہ دے کہ اے بیٹے! مبصر کرو۔

**عجب انداز تبلیغ** | ایک دفعہ حضرت حاتمؒ کی ملاقات قزوین کے قاضی طنافسی سے ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ ان کا طرز بود و باش اور لباس بڑا امیرانہ ہے اور ان کا مکان قسم قسم کے قیمتی سامان سے بھرا پڑا ہے۔ حاتم نے ان سے کہا کہ حضرت! آپ عالم دین ہیں، مجھے وضو کا صحیح طریقہ بتا دیجیے۔ قاضی نے بتا دیا۔ آپ نے کہا میں آپ کے سامنے وضو کر کے دکھاتا ہوں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو درست کر دیجیے گا۔ قاضی نے کہا بہتر۔ حضرت حاتمؒ نے ابتدا میں تین تین بار ہر عضو کو دھویا۔ جب پاؤں دھونے لگے تو تین کے بجائے چار دفعہ دھوئے۔ قاضی نے فوراً ٹوکا کہ تم نے غلطی کی۔ پوچھا، کیا غلطی ہوئی۔ قاضی نے کہا کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا پانی کو بے کار ضائع کرنا ہے۔ اور یہ اسراف کی تعریف میں آتا ہے۔

حضرت حاتمؒ نے سراٹھایا اور فرمایا سبحان اللہ قاضی صاحب! میں غریب تو ایک چلو پانی بہا کر اسراف کا مجرم ہو گیا اور جناب کا یہ ٹھاٹھ باٹھ اور سامان کس زمرے میں آتا ہے۔ قاضی صاحب نے شرمندہ ہو کر گردن جھکا لی۔

**فاسق کی مخالفت کرنا اللہ کے قرب کا سبب ہے** | حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ فاسق کی مخالفت کرنا اللہؒ

کے قرب کا سبب ہے (میں کہتا ہوں) اس سے مراد اس کے ساتھ دل سے رنجیدہ ہونا ہے اور ظاہراً مخالفت مناجب نہیں تاکہ اس کو راہِ راست پہ لایا جاسکے۔ امداس کو صفاتِ فسق سے نفرت دلائی جاسکے، کیونکہ فاسق ہر داعی الی اللہ کی گمشدہ چیز ہے۔ پس اس کو



غور کرو۔ واللہ اعلم!

## حکایت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتِ اوج شریف پنجاب کے بڑے طویل القدر ولی اللہ ہوئے ہیں ان کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ مکہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کو ایک روز مکہ کے شیخ عبداللہ یافعی نے کہا کہ اگرچہ دہلی کے بہت سے درویش اور اہل دل وفات پا چکے ہیں لیکن ان کی برکت کا اثر اب بھی دہلی پر ہے اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی وہاں موجود ہیں۔ ان کی ذات بابرکات منعمات میں سے ہے لہذا آپ ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیں۔ مخدوم صاحب نے یہ بات سنی تو ان کے دل میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کی ملاقات کا اشتیاق اس قدر زیادہ پیدا ہوا کہ وہ مددِ معطر سے سیدھے دہلی تشریف لائے اور خواجہ صاحب سے ملاقات کی۔ خواجہ چراغ دہلی نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ امام عبداللہ یافعی کے ارشاد سے تمہارے اندر جو حسن ظن ہمارے لیے پیدا ہوا ہے اس نے ہمیں تمہارے دیدار سے مشرف کیا ہے۔

مخدوم صاحب نے عرض کی کہ امام یافعی پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائیں! جن کے ارشاد کی بنا پر مجھے اس بارگاہِ ولایت کی سعادتی میسر آئی۔ مخدوم صاحب کو خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی نے خاندانی حیثیت کا خرقہ خلافت عطا فرمایا اور بے انتہا نوازشیں فرمائیں اور آپ کو ہندوستان میں رشد و ہدایت اور تبلیغ و اشاعت کے کام کرنے کا حکم دیا۔ مخدوم صاحب ہندوستان کے کونے کونے میں نیکی اور ہدایت کے کاموں کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔ آپ لوگوں کو سلوک و معرفت کی تعلیم شریعت کے مطابق دیتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑی شدت سے پابند رہتے تھے۔ غیر شرعی امور پر بڑی سختی سے تنبیہ کرتے تھے آپ نماز باجماعت کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے اور تارکِ جماعت کو بدعتی کہتے تھے، اپنے آستانے اوج شریف پر آپ خود جماعت کرایا کرتے تھے اور لوگ کھڑوں کی تعداد میں ہر نماز میں آپ کے مقتدی ہوا کرتے تھے اور اس روح پرور منظر کو بہت

کم لوگوں نے دیکھا ہوگا جو آپ کی مسجد میں نماز کے وقت ہوتا تھا۔

## حکایت

کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شترچوری کے زمانے میں شرق پور کے لوگوں کو مقدمہ بازی کی اتنی عادت تھی کہ ہر کوئی اپنے مخالف پر جھوٹے سچے مقدمے بنا کر ایک دوسرے کو عدالتی کارروائیوں میں الجھائے رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بڑا زمیندار اور اول درجے کا مقدمہ باز تھا اس نے میاں صاحب سے عرض کی کہ میں نے اپنے ایک بزرگ کی فاتحہ دلوائی ہے۔ چنانچہ میرے گھر آپ تشریف لے چلیں تو یہ بات میرے لیے بڑی سعادت کی باعث ہوگی۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ جس بزرگ کی تم فاتحہ دلوانا چاہتے ہو اس کی روح تو تم سے سخت نالاں اور ناراض ہے پھر تم اس کی فاتحہ دلوا کر کیا کرو گے؟

وہ شخص سخت حیران ہوا اور بولا کہ آپ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی، ممکن ہے کہ وہ بزرگ واقعی مجھ سے ناراض ہوں مگر اتنا کہ تم تو کیجیے کہ مجھے بتلائیے کہ وہ کیوں ناراض ہیں اور ان کی ناراضگی کس طرح دور ہو سکتی ہے؟

میاں صاحب نے فرمایا، دور ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا تم سب سے پہلے اس جھوٹی سچی مقدمہ بازی سے توبہ کر لو۔ ناجائز کمائی کا سلسلہ بند کرو۔ جھوٹ بولنا بند کرو، خدا کی عبادت خلوص دل سے کرنی شروع کر دو اور استغفار جتنی زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہو کرو۔ تو جب تم سے اللہ میاں راضی ہو جائے گا تو اللہ کا ولی بھی تم سے راضی ہو جائے گا۔

اس شخص نے فوراً وعدہ کیا کہ میں ان تمام احکام کی پیروی کروں گا۔ میاں صاحب نے فرمایا وعدہ میرے ساتھ نہ کرو بلکہ اللہ کے ساتھ کرو اور پھر دیکھنا تم جس طرح وعدہ نبھائے اسی قدر اللہ تعالیٰ تمہارے مراتب بلند کرتا جائے گا۔ اس کے بعد اس شخص نے مقدمہ بازی ترک کر دی۔ منقول ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک شخص کو لایا جائیگا

## حکایت

پھر اس کی بیوی اور اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر کیا جائے گا، وہ



عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! اس شخص سے ہمارے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے۔ کیونکہ اس نے ہمیں ہمارے دین کی باتیں نہ سکھائیں اور ہمیں حرام روزی کھلاتا تھا اور ہم بے علم تھے۔ لہذا اس (بدنصیب) کو حرام روزی کمانے کے سبب پیٹا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا اس کے بعد انھیں میزان پر لے جایا جائے گا اور فرشتے پیٹ کے برابر مرد کی نیکیاں لائیں گے تو عیال (اولاد وغیرہ) میں کا ایک شخص بٹھے گا اور کہے گا میرا وزن کم ہے اور وہ اس کی نیکیوں میں سے لے جائے گا۔ پھر دوسرا عیال کا شخص آئے گا وہ بھی اس کی نیکیوں سے اپنی کمی پوری کر لے گا۔ غرضیکہ وہ سب (اہل خاندان) اس کی نیکیاں لے جائیں گے۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف رخ کر کے کہے گا۔ آہ! میری گردن پر اب وہ گناہ رم گئے ہیں جو تمھارے لیے میں نے اٹھائے۔ اور فرشتے کہیں گے یہ وہ (بدنصیب) شخص ہے جس کے گھر والے اس کی تمام نیکیاں لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔ (قرۃ العیون)

**عبدالملک بن مروان** عبدالملک بن مروان اپنی رعیت کو کہا کرتے تھے کہ اے گروہ رعیت! انصاف کرو کہ تم ہم سے تو یہ درخواست کرتے ہو کہ ہم ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی روش اختیار کریں اور تم خود ان کی رعیت کی سیرت اختیار نہیں کرتے پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں اعانت کرے۔ آمین۔

**حضرت حسن بصریؒ کا قول** حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ کسی بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اس سے ناراض نہ ہو تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کہ وہ اللہ کے لیے اس محبت رکھتا ہے، جھوٹا ہے۔

**ترغیب اطاعت** روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے پر بذریعہ القا واضح فرمایا کہ اے میرے بندے! میں ہی نے تجھے یہ ساری

رفتیں اور فضیلتیں بخشی ہیں اور پھر میں نے ہی تجھے اپنی عبادت کرنے کی توفیق دی ہے اور یہ بھی کہ میں نے تمہارے معاملے میں کسی کی سفارش یا طرفداری کے بغیر اپنی رحمتوں سے نمایاں کیا ہے۔ ان نعمتوں اور فضیلتوں کے بعد میں نے یہ تقاضا کیا کہ تو صرف میرے ہی ذکر میں محو اور مشغول ہو جا اور صرف یہی نہیں بلکہ تجھ سے یہ بھی توقع رکھی کہ تو اپنے اس عمل میں کسی بھی طرح کے بدلے یا جزا اور معاوضے کی ترازو میں اسے نہ تولے۔

**حکایت** حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دریلے دجلہ کے کنارے ایک جھونپڑی دیکھی جس میں ایک بزرگ رہتا تھا جب میں جھونپڑی میں آیا تو سلام کہہ سلام کا جواب اس نے اشارے سے دیا اور اشارے ہی سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ کچھ دیر میں بیٹھا تو مجھ سے مخاطب فرمایا، اے درویش! قریباً پچاس سال سے میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا ہے۔ جس طرح تم جہان میں سفر کر رہے ہو اسی طرح میں سفر کرتا تھا۔ میں نے ایک دنیا دار بزرگ کو ایک شہر میں دیکھا جو خلق خدا کو لین دین میں مبتلا تھا۔ میں نے اسے کچھ نہ کہا، نہ اسے باز رکھا۔ میں دیکھ کر حلا آیا۔ فرشتے نے آواز دی، اے درویش! اگر حق کی خاطر اس دنیا دار کو کہہ دیتا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خلقت سے زیادتی نہ کر۔ تو وہ تیرے کہنے سے باز آ جاتا لیکن تو اس بات سے ڈر گیا کہ وہ دنیا دار جو تجھ پر مہربانی کرتا تھا شاید نہ کرے۔ جب سے میں نے غیب کی آواز سنی، اسے شرم کے کئی سال سے اس کٹیا میں رہتا ہوں اور قدم باہر نہیں رکھتا، میں اس اندیشے میں ہوں کہ اگر قیامت کو مجھ سے اس معاملے کی بابت پوچھا گیا تو کیا جواب دوں گا۔ پس اے درویش! اس روز سے میں نے قسم کھالی ہے کہ میں کسی طرف نہیں نکلوں گا تا کہ کسی فعل کو دیکھ کر اس کا گواہ نہ بنتا پڑے۔

**حکایت** مالہ کے حکمران سلطان محمود خلجی نے ملک دکن پر حملہ کیا۔ احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر کے وہاں کی عمارتوں کو نذر آتش کر دیا اور رعایا کو بہت بری طرح تباہ و برباد کر دیا۔ مسلم و غیر مسلم عوام پر یہ دریغ مصائب و تشدد کے دروازے کھول دیے



اس کے باوجود اس کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنی محنت کی کمائی سے اپنی غذا اور لباس کا بندوبست کرتا اور حلال ذرائع سے اپنی ضروریات پوری کرتا تھا۔ وہ جائز طریقے سے حاصل کردہ چاول گھی، گیہوں اور کپڑا وغیرہ اپنے ساتھ رکھتا اور مبلغ کے لیے نگرہی کے تختوں پر مٹی بچھا کر سبزیاں اگاتا اور انھیں استعمال کرتا۔ جب سلطان محمود خلجی کو احمد آباد بندر میں طویل قیام کے دوران سبزیوں کی قلت محسوس ہوئی تو اس نے شاہ خلیل کے مجاور مولانا شمس الدین کرمانی سے ملاقات کی اور کہا کہ میرے پاس ترکاری ختم ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ نگرہی کے تختوں پر اس قدر سبزی اگانا جو شاہی مبلغ کے لیے کافی ہو بہت مشکل ہے اگر کسی شخص کے پاس حلال کے روپے سے خریدی ہوئی زمین موجود ہو تو مجھے بتائیے تاکہ میں اسے معقول قیمت ادا کر کے اس سے سبزیاں خرید لیا کروں۔

مولانا شمس الدین نے کہا اے بادشاہ! تو ایسی بات نہ کہہ جسے سن کر تیرا مذاق اڑایا جائے۔ مسلمانوں کے ملک پر حملہ آور ہو کر ان کے مال و اسباب کو تباہ کرنا، ان کی آبادیوں کو ویران کرنا، ان کے گھروں کو جلانا اور اس کے باوجود کپڑے اور ترکاری کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں حلال و حرام کی باتیں کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ یہ سب کچھ خدا ترسی سے بہت دور ہے۔

یہ سن کر بادشاہ لا جواب اور مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کچھ دیر کے لیے سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا آپ سچ فرماتے ہیں، لیکن جہاں بانی اور ملک گیری ان باتوں کے بغیر بہت مشکل ہے (تاریخ فرشتہ)

**اسلامی باتیں** | سید محمد علی شاہ مکھنوی بڑے زاہد تھے۔ چھ سال تک اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین کی درگاہ پر پانی بھرنے سے پھر حضرت گنج شکر کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے پاکستان آئے۔ اسی سال خواجہ تونسوی بھی پاکستان گئے وہاں شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں اپنا حال بیان کیا۔ خواجہ صاحب نے واپس واپسی

کے وقت سید موصوف کو بھی ساتھ لے لیا۔ راستے میں حضرت نے فرمایا اے سید! کوئی ذوق و شوق کی چیز سنا سید صاحب نے کوئی چیز شروع کر دی۔ اس وقت خواجہ تونسوی پر ذوق و وجد کا زبردست غلبہ تھا۔ آپ کے زیرِ ران گھوڑی تھی۔ اس کے تمام بدن سے پسینہ بہنے لگا۔ کتنی دفعہ آپ نے فرمایا یہی شعر پڑھو۔ شاہ صاحب نے نئی دفعہ وہی شعر پڑھا۔ پھر تونسہ شریف پہنچ گئے۔ یہاں حضرت تونسوی نے شاہ صاحب سے پوچھا تمھاری خواہش کیلئے ہے؛ انھوں نے عرض کیا میری خواہش ہے کہ آپ مجھے بیعت سے مشرف فرمائیں۔ فرمایا تمھارے وجود میں چند چیزیں بیعت کے منافی ہیں۔ جب تک تم انھیں دور نہیں کر دو گے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچو گے۔ ایک تو یہ کہ تمھیں تولیٰ منصب حاصل ہے اور جس شخص کو یہ منصب حاصل ہوا ہے دوسرے حقیر نظر آتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ تم قاری بھی ہو اور جو قاری ہو وہ عام طور پر دوسروں کو غلط خوان سمجھتا ہے۔ تیسرا یہ کہ تمھیں علمی فصیلت بھی حاصل ہے اور جو عالم ہوا ہے دوسرے لوگ جاہل دکھائی دیتے ہیں۔ چوتھا یہ کہ تمھیں اپنے حسب و نسب پر بھی فخر ہے کہ سید ہو۔ اور جو سید ہو وہ کہتا ہے کوئی شخص خواہ کتنا ہی پڑھ لکھ لے سید نہیں بن سکتا۔ جب شاہ صاحب نے یہ باتیں سُنیں تو چھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ درویشوں نے انھیں بہت سمجھایا کہ حضرت صاحب یہ باتیں محض تلقین کے لیے فرما رہے ہیں۔ تم ہوشیار ہو کر سُنو۔ سید موصوف نے عرض کیا کہ میں تمام مذکورہ اوصاف کو بالائے طاق رکھ کر کامل ارادت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ خواجہ تونسوی نے جب شاہ صاحب کو طالبِ صادق پایا تو انھیں بیعت کر لیا اور پھر ان کی استعداد کے مطابق ایک ایک حجرے میں بیٹھا کر اوراد و اذکار کی تلقین کر دی پھر کچھ مدت کے بعد خلافت دے کر روانہ کر دیا۔

اس کے بعد شاہ صاحب ڈیرہ غازی خان چلے گئے اور وہاں شہر کے گلی کوچوں میں گھومتے رہتے۔ دنیا داروں کی طرف مطلق رجوع نہ کرتے۔ بیسیوں مرتبہ نواب بہاول خاں آپ کی زیارت کے لیے آیا لیکن کچھ عرض نہ کر پایا۔ ایک دن لوگوں نے شاہ صاحب سے عرض



کیا کہ کوچہ و بازار میں اس طرح پھرنے سے کیا فائدہ؟ اگر آپ ایک جگہ مستقل طور پر بیٹھ جائیں تو یہ اچھا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

ہرگز نہ شوی شیرِ بیا بانِ طریقت

تاسک شدہ در کوچہ و بازار نہ گردی

ضمناً میں نے عرض کیا کہ اس شعر کا حاصل مطلب کیا ہے؟ فرمایا خدا کے حضور عاجز و نیاز کا درجہ بلند ہے۔ خدا کے بندے اپنے آپ کو اس کے حضور میں کتنے سے منسوب کرتے ہیں۔ اور سب سے کمتر سمجھتے ہیں پھر وہ شیر کے درجہ کو پہنچتے ہیں۔

ذکرِ خیر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ہندو بڑھیا عورت بانگر کی حکایت

رہنے والی تھی۔ حضرت توکل شاہ انبالوی نقشبندیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے بیٹے نے کوئی خون کر دیا تھا اور اس مقدمہ میں وہ گرفتار تھا۔ عرض کیا کہ حضور میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں کہ وہ چھوٹ جائے۔ خون کے مقدمہ میں وہ گرفتار ہے۔ حضور کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی اہل مقدمہ دعا کی استدعا کرتا تو آپ یوں فرمایا کرتے کہ خداوند احق حق کرنا۔ اس بڑھیا کی استدعا سن کر مرید بھیجا کہ اس سے پوچھو کہ واقعی اس کے بیٹے نے خون کیا ہے یا اس پر یونہی تہمت لگی ہے۔ بڑھیا بولی، حضرت جی! حاکم کے سامنے تو میرے بیٹے نے انکار کر دیا ہے مگر تم جگوان کے پیارے ہو، جگوان جھوٹ سے بُرا مانے ہے۔ خون تو واقعی میرے بیٹے ہی نے کیا ہے۔ وہ رحم کرنے والا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ مرید نے واپس آ کر سارا قصہ حضور سے عرض کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا خداوند احق حق کرنا۔ کیونکہ ظالم پر رحم کرنا مظلوم پر ظلم کرنا ہے اور ظالم پر سختی مظلوم پر رحم ہے۔ پھر حضور نے ایک یہ تقریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے اس کے دربار میں امیر غریب فقیر گدا سب یکساں ہیں اور اس کی رحمت سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اسی طرح فقیر لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ رحیمی کا بڑا واسا اس کے بندوں کے ساتھ کیا کریں۔ قیامت کے دن بعض فقیر اس واسطے پکڑے جائیں گے کہ انھوں نے

حق ناحق نہیں دیکھا ناحق والے کے لیے دعا کر دیا کرتے تھے۔ اس کی صفت رحیمی کا بتاؤ  
 نہیں کیا تھا۔ فقیر کو چاہیے کہ جس قدر لوگ اس کے پاس آئیں سب کو رحم کی نظر سے دیکھیں  
 جب اس کے پاس کوئی دعا کرنے آئے تو حق ناحق کا خیال رکھے کہ ناحق والے کے حق میں اس  
 واسطے دعا نہ کرے کہ وہ نذریں وغیرہ بہت لاتے یا خدمت زیادہ کرتے ہیں اور فقیر کو چاہیے  
 کہ بیعت کے وقت بھی امیر و غریب سب پر یکساں نظر رکھے۔ یہ نہ ہو کہ جو امیر ہو اسے مرید کر  
 لے اور غریب کو نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی اصل نعمت کا دسترخوان بڑا وسیع ہے۔ ایک اصل نعمت  
 تو اللہ تعالیٰ کی کلمہ طیبہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ط اس کلمہ میں اس کی تمام  
 مخلوقات شریک ہے۔ امیر و وزیر، بادشاہ غریب، تیلی، سبید، جوالا، پٹھان اور جو کوئی مسلمان  
 ہو سب کے واسطے یہی ایک کلمہ ہے۔ یہ بات نہیں کہ امیروں اور بادشاہوں کے واسطے کوئی  
 چھوٹا سا کلمہ ہو جس میں کچھ محنت نہ کرنی پڑے اور فقیروں اور غریبوں کے واسطے بڑا سا کلمہ  
 ہو جس میں زیادہ دیر لگے اور محنت بہت کرنی پڑے بلکہ سب کے واسطے ایک ہی کلمہ ہے  
 جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ  
 رَسُولُ اللَّهِ دیکر زیادہ بہشتی ہو چکا، اور اسی اصل نعمت کے دسترخوان میں سے ایک نماز  
 ہے اس میں بھی سب برابر ہیں۔ یہ نہیں کہ چھوٹی ذات والوں کو زیادہ رکعتیں پڑھنی پڑتی ہوں،  
 اور بڑی ذات والوں کو کم، یا امیروں اور بادشاہوں کے واسطے تھوڑی نماز ہو اور غریبوں کے لیے  
 زیادہ۔ بلکہ سب کے ذمہ یکساں ہے۔ پھر جماعت ہے کہ امیروں اور بادشاہوں کے واسطے  
 کوئی الگ جگہ امتیاز کی نہیں بلکہ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، محتاج سب ایک ہی صف میں کھڑے  
 ہوتے ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ ایک دوسرے کو کسی جگہ سے ہٹا سکے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے اس صفت رحیمی کا برتاؤ کر کے دکھا دیا کہ جب جنگ اُحد میں حضرت امیر حمزہؓ  
 کو وحشی غلام نے شہید کر دیا تو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امیر حمزہؓ کی شہادت  
 کا اندر سنج تھا کیونکہ آپؐ کو ان سے بے حد محبت تھی اور آپؐ ان کو شیر خدا فرمایا کرتے تھے،



باوجود اس قدر رنج کے جب وحشی غلام نے خدمتِ بابرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے مسلمان کر لیں اور میرا ایمان قبول فرمائیں تو حضورؐ نے گذشتہ رنج کا کچھ خیال نہ فرمایا اور حکم دیا کہ ہو "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" جب وہ مسلمان ہو چکا تو فرمایا تیرا ایمان قبول ہو چکا مگر تو ہماری نظر سے الگ رہ کیونکہ تیرے اوپر نظر پڑنے سے میرے دل میں چپا کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا جو شہید ہوا وہ بھی جس نے شہید کیا وہ بھی دونوں بہشتی ہیں۔ (اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ هُمَا فِي الْجَنَّةِ یعنی شہید کرنے والا اور شہید دونوں جنتی ہیں) حضرت حمزہؓ کا جنتی ہونا تو بسبب شہادت کے ظاہر ہے اور وحشی غلام کا اس وجہ سے ہے کہ وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایمان لایا اور کلمہ شہادت پڑھا اور آپ نے اس کا ایمان قبول فرمایا۔ یہ کمال درجہ کا رحم فرمایا۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارشاد باری ہے اَرْحَمُوا تُرْحَمُوا۔ رحم کرو تم بھی رحم کیے جاؤ گے۔ یعنی تم بندوں پر رحم کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور جو رحم نہ کرے گا بندوں پر، اللہ تعالیٰ سے بھی رحم کا مستحق نہ ہوگا۔

صاحبِ ارشاد کا کام امر بالمعروف ہوتا ہے | ایک مرتبہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی نقشبندیؒ نے فرمایا کہ

جو صاحبِ ارشاد ہوتا ہے اس کی ہر بات میں جان پڑ جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے اس کی پرورش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کوئی صاحبِ ارشاد کسی علاقہ پر متعین ہوئے مگر وہاں کے لوگ ہدایت قبول نہیں کرتے تھے نہ سنتے تھے۔ موسمِ محطِ سال کا تھا۔ انھوں نے یہ تجویز کی کہ بہت سے مزدور بلائے کہ ہمارا کام کرو اور اپنی مزدوری لو۔ وہ آگئے تو آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھو اور یہ تسبیح کر لیا کرو۔ آٹھ دن تک یہ کام کروا کے ان کو مزدوری دے کر رخصت کر دیا کرتے اور فرماتے اب تمھاری مرضی ہے چاہے کرو چاہے نہ کرو۔ دوسرے مہینہ

میں اور بیس بیس مزدور اپنے ہاں رکھ لیے اور ان سے بھی یہی کام کرایا کرتے غرض آٹھ دن تک رکھتے اور مزدوری دینے کے بعد نہ صحت فرما دیا کرتے اور آئندہ کو اور نہ بھرتی کر لیتے۔ جو مزدور ان کے پاس جاتے ان سے نہ نماز قضا ہوتی نہ وظیفہ اور وہ اپنا کام و مزدوری وغیرہ بھی برابر کیے جاتے اور اس میں ان کو خوب لذت آتی۔ اگر کسی کی نماز یا وظیفہ کبھی قضا ہو جاتا تو آ کر دعا کرتے کہ ہمارا معمول قضا ہو گیا آپ دعا فرمائیں۔ تھوڑے عرصہ میں بہت ہی ہدایت ہو گئی اور خلقت کو خوب فیض پہنچا اہتمام لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص ولی اللہ ہیں، سب معتقد ہو گئے اور خوب مخلوق الہی کو فیض پہنچایا۔ صاحب ارشاد میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ جس جگہ وہ بیج بوسے دیں جم جاتا ہے اور خوب پھلتا پھوٹتا ہے۔ سو چاہیئے کہ خدا کا نام صاحب ارشاد سے سیکھے اور صاحب ارشاد کی صحبت میں بیٹھے۔ قطب ارشاد ظل نبوت کا ہوتا ہے یعنی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے (یہ صاحب ارشاد حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنیؒ تھے)

خلیفہ ہارون رشید حج کو جاتے ہوئے کوفہ میں چند روز ٹھہرے پھر جب وہاں سے کوچ کیا۔ اس کی شانمانہ سواری تہایت شان و شوکت سے حضرت بہلولؒ مجذوبہ کے پاس سے گزری حضرت بہلولؒ نے ہارون رشید کو دیکھا تو گے بڑھ کر کہا اے امیر المومنین! مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ سنو۔ حضرت عبداللہ عامریؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے تو مٹی میں آپ کی سواری اس صورت میں گزری کہ آپ ایک اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے نیچے ایک سادہ سا کبا وہ تھا اور حضور کی یہ سواری بغیر کسی دنیوی دبدبہ کے گزری۔ پس اے ہارون رشید! تم بھی بغیر کسی تکبر و دبدبہ کے (انتہائی تواضع سے گزرو) یہ حدیث سن کر ہارون رشید رونے لگا کہا اے بہلول! کچھ اور امر بالمعروف کی تلقین کرو۔ بہلولؒ نے فرمایا اے امیر المومنین! جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال و جمال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص مال میں سے فی سبیل اللہ خرچ کرے اور جمال میں عفت قائم رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقبولوں میں شامل کر لیتا ہے اور اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ہارون رشید نے کہا اَحْسَنَتْ



يَا بَهْلُولُ۔ پھر کہا اے بہلول! اگر تم پر کسی کا کچھ قرض ہو تو بتائیں تاکہ میں ادا کر دوں۔ اس کے جواب میں حضرت بہلول نے کہا بادشاہ! قرض قرض کے ساتھ کیسے ادا ہو سکتا ہے کیونکہ تم اپنے نفس کے مقروض ہو، بہتر ہے کہ آپ کے نفس پر جو خدا کا قرض ہے اس کی ادائیگی کا فکر کرو میرے قرض کا فکر نہ کرو۔ نارون رشید نے کہا اچھا آپ کے نام کوئی جاگیر کر دوں تاکہ تمہاری گریہ اوقات آسان ہو جائے۔ بہلول نے آسمان کی جانب منہ اٹھایا اور کہا اے امیر المومنین! میں اور آپ دونوں ہی خدا کے بندے ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا ایک بندے کو یاد رکھے اور دوسرے کو فراموش کر دے۔ (روض الریاحین)

# ہمارا اخلاق

ایسی اچھی عادتیں اور اخلاق جن سے انسان کی  
دُنیا و آخرت سُورجائے اور انہیں کو صحیح معنوں  
میں اللہ کا بندہ بنائے

عاشق فقری

عالم فقری صاحب کی وظائف پر دیگر کتب

## وظائف اسماء الحسنی

وہ کونسا مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنی کے ورد سے حل نہیں ہو سکتا۔  
اسماء الحسنی کے مکمل فضائل، خواص، کامنفر و مجموعہ

## فقری اسم اعظم

اسم اعظم ہی واحد راز ہے جس سے بندے پر روحانیت کے راز کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ معرفت کے راستے میں داخل ہو جاتا ہے عالم فقری صاحب نے اسم اعظم کے فضائل و خواص اور ان کی تاثیر کو نہایت مفصل انداز سے بیان کیا ہے۔

## فقری اعمال قرآنی

قرآن کریم نے دین و دنیا کی ہر مشکل کو حل کر دیا ہے۔ عالم فقری صاحب نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے پورے قرآن مجید سے چن چن کر وظائف اور ان کا مکمل طریقہ کار بیان کیا ہے۔

ادارہ پیغام القرآن

40 اردو بازار لاہور



اللہ کے حضور سچی توبہ کرنے کی رہنما کتاب

# اللہ میری توبہ

عالم فقہی

مسئلہ اہل سنت کے شرعی مسائل کا مکمل مجموعہ وضابطہ

## سنن ابی یوسف

حصہ اول تا گیارہ

عالم فقہی

www.ataunnabi.com

ATAUNNABI.COM

# منازلِ ولایت

جن باتوں پر انسان عمل کر کے اللہ کا بندہ بن جائے، ان کا  
نادر، آسان اور دل کو روشن کرنے والا مکمل طریقہ کار

عالم فقہی

## اللہ سے دوستی

ولی اللہ بنانے والے اعمال و اوصاف کا ایسا باکمال  
مجموعہ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اللہ کا ولی بن جائے

عالم فقہی

www.Ahlesunnat.com



تقاضہ محبت یہی ہے کہ محبوب کائنات ﷺ کی ہر ادا کو محبت سے اپنایا جائے۔ اُنکی ہر ایک ادا پر دل فدا کیا جائے۔ جان قربان کی جائے جو کام بھی حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کریں گے وہ اللہ کے ہاں قبول ہوگا۔

## آداب سنت

### عالم فقری

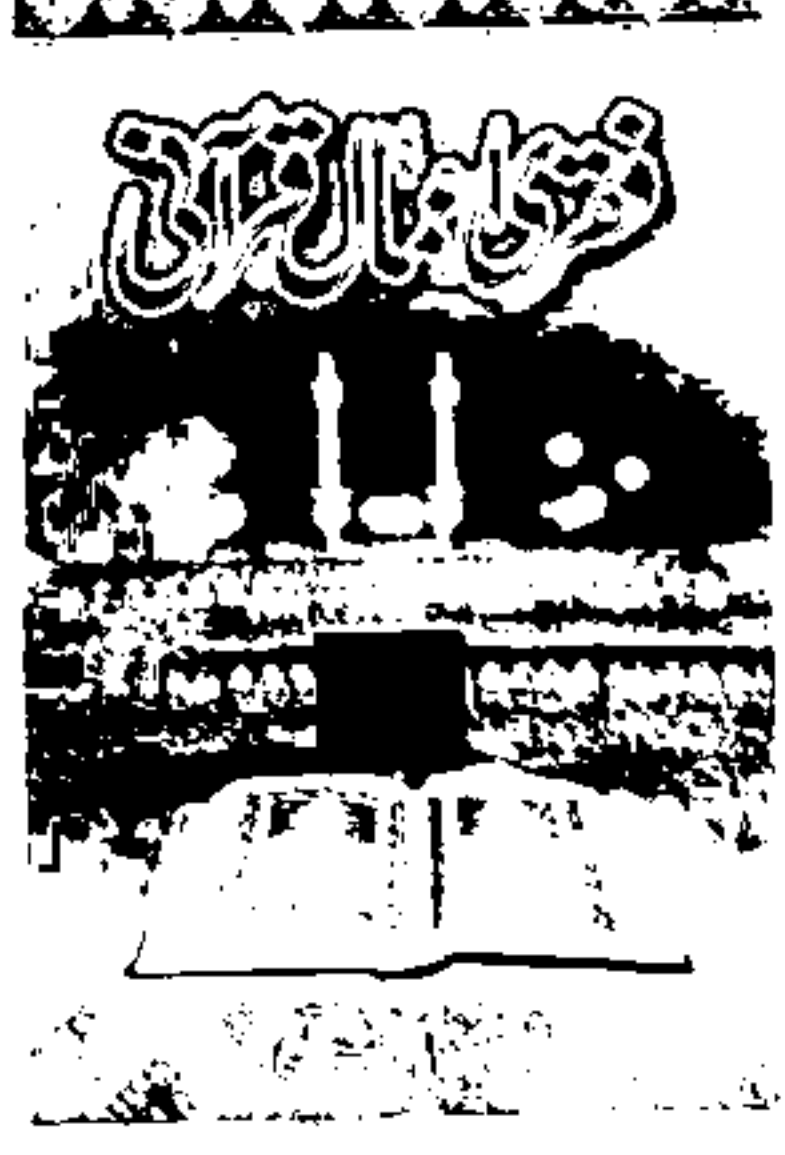
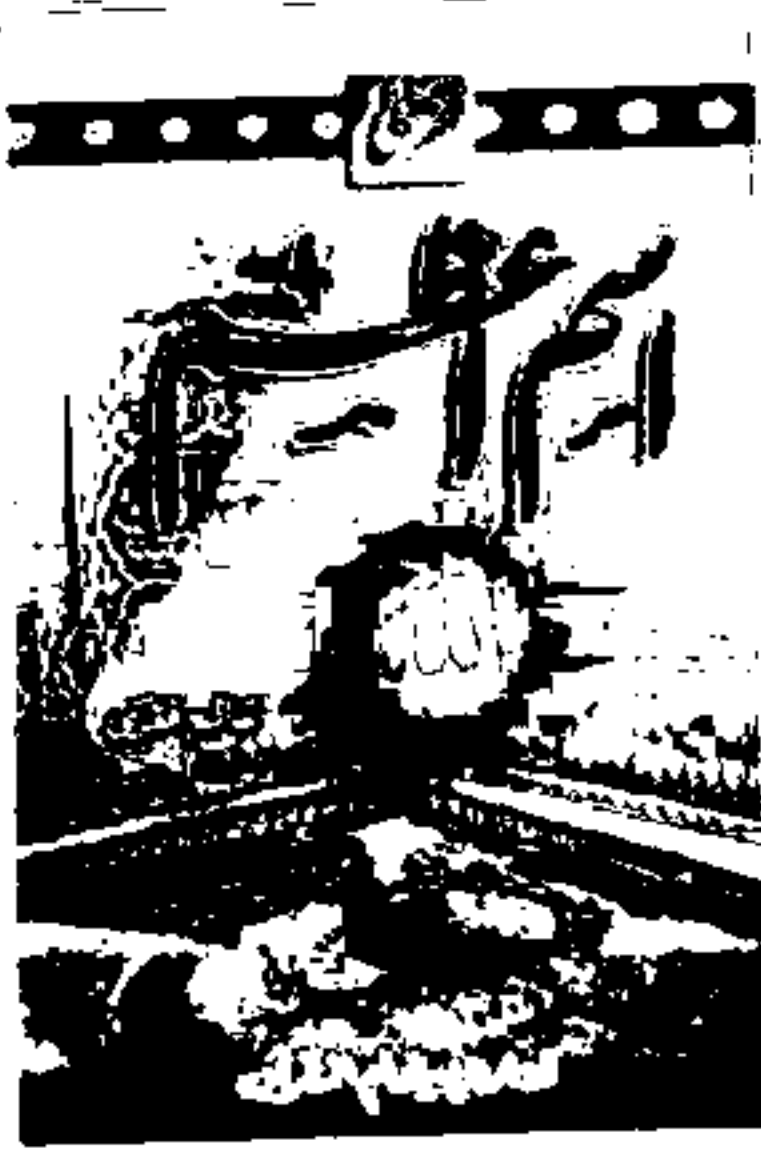
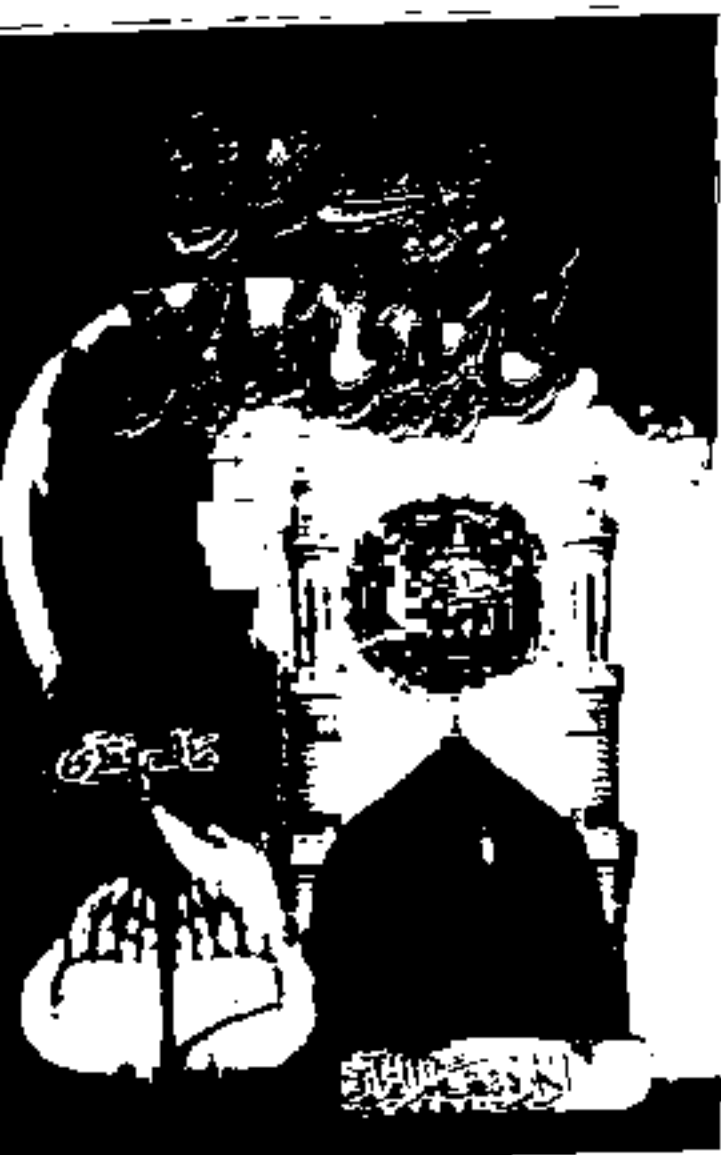
اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق معاشرتی زندگی کے آداب انفرادی و اجتماعی آداب، آداب گفتگو، کھانے کے آداب، رسول اکرم ﷺ کی خوراک، پینے کے آداب، مہمان نوازی کے اطوار، سونے کے آداب، دیگر سنتوں کو احادیث کی کتب سے منتخب کر کے نہایت آسان انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

صفحات 592 قیمت 165 روپے صرف

﴿ناشر﴾

ادارہ پیغام القرآن

40 اردو بازار لاہور



اطالہ صحیح الشریعہ

۴. اردو بازار لاہور ☎ 042-7323241

